Title – SUKHNOORAAN BULAND FIKAR.

Creator – Mohd. Munawwar Behadur Gauhar.

Publisher – Oriental Research Institute (Madras).

Date – 1937.

Pages – 226

Subject – Farsi Adab – Tazkira Shora ; Tazkira Shora – Farsi

إنّ من الشعر لحکمۃً وإنّ من البیان لسحرا

سخنوران بلند فکر

۱۳۵۲ھ

مؤلفہ

جناب مولوی محمد منوّر صاحب بہادر گوہر

(امیر الشعراء نجم الفضلاء)

سابق جونیر ریڈر اورینٹل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ مدراس یونیورسٹی

MADRAS

PRINTED AT THE G. S. PRESS

1937

إن من الشعر لحكمة و إن من البيان لسحرا

سخنوران بلند فکر

مؤلفہ

جناب مولوي محمد منوّر صاحب بہادر گوہر

سابق جونير ريڈر اوراينٹل ريسرچ انسٹي ٹيوٹ مدراس يونيورسٹي

MADRAS:

PRINTED AT THE DIOCESAN PRESS

1936

فهرست مضامين

فہرست مضامین

دیباچه

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمدِ داور گوہرِ کانِ سخن * نعتِ سرور جوہرِ جانِ سخن
فضلِ یزداں نے ہدایت دی مجھے * حمد سبحاں نے سعادت دی مجھے
نعت نے بخشا شرف برتر کیا * قطرۂ ناچیز کو گوہر کیا
یہ دعا ھے اے ودودِ بے مثال * بھیج روز و شب درودِ بے مثال
احمدِ مُرسل شہِ معراج پر * آل پر اصحاب پر ازواج پر
انبیا پر اولیا پر ھو سلام * اتقیا پر اصفیا پر ھو سلام
میرے پیرانِ طریقت پر بھي ھو * مُرشدِ ان پاک طینت پر بھي ھو
نکتہ سنجانِ سخن سے عرض ھے * صاحبانِ علم و فن سے عرض ھے
یہ ھے گلدستہ سخن کے باغ کا * یہ ھے گلدستہ دکن کے باغ کا
ھے دکن کے شاعروں کا تذکرہ * ھے سخن کے ماہروں کا تذکرہ
رو نما ہیں واقعاتِ شاعراں * دل کُشا ہیں سانحاتِ شاعراں
یہ سفینہ گلشنِ بیخار ھے * یہ خزینہ مخزنِ اشعار ھے
خیر ہو اے کردگار اِس باغ کي * روز افزوں ھو بہار اِس باغ کي
اِس کو بھي ہر دلعزیزي ھو نصیب * اِس کي شہرت میں ترقي ھو نصیب
چمکے ہر لفظ اس کا اختر کي طرح * آبرو بھي پائے گوھر کي طرح
کام میرا التجا دن رات ھے * نام تیرا قاضي الحاجات ھے

تجھ سے گوھر کي دعا ھے روز و شب
یہ وظیفہ اي خُدا ھے روز و شب

اما بعد - سنہ ۱۹۲۷ع میں صوبۂ مدراس میں محکمۂ تفحیص السنۂ مشرقیہ (اورینٹل ریسرچ انسٹي ٹیوٹ) قائم ھوا - اوٗر میرا تقرر بہ عہدۂ جونیر ریڈر عمل میں آیا - علاوہ اوٗر فرائض مفوضہ کے مئیں نے یہ تذکرہ فارسي اوٗر اردو کے اُن شعرا کا تالیف کیا جس کو

مدراس یونیورسٹی کي طرف سے شائع کیا جاتاھے - اُمید ھے کہ اِس کو بنظرِ قدردانی ملاحظہ فرمایا جائیگا اؤر میري محنت کي داد دیجائیگي *

اس تذکرے میں سنہ ۷۷۰ ھجري سے سنہ ۱۲۷۰ ھجري تک جو شعرا گزرے ہیں، اُن کا حال مئیں نے بڑي تحقیق سے درج کیا ھے - اِس میں اُن ۱۴۷ شعرا کا حال درج ھے جو جنوبي ہند اؤر دکن میں پیدا ھوے یا دوسرے شہروں سے جنوبي ہند میں پہنچے تھے -

اس کتاب میں تین باب اؤر ایک ضمیمہ ھے اؤر ہر باب کي کئي فصلیں ہیں، جو ذیل کي تفصیل سے معلوم ھوگا -

پہلا باب - فارسي گو شعرا کا حال - اس میں آٹھ فصلیں ہیں -

فصلِ اول - وہ فارسي گو شعرائے ایران جو شمالي ہند سے دکن میں آئے -

فصلِ دوم - وہ فارسي گو شعرلے ہندوستان جو شمالي ہند سے دکن میں آئے -

فصلِ سوم - وہ فارسي گو شعرا جو دکن ہي میں پیدا ھوے -

فصلِ چہارم - وہ فارسي گو شعرلے ایران جو دوسرے شہروں سے مدراس میں آئے -

فصلِ پنجم - وہ فارسي گو شعرلے ہندوستان جو دوسرے شہروں سے کرناٹک آئے -

فصلِ ششم - وہ فارسي گو شعرلے ہندوستان جو دوسرے شہروں سے مدراس آئے -

فصلِ ہفتم - وہ فارسي گو شعرا جو کرناٹک میں پیدا ھوے *

فصلِ ہشتم - وہ فارسي گو شعرا جو مدراس میں پیدا ھوے *

دوسرا باب - دکني شعرا کا حال - اس میں تین فصلیں ہیں *

فصلِ اول - وہ شعرا جن کي ولادت - نشو و نما اؤر ترقي دکن

فصلِ دوم ۔ وہ شعراء جو مختلف بیرون دکن شہروں سے دکن آئے اور یہیں توطّن اختیار کیا ۔

فصلِ سوم ۔ وہ دکنی شعرا جو مدراس ہي میں پیدا ہوے *

تیسرا باب ۔ اُن فارسي گو ایرانی شعرا کا حال جو شمالي ہند سے دکن آئے اور چند روز مقیم رہکر واپس چلے گئے *

اِس تذکرے میں شعراء کے ناموں کو بہ ترتیب تہجي نہیں لکھا گیا ھے ۔ بلکہ تقدّم زماني کا خیال رکھا گیا ھے ۔ البتہ تذکرۂ گلزار اعظم (مولفۂ نواب غلام محمد غوث خان بہادر اعظم ' نواب کرناٹک) سے جو شعرا منتخب کئے گئے ہیں اُن میں حروف تہجي کي ترتیب ھے ۔ اُن میں سے اکثر شعرا وہ ہیں جو گلزار اعظم کي تالیف ' یعني سنہ ۱۲۷۱ ھجري تک بقید حیات تھے *

اِس کتاب کے دوران تالیف میں ذیل کي کتابیں میرے مطالعے میں تھیں اور اُن سے میں نے مدد لي ھے :—

(۱) تاریخ فرشتہ ' مصنفۂ محمد قاسم فرشتہ ۔
(۲) کلمات الشعراء مصنفۂ محمد افضل سرخوش ۔
(۳) خزانۂ عامرہ ' مصنفۂ میر غلام علي آزاد بلگرامي ۔
(۴) گلشن بیخار ' مصنفۂ نواب مُصطفي خاں شیفتہ ۔
(۵) صبح وطن اعظم ' مصنفۂ نواب غلام محمد غوث خان بہادر اعظم نواب کرناٹک ۔
(۶) نتائج الافکار مصنفۂ محمد قدرت الله خاں قدرت ۔
(۷) گلزار اعظم ' مصنفۂ نواب غلام محمد غوث خان بہادر اعظم نواب کرناٹک ۔
(۸) تاریخ عزیز دکن ' مصنفۂ مولوي عبد العزیز صاحب فرزند مولوي مہدي صاحب و اصف ۔
(۹) دیوان ممتاز ' مصنفۂ نواب عمدۃ الامراء بہادر ممتاز فرمانروا ے کرناٹک ۔
(۱۰) مثنوي رشک قمر ' مصنفۂ نادر (نام نا معلوم) ۔
(۱۱) محبوب الزمن ' مصنفۂ مولوي ابو تراب محمد عبد الجبار خاں صاحب ۔

(۱۲) آبِ حیات، مصنفۂ مولوی محمد حسین صاحب آزاد -
(۱۳) مضامین شرر، از مولوی عبد الحلیم صاحب شرر -
(۱۴) تاریخ ادبِ اُردو، مصنفۂ رام بابو صاحب سکسینہ، مترجمۂ مرزا محمد عسکری صاحب -

جہاں میری یہ دعا ھے کہ ربّ الارباب اس تذکرے کو قبولیت دوام عطا فرمائے، وھاں مئیں یہ بھی دعا کرتا ھوں (اؤر ناظرین سے بھی استدعا کرتا ھوں کہ وہ بھی میرا ساتھہ دیں) کہ جن حضرات شعرا کا اس تذکرے میں ذکر ھے اُن سب کو ارحم الراحمین مغفرت نصیب کرے، کیونکہ وہی فارسی اؤر اُردو زبان کے اصلی محسن ہیں -

آخر میں بہ ادب یہ گزارش ھے کہ مئیں نے حتی المقدور اپنی طرف سے اِنتخاب و تحقیق حالات شعرا میں کوئی کمی نہیں کی - ممکن بلکہ یقین ھے کہ ابھی یہ تذکرہ بہت ہی نا مکمّل ھو اؤر سیکڑوں مشاہیر میری نگاہ سے چھوٹ گئے ھوں، یا مئیں نے اپنی کمی قابلیت سے قصداً چھوڑ دئے ھوں - اگر ناظرین کرام بجائے زبان طعن دراز کرنے کے مجھے میرے سقموں پر متنبّہ فرماکر اس تذکرے کی تکمیل میں مدد فرمائینگے تو مئیں بے حد ممنون ھونگا اؤر آیندہ ایڈیشن میں یہ مکمل ھو سکیگا -

آخر یہ مشترکہ جائداد ھے اؤر جنوبی ہند کے باشندے کا یہ فرض ھے کہ وہ اِس کی صلاح و فلاح میں جان توڑ کوشش فرمائیں -

جیسا کہ مئیں ابھی عرض کر آیا ھوں مجھے اپنی کمی استعداد کا اعتراف ھے - وہ کونسا انسان ھے جو اپنے آپ کو "انسان کامل" کہہ سکے - محال ھے کہ نا مکمل کا کوئی کام بھی مکمل کہا جا سکے - و صلّی اللہ تعالیٰ علیٰ افضل الانبیاء و اشرفِ اولادِ آدم محمد مصطفیٰ الذی ھو انسان الکامل و لاریب فیہ -

خاکسار محمد منوّر کوھر (مخاطب بہ امیر الشعرا و نجم الفضلا)

نائر خاندان نوابان کرناٹک و منصبدار ہز اگزالٹڈ ھائنس اعلیٰ حضرت

(حضور نظام دکن خلد اللہ تعالیٰ ملکہ)

جام بازار - مدراس

پہلا باب

فارسي گو شعرا کا حال

فصلِ اوّل

وہ فارسي گو شعراے ایران جو شمالي ہند سے دکن میں آئے

آذري

آذري تخلص - سیّد حمزہ نام - شیخ نورالدین لقب - فرزند خواجہ علي ملک سربداریہ - وطن اسفراین (علاقۂ خراسان) سال ولادت سنہ ۷۸۴ هجري - ماہِ آذر میں پیدا ہوے اسلئے آذري تخلص اختیار کیا -

بہت بڑے پائے کے شاعر اور نہایت ذہین شخص تھے - عنوانِ جواني ہي میں سلطان شاہ رخ مرزا کي سرکار میں بڑا رسوخ حاصل کیا اور بڑي عزت پائي' یہاں تک کہ خطابِ ملک الشعرائي سے سرفراز ہوے - پھر گوشہ نشیني اختیار کي اور حضرت محي الدین طوسي کي خدمت میں رہکر ریاضتیں کیں - ان کے انتقال کے بعد سیّد نعمت اللہ سے مستفیض ہوے - خرقۂ خلافت آپ ہي سے پایا - متوسّط عمر میں زیارتِ حرمین شریفین سے مشرّف ہوکر ہندوستان پہنچے اور سلطان احمد شاہ بہمني اوّل فرماں رواے گلبرگہ کي سلکِ ملازمت میں داخل ہوے اور بادشاہ کي تعریف میں کئي پُر زور قصیدے لکھے - بادشاہ نے بھي ان کي بڑي قدر داني کي اور یہاں سے بھي ملکُ الشعراء کا خطاب پایا - بارہا بیش بہا انعاماتِ سرکارِ شاہي سے عطا ہوے -

ایک دفعہ بادشاہ سے وطن جانے کي اجازت چاہي مگر نہ ملي' ناچار خاموش ہورہے اور کسي ذریعے کي فکر میں لگے - ان دنوں گلبرگہ

میں دارالامارۂ شاہي زیرِ تعمیر تھا - جب تعمیر ختم هوي تو آپ نے یه دو شعر پتّھر پر کھدواکر دار الامارہ کے دروازے پر نصب کرادئے :-

حبّذا قصرِ مشیّد که ز فرطِ عظمت
آسماں سُدّۂ از پایۂ ایں درگاه است *
آسماں ہم نتواں گفت که ترکِ ادب است
قصرِ سلطانِ جہاں احمدِ بہمن شاہ است *

ایک روز اتفاق سے بادشاہ کي نظر اِن اشعار پر پڑي تو پڑھکر پھڑک گیا - شہزادۂ علاء الدین ساتھ تھے - پوچھا که کِس کا کلام ھے ؟ اِنھوں نے آذري کا نام لیا - چونکه موقع اچھا تھا' ساتھ ہي عرض کیا که " آذري اپنے وطن کي جدائي میں سخت بے تاب ہیں اور اجازت کے خواستگار - وہ کہتے ہیں که اگر مجھے وطن جانے کي اجازت مل جائے تو جو حج میں نے کیا ھے اُس کا آدھا ثواب نذرِ حضور کرونگا " - بادشاہ یه سنکر ہنس پڑے اور فوراً اجازت عطا فرمائي اور ساتھ ہي خلعتِ خاص' پانچ ہندي غلام اور چالیس ہزار تنگه نقرہ (ایک تنگه = ایک تولہ) عنایت ھوے - شیخ بہت شکر گزار ھوے اور عرض کیا که " لا یحمل عطایاکم الا مطایاکم " بادشاہ نے اور بیس ہزار تنگے سفر کے خرچ کے لئے دئے - چلتے ھوے آذري نے بادشاہ سے وعدہ کیا که تازیست " بہمن نامہ " کي تصنیف میں مصروف رھونگا' جس کا آغاز ھو چکا تھا - چنانچه مدت العمر اِس وعدے کا ایفا کرتے رھے اور ایک سال میں جتنا حصّه نظم کرلیتے' وطن سے بادشاہ کي خدمت میں بھیج دیتے تھے - سلطان همایوں شاہ بہمني تک پہنچنے پائے دے که پیغام اجل آ پہنچا - باقي حصّے کو ملا نظیري ملا سامعي اور دیگر شعرا نے پورا کیا -

شیخ یه انعامات لیکر وطن پہنچے - بقیه عمر عباداتِ الٰہي میں گزاردي - مزید براں دستِ سخاوت وخیرات وسیع کیا - چنانچه ایک مہمانسراي بنواکر اِس کو وقف کردیا - ایسي سخاوتیں ظاهر ھے

کہ اتنے خطیر مال کو کفایت نہیں کرسکتیں - سلطان احمد شاہ انتقال کر چکے تھے - مجبوراً سلطان علاء الدین شاہ بہمنی ثانی (سنہ ۸۳۰ ہجری تا سنہ ۸۶۱ ہجری) کو ایک عریضہ لکھا - بادشاہ نے اِس کا جواب دستِ خاص سے لکھکر شیخ کا اعزاز بڑھایا اور اُس کو عطایاے کثیر کے ساتھ شیخ کے پاس بھیجا -

آخر سنہ ۸۶۶ ہجری میں بیاسی سال کی عمر پاکر واصل بحق ہوے - آذری نے ایک مبسوط دیوان مشتمل بر قصائد و غزلیات و قطعات وغیرہ یادگار چھوڑا ھے - من اشعارہ :-

به مجلسی که درِ گنجِ کبریا بخشند
هزار افسرِ شاهي بيک گدا بخشند *
دلا بمَي کده ها روز و شب گدائي کن
بود که دُرد کشاں جرعۂ بما بخشند *
شدیم پیر به عصیان و چشمِ آں داریم
که جُرمِ ما به جوانانِ پارسا بخشند *
غلامِ همّتِ آں عارفانِ با کرمم
که یک صواب به بینند و صد خطا بخشند *
به کوي میکده از مفلسي چه غم دارم
که ساقیاں همه جام جهاں نما بخشند *
به نیم ساعتِ هجر آذري نمي ارزد
هزار سال گرش در جهاں بقا بخشند *

تاریخِ انتقالِ آذري :-

چراغ دل به مصباحِ حیاتش
به انواعِ حقائق داشت پرتو *
چو او مانند خسرو بود در شعر
از اں تاریخِ فوتش گشت خسرو *
سنہ ۸۶۶ ہجری

خواجه محمود گاوان

تخلص معلوم نہیں - عماد الدین نام - خواجه لقب - وطن قاوان - سال ولادت کا پته نہیں چلا - خواجه محمود گیلان کے ایک قریۂ قاوان میں پیدا ہوے - اِسی مناسبت سے محمود گاواں کے نام سے مشہور ہو گئے -

خواجه بہت بڑے فاضلِ عصر تھے - علوم عقلي و نقلي خصوصاً ریاضي اوْر طب میں خاص مہارت رکھتے تھے - نثر و نظم و انشا میں تو ممتاز الافاضل تھے - علم دوست ' قبیله پرور ' فیّاض ' قدردانِ علم و هنر ' رحم دل ' خُوش خلق ' متواضع ' منکسر المزاج اوْر عابد و زاہد تھے - فیّاضي کا یه عالم تھا که ہمیشه اپنے ہم عصر فضلا کو خراسان اوْر عراق تک تحفے بھیجا کرتے تھے -

خواجه محمود کا خاندان ہمیشه سے معزز و محترم رہا ھے - آپ کے اجداد شاھانِ گیلان کے وزیروں میں سے تھے - شده شده اِن میں سے ایک سریرآراے سلطنت رشت ہوا اوْر اُس کا خطبه منبروں پر پڑھا گیا - یه سلسلۂ تاجداري شاه طہماسپ صفوي داراي ایران کے زمانے تک خواجه کے خاندان میں رہا - ہوش سنبھالنے اوْر علم و کمال حاصل کرنے کے بعد لوگ اُن کے ایسے محسود ہوے که مجبوراً اپني والده کے ایما پر وطن چھوڑنا پڑا - آپ کي والده بھي مشایخ دین کے خاندان کي ایک فرد تھیں - عراق و خراسان کے بعض بادشاھوں نے آپ کو اپنا وزیر بنانا چاھا مگر آپ نے قبول نه کیا اوْر تجارت کو اختیار فرمایا - اسي تقریب سے اکثر دیارو امصار کو دیکھا اوْر ہر جگه کے علماء اوْر مشایخ کي صحبتوں سے مستفیض ہوے -

تینتالیس برس کي عمر تھي که آپ ایک تاجر کي حیثیت سے دکن پہنچے - شاه محب الله قدس سره اوْر دیگر مشایخ کا شہره سنکر اُن کي ملاقات کے لئے احمد آباد بیدر گئے - اِس اثنا میں خواجه کے علم و فضل اوْراخلاق کا دکن میں شہره ہوچکا تھا - بیدر سے واپس

آنا چاھا تو سلطان علاء الدین بہمنی ثانی (سنہ ۸۳۸ ہجری تا سنہ ۸۶۳ ہجری) نے آپ کو روک لیا اوٗر اپنے امرا میں داخل کرلیا ۔

ھمایوں شاہ (ظالم) بہمنی (سنہ ۸۶۳ تا سنہ ۸۶۵ ہجری) کے عہد میں ملک التجار کا خطاب پایا، وزیر اوٗر جملۃ الملک کے منصب پر سرفراز ھوے اوٗر بڑي شایستہ خدمتیں انجام دیں ۔ سلطان محمد شاہ بہمنی ثانی (سنہ ۸۶۷ تا سنہ ۸۸۷ ہجری) کے عہد میں خواجۂ جہاں کا خطاب اوٗر منصب امیر الامرائی پایا ۔ بادشاہ نے خلعت خاص عطا فرمایا اوٗر یہ حکم دیا کہ خواجہ کے نام کے ساتھ یہ الفاظ لکھے جایا کریں :—

"مجلس کریم، سیّد عظیم، ھمایوں اعظم، صاحب السیف والقلم، مخدومِ جہانیاں، معتمدِ درگاہِ شاھاں ۔ آصفِ جم نشاں ۔ امیر الامرائے ملک ۔ نائب الملک ۔ ملک التجّار ۔ محمود گاواں المخاطب بہ خواجۂ جہاں" ۔

خواجہ خلعت و خطاب سے سرفراز ھونے کے بعد فوراً اپنے خزانے کے حجرے میں گئے، شاہی خلعت اُتار کر فقیرانہ لباس پہنا اوٗر بہت روئے ۔ حجرے سے نکلے تو تمام نقد و جنس و جواہر اوٗر دیگر سامان جو بذریعۂ تجارت و امارت جمع کیا تھا، احمد آباد بیدر کے علما و فضلا اوٗر سادات میں تقسیم کردیا ۔ کتابیں اوٗر ھاتھی گھوڑے رکھ لئے اوٗر کہا کہ کتابیں طلبا کا حق ھے اوٗر ھاتھی گھوڑے بادشاہ کی ملک ہیں ۔ یہ چند روز کے لئے میرے پاس امانت ہیں ۔

خواجہ اوٗر ملا جامی میں خط و کتابت رھا کرتی تھی ۔ ملا صاحب نے خواجہ کی مدح میں دو قصیدے لکھے ہیں ۔ جن کے دو دو شعر ہم یہاں درج کرتے ہیں :—

پہلا قصیدہ :— مرحبا اي قاصدِ کلکِ معانی مرحبا

الصّلا کزجان و دل بذل تو کردم الصّلا *

ہم جہانرا خواجہ و ہم فقر را دیباچہ اوست

آیتِ الفقر لاکن تحت استار الغنا *

دوسرا قصیدہ :- جامی اشعار دلاویز تو جنسیے است لطیف

پودش از حسن بود لطف معانی تارش *

ہمرۂ قافلۂ ہند رواں کن کہ رسد

شرف و عزّ قبول از ملک التجارش *

خواجہ نے سنہ ۸۷۶ ھ میں ایک عالی شان مدرسہ اور مسجد احمد آباد بیدر میں بنوائی - سامعی نے مدرسے کی حسب ذیل تاریخ کہی :-

این مدرسۂ رفیع و محمود بنا

چوں کعبہ شد است قبلۂ اہل صفا *

آثار قبول بیں کہ شد تاریخش

از آیت ربّنا تقبّل منا *

سنہ ۸۷۶ ہجری

خواجہ نے سلطان محمد بہمنی کی مدح میں ایک قصیدہ کہا ھے جس کے دو شعر یہ ہیں :-

شد شکل ضرب تیغت بردوش جاں حمائل

ہیکل ز حرز سیفی انگہ ہراس ای دل *

تیغ تو آب حیواں مردم ز حسرت آں

آرے بہ عہد من شد آب حیات قاتل *

خواجہ کی موت کا واقعہ نہایت درد ناک ھے - آپ کی روز افزوں ترقی کو دیکھکر اکثر اقران و امثال آپ کے بے سبب دشمن ہوگئے تھے - ظریف الملک دکنی ، مفتاح حبشی اور ملک حسن نظام الملک نے آپ کے قتل کی سازش کی اور اُس حبشی غلام کو جس کے پاس خواجہ کی مُہر رہتی تھی اپنے ساتھ ملالیا - ایک روز اُس کو خوب شراب پلائی اور جب وہ بیہوش ہوگیا تو ایک سفید کاغذ اُس کو دیکر خواجہ کی مہر اُس پر کرالی - پھر اُس کاغذ پر خواجہ کی طرف سے اُڑیسہ کے رائے کے نام خط لکھا ، جس کا مضمون یہ تھا کہ " بادشاہ کی شراب خواری اور ظلموں سے ہم تنگ آگئے ہیں - تمھاری قلیل توجّہ سے

دکن فتح ہوسکتا ھے - تم فوج لیکر یہاں پہنچو - میں بھي تمھاري مدد کرونگا اؤر اکثر امرا سے مدد دلواؤنگا کیونکہ وہ میرے تابع فرماں ہیں - بادشاہ کو اِس کے کیفر کردار کو پہنچا کر ہم دونوں آپس میں علي السویّہ ملک کو تقسیم کرلینگے" - ظریف الملک دکني اؤر مفتاح حبشي نے ملک حسن نظام الملک بحري کے سامنے یہ تحریر بادشاہ کو دکھائي - بادشاہ نے خواجہ کي مُہر پہچان‌کر فوراً خواجہ کو طلب کیا - خواجہ نے یہ شعر جو اُس زمانے میں وردِ زباں رهتا تها پڑھا :

چوں شہیدِ عشق در دنیا و عقبیٰ سر خرو است
خوش دمے باشد کہ مارا کشتہ زیں میداں برند *

اؤر کہا کہ جو ڈاڑھي ھمایوں شاہ کي خدمت میں سفید هوي ھے اگر اُس کے بیٹے کے هاتھ سے سرخ هو تو سرخروئي کا باعث هوگا - قسمت کا لکھا ٹل نہیں سکتا -

خواجہ جب بادشاہ کے سامنے آئے تو اُس نے پوچھا کہ " اگر کوئي شخص اپنے ولي نعمت سے نمک حرامي کرے اؤر اُس کا ثبوت بھي مل جائے تو اُس شخص کي کیا سزا ھے ؟" یہاں تو حساب پاک تھا - خواجہ نے بے ساختہ کہا کہ " جس بدبخت سے ایسي حرکت سرزد هو اُس کي گردن ماردیني چاهئے " بادشاہ نے وہ خط خواجہ کو دکھایا - خواجہ حیران رہ‌گئے اؤر قرآن مجید کے یہ الفاظ کہے کہ " سبحانک ہذا بہتان عظیم " پھر کہا کہ " مُہر تو بلاشبہ میري ھے مگر تحریر میري نہیں " - بادشاہ ایک تو شراب میں مست تھا دوسرے غصّے کا بھوت اُس پر سوار تھا' بغیر مزید تحقیقات کے جوهر نامي حبشي کو خواجہ کي گردن مارنے کا حکم دیکر حرم سرا کي طرف چلا گیا - خواجہ نے بہ آواز بلند کہا کہ " مجھ جیسے بوڑھے کا قتل تو آسان ھے مگر میرا خون ناحق رنگ لائیگا اؤر تمھاري رسوائي اؤر خرابي کا باعث ہوگا " بادشاہ نے کوئي جواب نہیں دیا اؤر حرم سرا میں داخل ہوگیا - تاریخ شاہد ھے کہ وهي هوا جو خواجہ نے کہا تھا - جوہر حبشي تلوار لئے هوے

موجود تھا - وہ آگے بڑھا تو خواجہ دو زانو ہوکر قبلہ رو ہو بیٹھے اور کلمۂ طیّبہ پڑھنے لگے - جب تلوار کی ضرب پڑی تو خواجہ نے کہا "الحمد للہ علی الشہادۃ" اور جاں آفریں کو جان دیدی -

شہادت کے وقت خواجہ کا سن اٹھتر برس کا تھا - یہ واقعۂ ہائلہ ۵ صفر سنہ ۸۸۶ ہجری کو ہوا - ملا عبد الکریم ہمدانی صاحب محمود شاہی نے جو خواجہ کے شاگرد تھے' یہ قطعۂ تاریخ شہادت کہا :—

شہید بے گنہ مخدوم مطلق
کہ عالم را ز جودش بود رونق *
اگر خواہی تو تاریخ وفاتش
فرو خواں قصّۂ قتلِ بناحق *
سنہ ۸۸۶ ہجری

ایک اور تاریخ یہ ہے :—

سالِ فوتش گر کسے پرسد بگو
بے گنہ محمود گاواں شد شہید *
سنہ ۸۸۶ ہجری

یوسف

یوسف تخلص - یوسف عادل خاں نام - ابو ظفر لقب - فرزند سلطان مراد - وطن ملک روم - سالِ ولادت سنہ ۸۶۱ ہجری -

سنہ ۸۵۴ ہجری میں اِن کے والد نے رحلت کی اور اُن کے بڑے بھائی سلطان محمد سریر آرائے ملک روم ہوے تو ارکان دولت کی تحریک سے تمام خاندان کے افراد کے قتل کا حکم دیا جس میں یوسف بھی شامل تھے - سلطان محمد کی والدہ کو اپنے چھوٹے بیٹے یوسف بہت عزیز تھے - اُنھوں نے اِن کی جان بچانے کی یہ تدبیر کی کہ خواجہ عماد الدین محمود گرجستانی' تاجر ساوہ سے ساز باز کرکے یوسف کو اُس کے غلاموں میں داخل کردیا اور اُس سے چند غلام خرید کر اُن میں سے ایک کو جو یوسف سے مشابہ تھا قتل کرا دیا - قدرتِ الٰہی کے

کھیل کہ ایک بے گناہ تو قتل ہوگیا اور یوسف کو ایک سلطنت کا حکم راں بنانے کے لئے بچا لیا گیا - خواجہ عماد الدین یوسف کو اپنے قافلے میں لیکر بغداد شریف روانہ ہوا - وہاں سے اپنے وطن ساوہ میں پہنچا اور یوسف کی پرورش اپنے بیٹے کے ساتھ کرنے لگا اور اُس کی خوب تعلیم و تربیت کی -

رفتہ رفتہ یہ راز طشت ازبام ہوگیا کہ یوسف زندہ ہے - اتفاقاً اِسی زمانے میں یوسف اور حاکم ساوہ کے متعلقین میں سے ایک سے کچھ جھگڑا ہوگیا - یوسف کو اپنی جان کا خطرہ ہوا تو وہ ساوہ کو چھوڑکر سیر و سیاحت کے لئے نکل گئے - کچھ دنوں کے بعد ساوہ واپس جانے کا قصد کیا - ایک رات خواب میں حضرت خضر (علیٰ نبینا و علیہ السلام) نے اُن کو دولت و عظمت کی بشارت دی اور ہندوستان کی طرف جانے کی ہدایت کی - اُس کے موافق وہ عازم ہند ہوے اور اپنے محسن خواجہ عماد الدین کی معیّت میں احمد آباد بیدر پہنچے -

خواجہ عماد الدین اور خواجہ محمود گاواں ایک مدت کے دوست تھے - یوسف کے اصرار پر خواجہ محمود گاواں کی وساطت سے نظام شاہ بہمنی (سنہ ۸۶۵ ہجری تا سنہ ۸۶۷ ہجری) کے ہاتھ اِن کو فروخت کردیا - خواجہ محمود گاواں نے اُن کے صفات سن کر اور صورت شکل دیکھکر اُن کو اپنا مُتبنّی بنالیا اور خواجہ کی توجہ سے یوسف ایک قلیل عرصے میں ترقی کے بڑے مدارج طی کرکے چند ہی روز میں امراے ہزاری کے رتبے پر پہنچ گئے -

یوسف پر سلاطین بہمنیہ کی فوج جان دیتی تھی اور اُنکے اخلاق نے اکثر مغل اور ترک امرا کو اُن کا گرویدہ کر رکھا تھا - سلطان محمد شاہ بہمنی (سنہ ۸۶۷ ہجری تا سنہ ۸۸۷ ہجری) نے انتقال کیا تو سب نے بالاتفاق یوسف کو منصبِ شاہی کے لئے انتخاب کیا - چنانچہ انہیں کے سر پر تاج رکھا گیا اور وہ بہ خطابِ عادل شاہ تخت دکن پر جلوہ گر ہوے - یہی خاندانِ عادل شاہی کے بانی ہوے - اِنہوں نے سنہ ۸۹۵ ھ میں بیجاپور کو اپنا دارالسلطنت بنایا اور سنہ ۹۱۶ ہجری تک حکمرانی

کرتے رهے - وه اِس زمانۂ عروج میں بهی اپنی غریبی نہیں بهولے اوٗر ساوه میں بیس ہزار روپیه بهیج کر ایک مسجد بنوائی جو "مسجدِ غریباں" کے نام سے مشہور هوی - یوسف عادل شاه نہایت حسین شخص تها - بڑهاپے میں بهی اس کو دیکهنے کے لئے دور دور سے لوگ بیجاپور آیا کرتے تهے - بڑا عالم و فاضل اوٗر عالموں کا قدرداں تها - علم عروض و قافیه اوٗر موسیقی میں کمال حاصل تها - خطّاط بهی بہت اچها تها - جوانمردی و عدل و انصاف میں دور و نزدیک مشہور تها - خود سنی المذهب تها - مگر اتنا غیر متعصب که مذهب شیعه کو اپنی سلطنت میں رواج دیا - شاعر تها اوٗر شاعر نواز - اُس کے اشعار کا نمونه یه هے :—

تا بارِ غم عشق کشد قافلۂ * دلها شکفد ہر طرف از مرحلۂ
با آنکه بجاں با تو نکردیم بخیلی * پیشِ دگراں بهرچه کردی گلۂ
ما مسئلۂ فقه ندانیم چه یوسف * آساں شده از عشقِ بتاں مسئلۂ

گروارسی به دردِ دلِ ناتوانِ من
کے می رسد بمرگ کساں رشک جانِ من *
با آنکه صدر ہم بجفا آزمودۂ
تیغے کشیدۂ ز پئے امتحانِ من *
ای گل رسیده است بگوشِ تو قصه ام
بلبل نخواند وقتِ سحر داستانِ من *
گویا که بلبلانِ چمن نقل کرده اند
حرفے ز بے وفائیِ گل از زبانِ من *
یوسف به زاریِ دلِ من گوش کس نکرد
کو بخت آں که گوش کند داستانِ من *

اکیس برس تک بڑے اقبال و کامرانی سے سلطنت کی - آخر سنه ۹۱۶ هجری میں پیغام اجل آ پہنچا - ۷۵ سال کی عمر میں داعی اجل کو لبّیک کہا - تاریخ وفات یه هے :—

بگفتا - نمانده شہنشاهِ عادل
سنه ۹۱٦ هجری

شہیدی

شہیدی تخلص - مرزا شہید نام - سال ولادت کا پتہ نہ چلا - عالمِ متبحر اور شاعرِ گرامی پایہ تھے - کسی شاعر کو اپنا ہمسر نہیں سمجھتے تھے - سلطان یعقوب فرماں روائے تبریز کے مقرّب اور مصاحب تھے - بادشاہ کی طرف سے خطاب ملک الشعرائی سے سرفراز ہوے - معاصرین ان کے جاہ و جلال کو دیکھکر حسد رکھتے تھے - مگر بادشاہ کی نظرِ لطف و کرم کی وجہ سے نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے - جب ان کے مربّی بادشاہ کا انتقال ہوگیا تو اُنھیں بھی تبریز کا قیام دشوار ہوگیا - مجبوراً سفر اختیار کیا - وطن سے نکلکر گجرات پہنچے - وہاں بھی دال گلتی نہ دیکھی تو سلطان اسمٰعیل عادل شاہ (سنہ ۹۱۶ تا سنہ ۹۴۱ ھ) کے عہدِ حکومت میں بیجاپور کا رخ کیا - چونکہ بادشاہ خود شاعر اور اہلِ علم کا خواہاں تھا، اس لئے یہ بادشاہ کے مقرّب ہوگئے اور بڑی قدر ہوی -

قلعۂ احمد آباد بیدر فتح ہوا تو بادشاہ نے زر و جواہر سمیت تمام چیزیں جو کروروں روپئے کی مالیت کی تھیں مقرّبین دربار اور مستحقّین کو تقسیم کردیں - شہیدی سے بھی کہا کہ " خزانے میں جاکر جس قدر مال اُٹھا سکتے ہو لے لو " انھوں نے عرض کیا کہ " جب میں گجرات سے یہاں آیا تو خوب قوی تھا، اب ضعیف ہوگیا ہوں طاقت برداشت زیادہ نہیں - کچھ روز مہلت ملی تو مجھ میں طاقت آجائیگی، جب حکم کی تعمیل کرونگا " - بادشاہ نے مسکراکر فرمایا :-

کہ آفت ہاست در تاخیر و طالب رازیاں دارد

اور یہ اجازت دی کہ اچھا ایک مرتبہ نہیں دو دفعہ خزانے سے جتنا اُٹھا سکو اُٹھالو - شہیدی نے حکم کی تعمیل کی اور دو دفعہ میں تقریباً پچیس ہزار ہون طلائی لے آئے - خازن نے بادشاہ کو اس کی اطلاع دی تو بادشاہ نے ہنسکر فرمایا کہ " شہیدی سچ کہتے تھے کہ اُن کی قوت بہت کم ہوگئی ہے " -

شہیدی نے ایک دیوان کئی ہزار شعر کا چھوڑا ہے - نمونۂ کلام ذیل میں درج ہے :—

از سرِ کویت شہیدی را مراں ' خونش مریز
دوست را بگذار تا شرمندۂ دشمن شود *

چو ابر من بہوائے تو از جہاں رفتم
گلے نچیدم و گریاں زگلستاں رفتم *

رقیب از آتشِ ہجرش منِ مہجور می سوزم
نمی سوزی تو از نزدیک و من از دور می سوزم *

بہ بے دردان نشینی کے فتد بر مانگہہ از دور
نہ قدرِ حسن می دانی نہ دردِ عشق آہ از تو *

قریب ایک سو سال کی عمر پاکر سنہ ۹۳۶ ہجری میں انتقال کیا اور بیجاپور ہی میں سپرد خاک ہوے -

شاہ طاہر الحسینی

طاہر تخلص - طاہر الحسینی نام - شاہ لقب - موضع خوند وطن - سال ولادت کا پتہ نہ چلا -

سادات خوند میں سے تھے - خوند ایک موضع ہے ' جو گیلان کی سرحد پر قزوین کے علاقے میں واقع ہے - علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ تھے - اپنے باپ کے بعد سجّادہ نشین ہوے - شاہ اسمٰعیل صفوی بادشاہِ ایران کے عہد میں پہلے کاشان میں مُدرّسی کی خدمت پر مامور ہوے -

چونکہ اِن کے معتقدین بہت کثرت سے تھے ' اِس لئے بعض لوگ اِن سے حسد کرنے لگے - اور شکایتوں کے علاوہ یہ بات بھی بادشاہ کے گوش گذار کی گئ کہ شاہ طاہر بد مذہب ہیں ' اِس پر بادشاہ نے اِن کے قتل کا حکم صادر کردیا -

شاہِ طاہر کو خفیہ طور پر اِس کا علم ہوا تو اپنے اہل و عیال کے ساتھ چھپ کر ہندوستان روانہ ہوگئے - کچھ روز بیجاپور میں قیام کیا - پھر حرمین شریفین (زاد ہمااللہ شرفاً) اور دیگر مقامات مقدسہ اور عتبات عالیات کی زیارتوں سے مشرف ہو کر ہندوستان واپس آئے - جب مقام پر ینده میں پہنچے تو خواجۂ جہاں دکنی نے، جو امراے بہمنیہ سے تھے، شاہ طاہر کی بڑی خاطر داری کی اور اپنے یہاں مہمان رکھا - آخر سنہ ۹۳۸ ہجری میں برہان نظام شاہِ اول فرمانرواے احمد نگر (سنہ ۹۱۴ تا سنہ ۹۶۱ ہجری) کی طلب پر احمد نگر گئے - بادشاہ اِن سے تواضع کے ساتھ پیش آیا اور بہت قدر افزائی فرمائی - برہان نظام شاہ سنی المذہب تھا - شاہ طاہر کی ترغیب سے مذہب امامیہ اختیار کیا -

شاہ طاہر علم و عمل زہد و تقویٰ اور اخلاق حمیدہ سے مُتّصف تھے، بہت سی کتابیں اُن کی تصنیف سے ہیں - مُصنّفِ تاریخ فرشتہ مثنوی گلشن راز کو جو تصوف میں ہے، اِنھیں کی تصنیف بتاتا ہے - لیکن تذکرۂ نتائج الافکار، شیخ محمود کو اس کا مصنف کہتا ہے -

شاہ طاہر بڑے پایے کے شاعر تھے - عربی اور فارسی دونوں میں شعر کہتے تھے - اِن کا کلّیاتِ نظم قصائد و غزلیات و رباعیات کا مجموعہ ہے - فارسی کلام کا یہ نمونہ ہے :—

جلوۂ زلفِ شاہدے بُرد دلِ رمیدہ را
پَیے بہ کجا برد کسے مرغ بہ شب پریدہ را *

وہ چہ شود اگر شبے بر لبِ من نہی لبے
تا بہ لبِ تو بسپرم جانِ بلب رسیدہ را *

در غمِ او لذّتِ عشق از دلِ ناشاد رفت
خو بغم کردیم چندانے کہ عیش از یاد رفت *

بیروں میا کہ شہرۂ ایّام می شوی
ما کشتہ می شدیم تو بدنام می شوی *

رباعیات

مائیم که ہرگز دمِ بے غم نہ زدیم
خوردیم بسے خونِ دل و دم نزدیم *
بے شعلۂ آہ لب زہم فکشودیم
بے قطرۂ اشک چشم برہم نہ زدیم *

گر کسبِ کمال می کنی می گزرد
ور فکرِ محال می کنی می گزرد *
دنیا ہمہ سر بسر خیال است محال
ہر نوع خیال می کنی می گزرد *

شاہ طاہر نے سنہ ۹۵۲ ہجری میں انتقال کیا - پہلے لاش امانةً احمد نگر میں دفن کیگئی - چند ماہ کے بعد ہڈیاں کربلائے معلیٰ کو بھیجدی گئیں اور وہاں مشہدِ سیّدنا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قریب دفن کردی گئیں -

صفی

صفی تخلص - شیخ محمّد نام - شیراز مولد - سالِ ولادت معلوم نہوسکا - صاحب علم و فن اور شاعرِ شیریں سخن تھے - خوش خلقی اور بذلہ سنجی میں بہت مشہور تھے - علمِ ریاضی میں خاص مہارت تھی -

سلطان محمّد قلی قطب شاہ والی گولکنڈہ (سنہ ۹۸۱ تا سنہ ۱۰۳۰ ھ.) کے عہد میں دکن پہنچ کر شاہی ملازمین کے زمرے میں منسلک ہوے - دفترِ محاسبی میں میر منشی کے عہدے پر تقرر ہوا -

چند اشعار ملاحظہ ہوں :—

رخسارِ تو مصحفے است بے سہو و غلط
کش کلکِ قضا نوشت از مشک فقط *

چشم و دهنت آیه و وقف ابرو مد
۲ ۳ ۲ ۳ ۴ ۴

مژگانِ اعراب و خال و خط حرف و نقط *
۵ ۵ ۶ ۷ ۷ ۶

سنه ۹۷۴ هجري میں اِس جہانِ فاني سے کوچ کیا - بمقام حیدر آباد میر مؤمن کے دایرے * میں مدفون هوے -

رضائي

رضائي تخلص - ملّا محمّد نام - مشہد وطن - سال ولادت کا پته نه چلا -

ابو المظفر علي عادل شاہ (سنه ۹۵۶ تا سنه ۹۸۸ هجري) فرمانرواے بیجاپور کے عہد کے شاعر تھے - اِس سے زیادہ اِن کے کچھہ اور حالات معلوم نہو سکے -

سنه ۹۸۸ هجري میں جب ایک خواجه سراني بادشاہ کو شہید کیا تو رضائي نے قطعۂ تاریخ کہا - یہي اِن کا نمونۂ کلام هے :—

آہ که دستِ اجل در چمنِ عدل و داد
نخلِ فتوّت بکند شاخِ مروّت درید *

بر فلکِ خسروي گشت ازیں ماجرا
مہرِ کرم مختفي' ماہِ سخا نا پدید *

خسروِ عادل لقب' شاہِ علي نام آنکه
ظلم بدورانِ او کس نشنید و ندید *

وقتِ وداعِ جہاں تا نه رود تلخ کام
از کفِ ساقیِ دہر شہدِ شہادت چشید *

* میر مومن نے جن کا حال آگے آتا هے' چند بیگه زمین افتادہ حیدرآباد مین خریدکر اسکو صاف اور هموار کرایا - پھر لاکھون روپیه خرچ کرکے کربلاے معلی کی خاک چند جہازون مین بار کرکے منگوائی اور اس میدان کو قد آدم کھدواکر مٹی نکلوادی اور اس مین یه خاکِ پاک بھرواکر اُس قطعے کا نام '' میر کا دایرہ '' رکھا اور اُس کو شیعه و سنی کے دفن کے لئے وقف کردیا - اس دائرے کا ذکر آیندہ اکثر آئیگا -

منشیِ دورانِ غیب از پیِ تاریخ آں
بر سرِ دوراں نوشت شاہِ جہاں شد شہید *
سنہ ۹۸۸ ھجری

اس سے معلوم ہوتا ھے کہ رضائي سنہ ۹۸۸ ھجری تک زندہ تھے - اِس کے آگے نہ اِن کے حالات نہ اِن کے انتقال کي تاریخ اور مدفن کا پتہ چلتا ھے -

فرح

فرح تخلص - فرح اللہ نام - شوستر وطن - سال ولادت معلوم نہو سکا -

محمّد قلي قطب شاہ فرمانروائے حیدر آباد دکن کے زمانے میں حیدر آباد آئے - اگرچہ صاحب تذکرۂ محبوب الزمن نے اُن کا حیدر آباد آنا سلطان عبد اللہ قطب شاہ کے زمانے میں لکھا ھے ' لیکن سلطانِ مذکور سنہ ۱۰۳۵ ھ میں تخت نشین ہوا ھے اور فرح نے سنہ ۱۰۱۰ ھجری میں وفات پائي - اس لئے فرح غالباً محمّد قلي قطب شاہ کے زمانے میں آئے ہونگے ' جس نے سنہ ۹۸۹ سے سنہ ۱۰۲۰ ھجری تک حکمراني کي تھي - ہم نے اِسي سال اور اِسي بادشاہ کے عہد کو صحیح تسلیم کیا ھے - بہر حال بادشاہ کي توجّہ نے اُنھیں دولت و ثروت سے مالا مال کردیا *

بلند پایہ اور شیریں زباں شاعر تھے - عربي میں بھي شعر کہتے تھے - مرزا صائب نے اپني ایک غزل کے مقطع میں اِن کي نسبت یہ خیال ظاہر کیا ھے :-

ہمیں ز خاک فرح کامراں نشد صائب
کہ فیض ہم بظہوري ازیں جناب رسید *

چار ہزار شعر کا ایک دیوان چھوڑا ' جس کے چند اشعار یہ ہیں :-

در ہوائے بادۂ گلرنگ بے تا بیم ما
سالہا شد کز ہوا دارانِ ایں آ بیم ما *

از رہ ببانگ ہرزہ درایاں نمي روم
کے میدہد فریب صدائے جرس مرا *

مغاں که دانهٔ انگور آب مي سازند
ستاره مي شکنند آفتاب مي سازند *

ذرّه از بالا روي خورشيدِ تاباں کے شود
مور گر بر تخت بنشیند سلیماں کے شود *

سنه ۱۰۱۰ ہجري میں اِس جہانِ فاني سے رحلت کي - مدفن معلوم نہیں -

وحشي

وحشي تخلص - کاشان وطن - نام اوٗر سالِ ولادت معلوم نہوسکا - وطن چھوڑکر ہندوستان کا رخ کیا - مختلف شہروں کي سیاحت کرتے ہوے سلطان عبد الله قطب شاہ (سنه ۱۰۳۵ تا سنه ۱۰۸۳ ہجري) کے عہد میں گولکنڈہ پہنچے - بادشاہ نے اِن کي اچھي قدر کي - وحشي نے اِنھیں کے سایهٔ عاطفت میں زندگي بسر کي -

عالم و فاضل اوٗر نامور شاعر تھے - فن شعر میں مولانا محتشم کاشي سے تلمذ تھا - سنه ۹۹۹ ہجري میں شیراز میں تھے اوٗر وھیں اُن کي غزل گوئي کي شہرت ہوچکي تھي - عمر بھر سواے غزل کے کچھ نہیں کہا - کلام میں رنگیني اوٗر شیریني تھي -

من اشعارہ :—

ندارد آسماں ہم در خورِ امیدِ من کامے
از اں ہرگز ندیدم بر مرادِ خویش دوراں را *

ز سرشکِ آتشیں ریزد دلِ من دور نیست
شعله نتواند نگه دارد شرارِ خویش را *

از شوقِ سوختن دلِ من در ہوا گرفت
باغے که چرخ نام زد و جانِ لاله کرد *

گشتم چناں ضعیف که در گلشنِ وصال
ہر دم مرا نسیم بسوي دگر برد *

تا چشمِ نیم مستِ تُرا دید روزگار
خاکِ سیه به کاسهٔ چشمِ غزاله کرد *

شب گزاری به دلِ بے خور و خوابم کردی
آنقدر گرم بکشتی که کبابم کردی

سنه ۱۰۱۳ ہجری میں بمقامِ گولکنڈہ انتقال کیا - مؤلف 'محبوب الزمن' نے لکھا ھے کہ وحشی سلطان عبد اللہ قطب شاہ کے زمانے میں دکن پہنچے اور سنہ ۱۰۱۳ ہجری میں وفات پائی - لیکن سلطانِ مذکور سنہ ۱۰۳۵ ہجری میں تخت پر بیٹھے تھے - معلوم ہوتا ھے کہ وحشی سلطانِ عبد اللہ کے پیشرو کے عہد میں دکن آئے ھونگے یا سنہ ۱۰۱۳ ہجری کے بعد اُنھوں نے انتقال کیا -

ارسلان

ارسلاں تخلص - قاسم نام - مشہد وطن - والد کا نام اور سال ولادت معلوم نہو سکا -

شہنشاہِ ہند اکبر (سنہ ۹۶۳ تا سنہ ۱۰۱۲ ہجری) کے عہدِ دولت میں وطن سے ہندوستان پہنچے' چند روز ملازمینِ شاہی کے زمرے میں رھے - پھر احمد آباد گجرات گئے - کچھہ روز وھاں مقیم رھکر دکن کی طرف رخ کیا - پہلے احمد نگر گئے' وھاں سے بیجاپور' پھر گولکنڈہ گئے اور وھاں سے احمد نگر کو مراجعت کی - ہر ملک کے فرماں روائوں نے بڑی قدر افزائی کی اور انعام و اکرام سے مالا مال کردیا -

صحیح النسب سیّد تھے - علم و فن میں یکتا اور شاعر بے نظیر تھے - تاریخ گوئی اور خطاطی میں خاص شہرت رکھتے تھے -

من اشعارہ :—

آہِ دلم گر اثرے داشتے * شامِ امیدم سحرے داشتے
گرد سرت گشتے و کردے طواف * کعبہ اگر بال و پرے داشتے

سنہ ۱۰۱۵ ہجری میں سفرِ آخرت پیش آیا اور وھیں مدفون ھوے -

فاني

فاني تخلص - خواجه احمد نام - دمدار علاقهٔ شیراز وطن - صحیح سال ولادت معلوم نہوسکا - کہا جاتا هے که انهوں نے سنه ۱۰۱۶ هجري میں بعمر ۶۹ سال رحلت کي - اِس حساب سے سنه ۹۴۷ ہجري میں پیدا هوے هونگے -

حصولِ علم کے بعد ہي فایزِ دکن هوے - علي عادل شاہ (سنه ۹۶۵ تا سنه ۹۸۸ ہجري) والي بیجاپور کے ملازمین میں داخل هوے اور رفته رفته بادشاہ کے مقرّب اور مصاحبِ خاص هوگئے - اپنے استاد شاہ فتح الله کي تعریف کرکے بادشاہ کو اُن کي ملاقات کا شوق دلایا - چنانچه ایک گراں قدر رقم بھیج کر شاہ صاحبِ موصوف دکن طلب کئے گئے - مصنفِ تاریخ بیجاپور نے اندازہ لگایا هے که اِن کے آنے میں چالیس ہزارھون صرف هوے - آخر علي عادل شاہ کي رحلت کے بعد شاہ فتح الله کو شہنشاہِ اکبر نے اپنے پاس بُلالیا -

فاني بڑے عالم و فاضل صوفي مشرب تھے - علومِ عقلي و نقلي میں ماہر تھے - اُنھوں نے بیجاپور کو چھوڑا اور احمد نگر جاکر برهان نظام شاہِ ثاني (سنه ۹۹۸ تا سنه ۱۰۰۳ ہجري) کے ناظرِ سلطنت هوگئے - بقیة العمر یہیں بسر کي - آخري عمر میں گوشه نشین هوگئے تھے -

'نفحات الاُنس' پر حواشي اور شرح لکھي - 'گلشن راز' اِن ہي کي تصنیف بتائي جاتي هے - مگر اِس کے مصنف کے متعلق اختلاف هے - تاریخ فرشته میں شاہ طاہر کو 'تذکرۂ نتائج الافکار میں شیخ محمود شبستري کو اور تذکرۂ محبوب الزمن میں فاني کو اِس کا مصنف بتایا گیا هے -

فاني صاحب دیوان تھے - اِن کے کلام کا نمونه یه هے :-

یک جرعه که از حریفِ مستت برسد
پس چاشنيِ دمِ الستت برسد *

این جام نہادہ اند بر طاقِ بلند
پا بر سرِ خویش نہ کہ دستت برسد *

۶۹ سال کي عمر میں سنہ ۱۰۱۶ ہجري میں وفات پائي -
' خدا شناس ' سے سالِ رحلت نکلتا ھے -
۱۰۱۶ ھ

حیاتي

حیاتي تخلص - مرزا حیاتي نام - کاشان وطن - سالِ پیدایش معلوم نہوسکا - ابتدا میں سقائي تخلص کرتے تھے اور الحاد و زندقہ مشرب تھا - ایک زمانۂ دراز تک ملاحدہ کے ہم نوالہ و ہم پیالہ رھے - ایک مرتبہ اہلِ کاشان نے تنگ آکر اِس فرقے کے ایک گروہ کو شاہِ طہماسپ صفوي کے حضور میں پیش کیا - اِن ہي میں سقائي (حیاتي) بھي تھے - بادشاہ نے سب کو قید کرنے کا حکم دیا - سقائي بھي قید ھوے - دو سال کے بعد رہا ھوکر شیراز گئے اور وھاں دو سال مقیم رھے - سنہ ۹۸۶ ہجري میں اپنے وطن کاشان کي طرف مراجعت کي - وھاں ہدایت دستگیر ھوي ' توبہ کرکے دینِ نبوي کي پیروي اختیار کي - کچھ روز کے بعد سیاحتاً دکن آئے اور احمد نگر میں نظام شاہ بحري کے ملازم ھوگئے -

شہنشاہِ جہانگیر (سنہ ۱۰۱۴ تا سنہ ۱۰۳۶ ہجري) نے اپنے کسي مقرب سے حیاتي کي تعریف سني ' اُن کو بلواکر مراحمِ خسروانہ سے سرفراز فرمایا - سنہ ۱۰۱۹ ہجري میں مثنوي تغلق نامہ مصنفۂ حضرت امیرِ خسرو ' بادشاہ کي نظر سے گزري اور بہت پسند آئي ' مگر اِس کا ایک حصہ گم ھو چکا تھا - بادشاہ نے تمام شعراے دربار کو حکم دیا کہ اِس کو مکمّل کریں - سب کي تحریریں پیش ھوئیں تو حیاتي کي نظم پسندِ خاطرِ اقدس ھوي - حکم دیا کہ حیاتي کو چاندي سونے میں تولا جائے - چھ تھیلیاں اشرفي اور روپیوں سے بھري ھوي حیاتي کي

ہم وزن نکلیں - جو اِن کو عطا فرمادي گئیں - سعیدائے گیلاني نے ' شاعر سنجیدۂ شاہي ' اسي واقعے کي تاریخ کہي -
۱۰۱۹ ہجري

من اشعارہ :—

در دلِ من درد افزودي و میگوئي منال
آتشے در جانم افگندي و مي گوئي مسوز *

خاکِ کوے تو ز سیلِ مژہ پرنم کردیم
تا غبارے بتو از رہ گزرِ ما نرسد *

در بلاي عاشقي دل یاريِ من مي کند
جاں فداي او کہ جانب داريِ من مي کند *

مي نمایم شاد خود را گرچہ مي میرم ز جور
تا نیاید رحم در خاطر جفا کارِ مرا *

بہرِ شوخِ کو نداند دوستي در اصل چیست
خلق را با خود حیاتي از چہ دشمن کردۂ *

بے لعل تو گر خوں رود از چشمِ ترِ من
شادم کہ نیاید دگرے در نظرِ من *

حیاتي کي تاریخ انتقال یا مدفن معلوم نہیں - یہ ظاہر ھے کہ سنہ ۱۰۱۹ ہجري تک زندہ تھے - کیونکہ اِسي سال وہ چاندي سونے میں تولے گئے تھے - اِسي لئے ہم نے اِن کا حال فرح (المتوفی سنہ ۱۰۱۰ ہجري) کے بعد لکھا ھے -

سنجر

سنجر تخلص - مرزا سنجر نام - فرزندِ میر حیدر معمائي - کاشان وطن - سال ولادت معلوم نہو سکا - شاعرِ فصیح و بلیغ تھے - پہلے اکبر اور امراے اکبري کے مدّاح رھے - پھر ابراہیم عادل شاہ کي خدمت

میں پہنچ کر ایک طویل قصیدہ پیش کیا - اِس کے صلے میں بادشاہ نے خلعتِ خاص اوٗر زمرّد کي بیش بہا انگوٹھي عطا فرمائي -

من اشعارہ :—

مرا کجا ست پر و بالِ قربِ شعلۂ حسن
ہمیں بس است کہ پروانہ ام سپند ترا *
ہمین ترانۂ حسرت ز تار مي آید
کہ بزم بے میِ رنگیں چہ کار مي آید *
اگرچہ کار تو غیر از جفا نمي باشد
وظیفۂ دلِ ما جز دعا نمي باشد *
ما خود ز آرزو بشہادت رسیدہ ایم
خوباں صواب نیست کہ فکرِدیت کنند *
بہ پیرِ گم شدہ فرزند گو کہ گفت ترا
کہ اعتماد بہمراہيِ برادر کن *

ظہوري

ظہوري تخلص - ملّا محمّد طاہر نام - نور الدین لقب - ترشیز واقعِ مُلکِ ایران مولد و منشا - سال تولد معلوم نہو سکا -

مفلوک الحال والدین کے فرزند تھے - کچھہ پیٹ کي مجبوري، کچھہ آب و دانہ کي کشش نے بیجاپور پہنچایا - حکیم الحکماء مرزا محمد یوسف کے مہمان ہوے اوٗر اُن ہي کي وساطت سے ابراہیم عادل شاہ تک رسائي ہوي *

نثر میں 'مینا بازار' اوٗر 'سہ نثر ظہوري' اِن دونوں کي شہرۂ آفاق تصانیف ہیں - آخر الاسم کتاب بادشاہ کي تعریف میں ھے - زبردست فاضل اوٗر اعليٰ پایہ کے نثّار و ناظم تھے - فنِ شعر میں ملایزدي کے شاگرد تھے - برھان نظام شاہ (سنہ ۹۹۸ تا سنہ ۱۰۰۳ ہجري) والیِ احمد نگر کے

نام پر ساقي نامه لکھا ۔ جس کے صلے میں بادشاہ نے کتني ھاتھي ' جن پر نقد و جنس بار تھا' ظہوري کو عطا فرمائے ۔ کہتے ہیں کہ جس وقت یہ عطیۂ سلطاني پہنچا تو مُلّا ایک قہوہ خانے میں بیٹھے ھوے ملے ۔ لانے والوں نے رسید مانگي ۔ ظہوري نے پرزۂ کاغذ پر یہ الفاظ لکھکر حوالے کر دئے :—

" تسلیم کردند ۔ تسلیم کردم ۔"

ہر چند کہ ظہوري کي نظم و نثر مشہور و مطبوع ھے ' مگر ہم ان کے چند اشعار دیوان سے انتخاب کرکے ذیل میں لکھتے ہیں :—

چشم را پردۂ خود کردہ بدیدن رفتم
پنبہ در گوش نہادہ بہ شنیدن رفتم *

از دمِ تیغے مگر تن بہ تپیدن دھم
سرمۂ حیرت کشم' دیدہ بدیدن دہم *

بند نقابے کشم تیغ و ترنج آورم
یوسف و یعقوب را کف بہ بریدن دہم *

ذوقِ حُسنش بر تماشاي گلِ خسار داشت
گر نمي بُردند زود آئینہ با خود کار داشت *

جگر تشنگيِ خضر دلم مي سوزد
کہ سرِ چشمۂ تیغے دمِ آبے نکشید *

از ساقي نامہ

بیا ساقي اے خرمنِ گل بیا
تو گل من خزاں دیدہ بلبل بیا *
بہ رویم درِ خندہ بستن چرا
تبسّم بلب در شکستن چرا *

بیا ساقیا بگذر آن روز را
بدہ آتش معذرت سوز را *
بیا ساقی ای باز خاطر شکار
که خونی است چنگت عقاب خمار *
ز گلبن چمن گشته طاؤس دُم
برون آر خون کبوتر ز خُم *
اسیر خمارم شرابے کجا ست
دلم بر دلم سوخت آبے کجا ست *
بکش خنجر انتقام از غلاف
سرت گردم ای ساقی سینه صاف *
بیا ای نمک پاش زخم جگر
که بختم ز اشکم بود شور تر *
ببین تلخی عمر شیرین من
بده ساغرے بگذر از کین من *
بیا ساقیا جاں فدا می کنم
تو دشنام ده من دعا می کنم *
زلال تو تلخی که سر می زند
رہ کاروان شکر می زند *
سرت گردم ای مطرب خو برو
که مرغوله گوئی و مرغوله مو *
شدم پایمال هجوم ملال
بدست کرم گوش قانوں بمال *
بیک نغمه بنواز گوش مرا
ببر مزدِ کالائے هوش مرا *

ظہوري وہ صاحبِ کمال تھا کہ اُس کے جوہر کو دیکھکر ملک قمّي نے ' جو ابراہیم عادل شاہ کے دربار کے ملک الشعراء تھے ' اپني دختر کو اُن سے منسوب کردیا تھا - بقول ' خزانۂ عامرہ ' یہ آفتاب کمال سنہ ۱۰۲۵ ہجري میں دکن ہي میں غروب ہو گیا *

ملک قمّي

اِن کا نام اور سال ولادت وغیرہ کچھہ معلوم نہوسکے - ایران سے ہندوستان آئے اور سلاطینِ دکن خصوصاً ابراہیم عادل شاہِ ثاني کے دربار میں قسمت نے پہنچا دیا - اِن کي قسمت کا ستارہ اِسي بادشاہ کي عنایتِ خاص سے چمکا - ملک الشعراء کا خطاب بھي اِسي سرکار سے ملا - ملک قمّي ملا ظہوري کے خُسر تھے - اِن دونوں نے ملکر ایک کتاب ' نورس ' لکھي اور علي عادل شاہ کو نذر کي - اِس کتاب میں نو ہزار شعر ہیں - بادشاہ نے اِس کے صلے میں نو ہزار ہون انعام دئے -

ملک قمي بہت بڑے شاعر تھے - اِن کے بعض اشعار بطور نمونہ یہ ہیں :—

دل و دیں بُردي و صد عربدہ برپا کردي
ہیچ کافر نکند آنچہ توبما کردي *

او بہلاکِ من خوش و من بہ بقاے عمر او
قاعدۂ وفا نگر یار چنان و من چنیں *

ز خونِ خویش ابراں قطرہ مي برم غیرت
کہ گاہ قتل بدامانِ قاتل افتاد است *

خاریم و در برابرِ آتش نشستہ ایم
مارا اگر رسد مددے از صبا رسد *

دو شینہ مہے بودی و امروز ہلالی
آزردنِ یکروزۂ ما خوش اثرے داشت *

سنہ ۱۰۲۵ ہجری میں راہی ملکِ بقا ہوے - تاریخ وفات "او سراہل سخن بود" سے نکلتی ھے -
(۱۰۲۵ ہجری)

کوکبی

کوکبی تخلص - قباد بیگ نام - سال ولادت معلوم نہوسکا - شاہ عباس بادشاہ ایران کے غلام تھے - ان کے علم و فضل کو دیکھکر بادشاہ نے مدّتوں اپنے سے جدا نہونے دیا - آخر ایران سے دکن آئے - قطب شاہ والی گولکنڈہ کے دربار میں قسمت نے باریاب کیا - بادشاہ نے ازراہِ قدر افزائی ان کے نام منصب جاری فرمایا - اپنی باقی ساری عمر یہیں گزاری -

من اشعارہ :—

ہرچہ ہم رنگ بہ معشوق بود معشوق است
نقصِ عشق است کہ پروانہ بہ مہتاب نسوخت *

با کائنات کردم ازاں دوستی کہ یار
در ہر دلے کہ جلوہ کند در دلِ من است *

سنہ ۱۰۳۳ ہجری میں انتقال کیا - میر کے دایرے میں مدفون ہوے -

مؤمن

مؤمن تخلص - میر مؤمن نام - سید شرف الدین سماکی کے فرزند تھے - استر آباد وطن - سال ولادت معلوم نہوسکا -

مشہور سادات استر آباد سے تھے - اپنے ماموں سیّد فخر الدین سماکی سے درسی کتابیں پڑھیں اور علومِ عقلی و نقلی حاصل کئے -

فارغ التحصیل ہونے کے بعد شاہ طہماسپ صفوی کے دربار میں بار پایا ، اور شہزادۂ حیدر سلطان کے استاد مقرّر ہوے ۔ شہزادۂ موصوف کے انتقال کے بعد معاصرین کے حسد سے تنگ آکر ایران کو خیرباد کہا اور حرمین شریفین (زاد ہما اللہ شرفاً و تعظیماً) کی زیارت کو روانہ ہوے ۔ حج و زیارت سے فارغ ہوکر ہندوستان کی طرف رُخ کیا ۔ محرم سنہ ۹۰۹ ہجری میں بعہدِ سلطان ابراہیم قطب شاہ (سنہ ۹۵۷ تا سنہ ۹۸۹ ہجری) حیدر آباد دکن میں پہنچے ۔ یہاں دربار شاہی تک رسائی ہوی اور منصب مقرّر ہوگیا ۔ اسی سال بادشاہِ موصوف کا انتقال ہوگیا ۔ اُن کا فرزند سلطان محمّد قلی (سنہ ۹۰۹ تا سنہ ۱۰۲۰ ہجری) جانشین ہوا ۔ اِس بادشاہ نے مومن کو قلمدانِ وزارت سپرد کیا ۔ میر مومن نے ملک کا ایسا اچّھا انتظام کیاکہ رعایا آرام و اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرنے لگی ۔ تھوڑے ہی دنوں میں وہ اپنی سیادت ، تبحّر علم ، زہد و تقوی ، عدل و انصاف اور اخلاقِ حمیدہ سے ہر دل عزیز ہوگئے ۔ ہزاروں علماء و فضلاء دکن میں اِن کی سفارش سے عہدہ ہاے جلیلہ پر سرفراز ہوے ۔ میر کا دائرہ (جس کی تفصیل صفی کے ذکر میں ہوچکی ہے) اِن کی نیکی اور فیّاضی کی ایک مثال ہے ۔

میر مومن کو جفر اور نجوم اور عملیات میں بھی مہارت تھی ۔ شاعر بھی اچھے پایے کے تھے ۔ اِن کا دیوان اصنافِ سخن پر مشتمل ہے ۔ کلام صاف و شُستہ ہوتا تھا ۔ نمونہ یہ ہے :—

شادمانی است بندۂ غم ما * عالمِ دیگر است عالم ما
حبّذا عشق و رستخیزِ بلا * ای خوشا روزگارِ درهم ما
شُکرِ دردِ تو چون کنیم کہ ہست * داغ بالاے داغِ مرہم ما
شاہِ اِقلیمِ درد و غم مائیم * ملکِ ہجراں سوادِ اعظمِ ما
سایۂ عشق کم مباد کزو * سور شد داغ دار ماتم ما
نمکِ آں دودیدہ خوش نمک است * کم ز کوثر مگیر زمزمِ ما

ید بیضاے وصل کو که فراق * کشته ثعبان آتش دم ما
صرف ای ہم نشیں مگو با ما * روز وصل از زبان ابکم ما
غمگساری مجو ازو مومن * غم ما از کجا و مرهم ما

میر مومن نے عمر طویل پائی - سنه ۱۰۳۴ ہجری میں سلطان محمد قطب شاہ (سنه ۱۰۲۰ تا سنه ۱۰۳۵ ہجری) کے زمانے میں بمقام حیدر آباد انتقال ہوا اور اپنے ہی دائرے (میر کا دایرہ) میں مدفون ہوے - قبر پر بادشاہ کی طرف سے گنبد بنایا گیا ' جو اب تک موجود ھے ' اُن کے ایک شاگرد نے یہ تاریخ رحلت کہی :-

تاریخ رفتنش طلبیدم ز عاملے
گفتا بہ جوز " رفتن عیسی بہ آسماں " *
۱۰۳۴ ہجری

دانش

دانش تخلّص - میر رضی الدین نام - فرزند میر ابو تراب المتخلص بہ فطرت - مشہد وطن - سال ولادت معلوم نہوسکا -

ابتدائی کتب اپنے والد سے اور انتہائی کتابیں مختلف اساتذہ سے پڑھیں - تحصیل علم کے بعد وطن سے حرمین شریفین کی زیارت کے لئے روانہ ہوے اور حج و زیارت سے مشرّف ہوکر اپنے والد کی خدمت میں ہندوستان آئے ' جو پہلے ہی سے یہاں مقیم تھے -

دانش نہایت فصیح و بلیغ شاعر تھے - سنه ۱۰۶۵ ہجری میں شاہ جہاں (سنه ۱۰۳۷ تا سنه ۱۰۷۷ ہجری) کی خدمت میں ایک قصیدۂ مدحیّہ پیش کیا اور دو ہزار روپیہ انعام پایا - کچھ روز شہزادۂ دارا شکوہ ' ولی عہد شاہ جہاں کی مصاحبت میں رہے - شہزادۂ موصوف نے دانش کے اِس شعر کو بہت پسند کیا :-

تاک را سر سبز دار اے ابر نیساں در بہار
قطرہ تا مے می تواند شد چرا گوہر شود *

اوٗر ایکٹ لاکھہ روپیے انعام مرحمت فرمائے -

پھر دارا شکوہ کي رفاقت چھوڑ کر بنگالے گئے اوٗر اُن کے بھائي شاہزادۂ شجاع کے مصاحب ھوے -

اِن کو بھي چھوڑکر حیدرآباد کي راہ لي - اِس زمانے میں سلطان عبد الله قطب شاہ (سنہ ۱۰۳۵ تا سنہ ۱۰۸۳ ہجري) مالکِ تاج و تختِ حیدرآباد تھے - اُن کي سرکار میں بہت رسوخ پیدا کیا -

سنہ ۱۰۶۰ ہجري میں دانش کے والد نے انتقال کیا اوٗر میر کے دائرے میں دفن ھوے - دانش کو اپنے باپ کے مرنے کا سخت صدمہ ھوا - اِسي غم میں یہ رباعي کہي :—

دانش مکن اعتماد بر عمرِ دراز * کاید بہ زمانِ کم بسر عمرِ دراز
گیرم کہ چو عیسيٰ بہ فلک بر شدۂ * آید بچہ کار بے پدر عمرِ دراز

قطب شاہ کي طرف سے سنہ ۱۰۷۲ ہجري میں نائب کرکے مشہدِ مقدّس کي زیارت کے لئے بھیجے گئے - بادشاہ کي طرف سے لوازم زیارت ادا کرکے وھیں مقیم ھوگئے - قطب شاہ کے دربار سے وھیں اِنھیں بیش قرار مالي امداد ملتي رھي -

من اشعارہ :— ..

فصلِ گل است جوشِ بہارِ سخن مرا
گل کرد ہمچو غنچہ زباں دردہن مرا *

نہ شد کہ بوسہ بہ پاے ہدف چو تیر دہم
گذشت عمر بہ خمیازۂ کماں مارا *

شمع در آتش ز تابِ روي نور افشانِ کیست
درمیانِ انجمن پروانہ سر گردانِ کیست *
کعبہ را دیدم دلم از دردِ تنہائي گداخت
مجلس آراے کہ مارا خواند خود مہمانِ کیست *

آبروي دودمانِ تاک ہم برباد رفت
دخترِ رز را عسس صد بار با مستان گرفت

ماو بلبل عرضِ چاکِ سینه مي کردیم دوش
ناز پرورِ گلستاں زخمِ خارے ہم نداشت *

وصلِ یاراں چوں دہد رو اشکِ ریزي بد نما ست
گریۂ شادي کم از بارانِ روزِ عید نیست *
اي هما از سرِ ما خاک نشیناں بگزر
سایۂ بالِ تو بد نامیِ دولت دارد *
چساں از قیدِ ایں صیّاد آزادي ہوس باشد
که پروازِ بلندم تالبِ بامِ قفس باشد *

دانش سنه ۱۰۷۶ ہجري میں اِس جہانِ فاني سے چل بسے -

فطرت

فطرت تخلّص - میرزا معزّالدین محمّد نام - موسوي خاں خطاب - قم وطن - سالِ ولادت سنه ۱۰۵۰ ہجري - " افضلِ اہلِ زمانه "
تاریخِ پیدایش - ۱۰۵۰ ہجري

حضرت امام علي موسي رضا رضي الله تعالي عنه کي اولاد سے صحیح النسب سیّد ہیں - ذي علم خاندان سے تعلّق رکھتے تھے ' چنانچه اِن کے نانا میر محمّد زمان مشہدِ مقدّس میں اپنے ہم عصر علما کے سرگروہ مانے جاتے تھے -

ابتدائي تعلیم وطن میں حاصل کي - عنفوانِ جواني میں اپنے والد سے کبیدہ خاطر ہوکر اصفہان چلے آئے اور وہاں آقا حسین خوانساري کے تلامذہ میں شریک رہکر تمام علومِ معقول و منقول اِن ہي سے حاصل کئے -

سنه ۱۰۸۲ ہجري میں بعہدِ شہنشاہ اورنگ زیب (سنہ ۱۰۶۵ تا سنہ ۱۱۱۸ ہجري) ہندوستان آئے - دربارِ شاہي میں رسائي ہوي - جوہر شناس بادشاہ نے خوب قدر افزائي کي اور شاہ نواز خاں صفوي کي دوسري بیٹي سے میرزا کي شادي کرکے اپني ہم زلفي کا شرف بخشا - اِس کے بعد عظیم آباد پٹنہ کي دیواني پر مامور فرمایا - چند ہي روز میں وہاں کے ناظم بزرگ امیر خاں' فرزند امیر الامرا شایستہ خاں' سے میرزا کي شکر رنجي ہوگئي - ایک طرف ناظم صاحب اپني خانداني عظمت پر نازاں تھے' دوسري طرف میرزا صاحب کو اپنے فضل و کمال اور بادشاہ کي ہم زلفي پر غرّہ تھا - اِس کشاکش کا نتیجہ یہ ہوا کہ انتظام میں خلل پیدا ہوگیا - بادشاہ کو اطلاع ہوي تو میرزا کو واپس بلا لیا -

انشا پردازي اور شاعري میں بڑا بلند پایہ رکھتے تھے - معقولات میں تو " انا ولا غیري " کا دم مارتے تھے - چنانچہ اِس شعر میں اپني فضیلت کو جتایا ھے :-

من مرغِ خوش ترانۂ باغِ فضیلتم
طبعِ مرا بہ زمزمۂ شاعري چہ کار *

مگر پھر بھي شاعري کرتے تھے اور واقعي خوب کہتے تھے - اشعارِ ذیل سے اِس کا اندازہ ہوگا :-

سدِّ راہِ معصیت ھا شد پریشاني مرا
داشت عریاني نگہ ز آلودہ داماني مرا *

عیبِ صاحب نظراں جوشِ تنک ظرفي هاست
آبِ یاقوت چو زد موج رگِ یاقوت است *

چو سوزِ عشق را کامل کني عیبت هنر گردد
شود یاقوت ہر سنگے کہ لبریزِ شرر گردد *

بحر و کاں را نارسا افتادہ استعدادِ فیض
گوہر آبِ دیدہ و یاقوت خونِ دل نشد *

ندارد آفتی چون غنچه از صرصر چراغ من
برنگِ لاله در آغوشِ ناخن خفته داغ من *

مردِ حق در عینِ دنیا داری از دنیا بری است
ملک در دستِ سلیمان نیست درانگشتری است *
عشق در مصرِ جنون لاف خدائی می زند
حسن اگر یوسف شود در کسوتِ پیغمبری است *

ذوقِ عشق آئینه دارِ راز دلها میشود
چون بخود نالد خموشی ناله پیدا میشود *
سنه ۱۱۰۱ ہجری میں دارالبقا کی طرف روانہ ہوگئے ۔

امید

امید تخلص ۔ میر محمّد رضا نام ۔ قزلباش خاں خطاب ۔ ہمدان وطن ۔ سالِ ولادت معلوم نہو سکا ۔

شباب ہی میں وطن چھوڑکر اصفہان چلے گئے اور یہاں مرزا طاہر وحید کے سامنے زانوے شاگردی تہ کیا ۔

اورنگ زیب (سنہ ۱۰۶۹ تا سنہ ۱۱۱۸ ہجری) کے عہدِ دولت میں ہندوستان پہنچے اور شاہی منصب دار ہوگئے ۔ شاہ عالم بہادر شاہ کا زمانہ آیا تو قزلباش خاں کا خطاب اور جاگیر پائی ۔ محمّد معزالدین جہاندار شاہ کے عہد میں برھانپور کے دیوان مقرّر ہوے ۔ چندے اِس خدمت کو انجام دیکر ' امیرالامرا حسین علی خاں کے ہمراہ اورنگ آباد گئے ۔ کچھ دن یہاں رہ کر مبارز خاں ناظم حیدر آباد کے ہم رکاب حیدر آباد پہنچے اور اُن کی مصاحبت میں رہے ۔ مبارز خاں جب نواب آصفجاہ کے مقابلے کے لئے تیّار ہوے تو امید بھی ہم رکاب ہوگئے اور میدانِ جنگ میں دادِ شجاعت دی ۔ مبارز خاں مارے گئے ۔ اُن کے سپاہی کچھ مارے گئے ' کچھ بھاگ گئے اور کچھ آصف جاہ کے

اسیر ھوے - غرض تمام فوج منتشر ہوگئي - امید منجملہ اُن لوگوں کے تھے جو قید ھوے - اثناے قید میں ایک غزل نوّاب آصف جاہ کو لکھ کر بھیجي - نوّاب نے ازراہِ قدرداني نہ صرف اُنھیں رھا کیا بلکہ جاگیر و خدمت بھي بحال کردي - ایک مدّت تک مرفہ الحالي سے بسر کي - اِس کے بعد حرمین شریفین (زاد ھما اللہ تعالیٰ شرفاً و تعظیماً) گئے اؤر حج و زیارت سے مشرّف ھو کر ایک برس بعد دکن واپس آگئے -

سنہ ۱۱۵۰ ہجري میں نواب آصف جاہ حسب الطلب شاہي دہلي جانے لگے تو امید بھي ساتھ ھو لئے - بھوپال کے سفر میں بھي نوّاب کا دامن نہ چھوڑا - جب نوّاب دہلي سے دکن واپس ھوے تو امید دہلي ہي میں رہ گئے - ' محبوب الزمن ' میں بہ حوالۂ ' تحفۃ الشعراء ' لکھا ھے کہ دہلي میں نوّاب آصف جاہ کسي وجہ سے امید سے کشیدہ ھو گئے تھے ' اِسي لئے امید اِن کي رفاقت چھوڑکر دہلي میں رہ گئے -

امید خوش خلق ' رنگین مزاج ' ظریف الطبع ' بڑے ذکي و طبّاع تھے - فن انشا و شاعري میں ید طولیٰ رکھتے تھے - ہندي موسیقي سے بھي خوب واقف تھے - راگ رنگ کا بڑا شوق تھا - اُن کے مکان پر ہر روز کبھي مشاعرہ ھوتا تھا اؤر کبھي رقص و سرود کي محفل جمتي تھي -

لطیفہ :— ' محبوب الزمن ' میں لکھا ھے کہ امید نے کسي سے بیان کیا کہ "میں ایک روز نوّاب ذو الفقار خاں بن اسد خاں وزیر کي خدمت میں گیا اؤر زمانے کي شکایت کي - نوّاب نے فرمایا کہ دنیا کو امید کے ساتھ کھاتے ہیں" میں نے عرض کیا کہ "تو آپ کیوں میرے بغیر کھاتے ہیں" نوّاب ہنس پڑے اؤر اُس روز سے روزانہ میرے یہاں کھانا بھیجنا مقرّر کرلیا - نوّاب کے دستر خوان سے انواع و اقسام کے کھانوں سے بھرے ھوے خوان آتے تھے - میں خود کھاتا تھا اؤر فراغت سے احباب کو کھلاتا تھا" -

من اشعارہ :—

خندۂ مستاں بود از گریۂ مینا بلند
شاد گردد گر کسے غم ناک مي سازد مرا *

برنگِ سرمه که در چشمِ کور بے قدر است
کسے به ہیچ نه گیرد دریں دیار مرا *

ناخدا را خضرِ راهے نیست جز انجم امید
کرد اشک آخر بکویش رهنمائي ها مرا *

ظلمِ ظالم چو شود پیر دو بالا گردد
بیشتر مي بُرد آں تیغ که خمدار تر است *

بالاي کسے بلاے جاں شد
بالا تر ازیں چه مي تواں شد *
بودیم به دوستیش خرسند
آن نیز نصیب دشمناں شد *
دیده گریاں میشود از دل چو آهے مي کشم
آرے آرے راست باشد باد باراں آورد *

امید سنه ۱۱۵۹ ہجري میں اِس جہانِ گزراں سے گزر گئے۔
میر غلام علي آزاد نے ذیل کي تاریخ کہي:—

خانِ سخن گستر و سحر آفریں
رختِ سفر بست ازیں خاک داں *
سالِ وفاتش دلِ نالانِ من
یافته "جاں داده قزلباش خاں"
۱۱۵۹ ہجري

راز

راز تخلص۔ میر میراں نام۔ سیّد نوازش خاں خطاب۔ فرزند علي مردان خاں اصفہاني۔ سالِ ولادت معلوم نہیں۔

سلطان حسین مرزا صفوي کي طرف سے ایران کے سفیر ہوکر فرّخ سیر کي خدمت میں ہندوستان آئے۔ یہاں خوب عزّت پائي۔

پھر نواب آصف جاہ صوبہ دارِ حیدرآباد دکن (سنہ ۱۱۳۷ تا سنہ ۱۱۶۱ ھ) کي خدمت میں حاضر ہوے - نواب بھي بڑي عزّت سے پیش آئے - منصب و خطاب عطا فرمایا اوٗر شہر اورنگ آباد کا داروغہ مقرّر کردیا - دکن کے امرا میں اُن کا شمار تھا - نواب کي زندگي تک نہایت عزّت اوٗر فارغ البالي کے ساتھ زندگي بسر کي - نواب کي وفات کے بعد گوشہ نشین ہوگئے - چند روز کے بعد سنہ ۱۱۸۰ ہجري میں نواب والاجاہ کے طلب فرمانے پر آرکاٹ کا قصد کیا - مچھلي بندر تک پہنچنے پائے تھے کہ موت کي زنجیر پیروں میں پڑگئي - وھیں دمِ واپسیں جان آفریں کو سونپا - لاش مچھلي بندر سے اوٗرنگ آباد بھیجي گئي - راز اپنے ہي باغ میں سپرد خاک کئے گئے -

راز کي طبیعت موزوں تھي٬ اِس لئے شعر نکال لیتے تھے - کسي سے کبھي اصلاح نہیں لي - راز کے انتقال کے بعد اُن کي بیاض جناب آزاد کو مل گئي - انھوں نے اکثر اشعار کو زیورِ اصلاح سے آراستہ کردیا - بہر حال راز کا یہ رنگ ھے :—

صفحۂ آئینہ دارد ہر نفس نیرنگ ھا
بس کہ مي بازد رخِ او از نزاکت رنگ ھا *
غافل اند از ناز کي ھائے دلِ من کودکاں
دل بر دیوانہ باشد سخت تر از سنگ ھا *
اگر از پردہ آں شور قیامت سربروں آرد
ز محشر پیشتر ہنگامۂ محشر بروں آرد *
ز غفلت عمرھا باشد کہ با عشرت ہم آغوشم
بیا اے غم کہ گردد بسترِ راحت فراموشم *

درگاہ

درگاہ تخلص - درگاہ قلي خاں نام - مؤتمن الملک سالار جنگ بہادر خطاب - فرزندِ خاندان قلي خاں - ۲۹ رجب سنہ ۱۱۲۲ ہجري کو سنگمنیر میں پیدا ہوے - تاریخ ولادت 'درگاہ قلي زخاندانِ والا' ھے -

ان کے خاندان کا مختصر حال یہ ھے کہ ان کے جدّ اعلیٰ خاندان قلی خاں (اوّل) قبیلۂ بور بور کے ترکمان تھے - علی مردان خاں حاکمِ قندھار کے پاس ملازم تھے - علی مردان خاں نے شاہ صفی شاہِ ایران کی نا قدر دانیوں سے تنگ آکر استعفا دیدیا - خاندان قلی نے ان کی رفاقت کی - علی مردان خاں نے ان کو شاہ جہاں بادشاہ (سنہ ۱۰۳۷ تا سنہ ۱۰۷۷ ہجری) کی خدمت میں اپنے عریضے کے ساتھ بھیجا - بادشاہِ قدرداں نے ان کو خلعتِ خاصہ سے سرفراز کیا اور ایک ہزار روپیہ انعام دیا - اور ان ہی کے ہمراہ علی مردان خاں کو خلعت اور ھاتھی دانت کی بنی ہوی پالکی بھیجکر طلب کیا - علی مردان خاں آئے تو ان پر مزید مرحمتِ شاہی مبذول ہوی اور ان کو کشمیر کا صوبہ دار بنا دیا - خاندان قلی خاں نے عمر بھر علی مردان خاں کی خدمت میں رہکر اپنی خدماتِ شائستہ سے حقِ رفاقت ادا کیا -

خاندان قلی خاں کے انتقال کے بعد علی مردان خاں نے ان کے فرزند درگاہ قلی خاں (اوّل) کو بادشاہ سے سفارش کرکے منصب اور جاگیر دلوائی اور اپنے پاس میر ساماں کے عہدے پر رکھ لیا - علی مردان خاں شاہزادۂ اورنگ زیب کے منصبدار کی حیثیت سے دکن گئے تو درگاہ قلی خاں ان کے ہمراہ تھے - ہندوستان واپس آکر انتقال کیا - درگاہ قلی خاں (اوّل) کے بیٹے نو روز قلی خاں کو 'داروا‌ز' علاقۂ بیجاپور کی قلعداری عطا ہوی - وہیں ان کا انتقال ہو گیا - ان کے فرزند خاندان قلی خاں (دوم) بھی جاگیردار تھے اور اورنگ زیب کے علاقے میں منصب دار بھی تھے - شاہ عالم بہادر شاہ کے عہد میں سنگمیر کی وقائع نگاری اور قرب و جوار کی فوجداری پر سرفراز تھے - نواب آصف جاہ غفراں پناہ کے عہد میں بھی سرکاری خدمات پر مامور رہے - درگاہ ان ہی نامور باپ (خاندان قلی خاں) کے نامور فرزند تھے - چودہ سال ہی کے تھے کہ نواب آصف جاہ نے انھیں منصب و جاگیر عطا فرمائی - بیس سال کے ہوے تو نواب نے از راہِ پرورش ان کو اپنے ہم رکاب رکھا اور شاہی عنایتیں مبذول رہیں - ان کی فن سپہگری و جاں بازی کے جوھر نادر شاہ کے ہنگامے میں ظاہر ہوے -

آصف جاہ کے بعد نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید (سنہ ۱۱۶۱ تا سنہ ۱۱۶۴ ہجري) کے عہد میں بھي ترقیات سے وقتاً بوقتاً سرفراز ھوتے رھے - نواب امیرالممالک صلابت جنگ (سنہ ۱۱۶۴ تا سنہ ۱۱۷۵ ہجري) نے منصب شش ہزاري اؤر خطاب مؤتمن الدولہ سے سرفراز فرماکر صوبہ دار مقرّر کردیا - نواب نظام علي خاں آصف جاہ ثاني (سنہ ۱۱۷۵ تا سنہ ۱۲۱۸ ہجري) مسند آرا ھوے تو انھیں منصب ہفت ہزاري٬ ماہي مراتب اؤر خطاب مؤتمن الملک عطا فرمایا٬ اؤر پھر خان دوراں خاں خطاب دیا - مگر سنہ ۱۱۷۹ ہجري میں اِن کو اؤرنگ آباد کي صوبہ داري سے معزول کردیا - اب درگاہ قلي خاں اپني جاگیر نظام آباد میں آ بیٹھے - درگاہ بڑے حاضر جواب اؤر بذلہ سنج تھے - ہر مہینے اپنے باغ موسومۃ 'دل کشا' میں دو تین جلسے منعقد کیا کرتے تھے - جس میں ذي علم حضرات مدعو ھوتے تھے - خوش طبع٬ خلیق٬ انصاف پسند٬ فیّاض اؤر شجاع تھے - رعایا پروري اؤر غربا نوازي کو آپ پر ناز تھا - علم دوست اؤر عالموں کے قدرداں تھے - انشاپرداز تھے اؤر علمِ تاریخ پر عبور رکھتے تھے - خود شاعر تھے اؤر شعرا کے قدر افزا -

من اشعارہ :-

نگاہش دیدہ صہبا آفریدند
قدش دیدند و طوبيٰ آفریدند *

بعالم ریخت رشکم رنگِ طوفاں
ز جیب قطرہ دریا آفریدند *

معاشرانہ سوالے ز دوستاں دارم
براے ما و شما این ہوا چہ مي خواہد *

سواے حیدرِ کرّار شاہِ مرداں کیست
کہ ذوالفقار بہ او داد حق٬ نبي دختر *

شرک محض است گمانِ من و تو
من و تو نیست میانِ من و تو *

صوبہ داری پھر بحال ہونے کو تھی کہ موت کا پیغام آ پہنچا - نظام آباد سے لاش اورنگ آباد لائی گئی اور باپ کے مقبرے میں دفن کی گئی - ' خدایش بیا مرزاد ' تاریخ رحلت ھے -

۱۱۸۰ ھ

معز

معز تخلص - مرزا معز الدین نام - فرزند مرزا حسن - عبّاس آباد علاقۂ اصفہان وطن - سال ولادت معلوم نہو سکا -

اِن کے اجداد شاھانِ صفویہ کے دور میں اعلیٰ عہدوں پر مامور تھے اور دربار میں بڑا رسوخ حاصل تھا - اِن کے والد عالم متبحر اور صاحب تصنیف و تالیف تھے - باپ کے انتقال کے وقت مُعز کا سِن چھ برس کا تھا - بڑے ہوے تو ابو سعید اصفہانی کے سامنے زانوے شاگردی تہ کیا اور اُن سے علوم نقلی و عقلی حاصل کئے - پھر اخوند شفیعائی کے خوانِ تعلیم سے بہرہ اندوز ہوکر میدانِ شاعری میں قدم رکھا - فارغ التحصیل ہونے کے بعد نادر شاہ کے بھتیجے ابراہیم شاہ کے ملازم ہوے - رفتہ رفتہ بادشاہ کے مزاج پر ایسے حاوی ہوے کہ ہر کام اِن ہی کے مشورے سے ہونے لگا - یہاں تک کہ بڑے بڑے عہدہ داروں کا عزل و نصب بھی اِن ہی کے اشاروں پر ہوتا تھا - جب ابراہیم شاہ کی سلطنت کا خاتمہ ہوا تو معز اصفہان سے شیراز چلے آئے - سیاحت کے بیحد شائق تھے - اِس لئے وہاں سے نکل کر بہت سے ملکوں کو دیکھتے ہوے آخر سورت (ہند) پہنچے اور وہاں سے اورنگ آباد ہوتے ہوے حیدر آباد آ گئے - یہاں نواب صمصام الدولہ شہنواز خاں نے ' جو نوّاب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید (سنہ ۱۱۶۱ تا سنہ ۱۱۶۴ ھ) کے دیوان تھے ' اُن کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور بہت قدر افزائی کی - معز نواب کی خوش اخلاقی اور قدر دانی کے ایسے مسخّر ہوے کہ حیدر آباد ہی کے ہو رھے - جب نوّاب شہید ہوے تو اورنگ آباد میں متوکّلانہ پاؤں توڑ کر بیٹھ رھے - بڑے خوش فکر آدمی تھے -

نمونۂ کلام یہ ھے :—

درخیالِ تو چو از خوابِ گراں بر خیزم
ہمچو آئینہ سراپا نگراں برخیزم *
چشم از نسیم دارم شاید بہ روزگارے
آرد بدیدۂ من از کوي او غبارے *

رباعي

یا راہ بکوي وصل محبوبم دہ
یا بیزاري ز صورتِ خوبم دہ *
یا ایں دلِ نا صبور از من بستاں
یا در غمِ ہجر صبر ایّوبم دہ *

واله

واله تخلص - سید محمد موسوي نام - فرزند ملا سید محمد باقر موسوي - خراسان مولد - سال ولادت معلوم نہو سکا - اپنے فاضل باپ سے تمام علوم معقول و منقول پڑھے - فنِ شعر میں بھي اپنے والد ہي سے اصلاح لي - باپ کے اِنتقال کے بعد ہندوستان پہنچے - کچھ دنوں بعد حیدرآباد آئے اؤر شاہي منصبدار ھوگئے - برسوں جاہ و ثروت سے ہم کنار رھے - حیدرآباد ہي میں شادي کرلي - اِسي وجہ سے بعض تذکرہ نویسوں نے حیدرآباد کو ان کا وطن لکھ دیا - مگر یہ بالکل غلط ھے - في الحقیقت وہ خراسان کے رھنے والے تھے - نواب غلام محمد غوث خاں بہادر نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۴۱ تا سنہ ۱۲۷۲ ہجري) نے اپنے 'تذکرۂ گلزار اعظم' میں تحریر فرمایا ھے کہ "ظاہر ھو کہ صبح وطن اعظم (یہ تذکرہ بھي نواب موصوف نے تذکرۂ گلزار اعظم سے پہلے لکھا تھا) میں فرخندہ بنیاد حیدرآباد کو واله کا وطن لکھا ھے - یہ غلطي 'گلدستۂ کرناٹک' کي پیروي سے ہوي ھے" -

ازدواجي تعلّق کي وجہ سے واله نے حیدرآباد ہي کو اپنا وطن بنا لیا - ایک مدّت بعد نتھر نگر (ترچناپلي) چلے آئے - کششِ آب و دانہ اؤر موت نے یہاں سے نہ نکلنے دیا -

اعلی درجے کے شاعر تھے - ہر قسم کی نظم لکھنے پر قدرت رکھتے تھے - عروض و قافیہ میں ایک رسالہ اوٗر فنِ انشا میں ایک کتاب لکھی ھے اوٗر 'قانونچہ' اس کا نام رکھا -

من اشعارہ :—

روغن کشیدنم ز دو بادامِ چشمِ تر
نفعے نکرد خشکیِ سودای خال را *

ز داغِ عشق تو تا گشت شاخِ گل دستم
نمود کوچهٔ باغ است آستینِ مرا *

مبادا تیرِ نازش جانبِ دیگر نشاں جوید
نگه دزدیدنِ چشمش ہراساں می کند مارا *

ہر که ضبطِ نفس کند چو صدف
عقدہاے دلش گہر کردد *

لاله خونیں دل و گل زخمی و نرگس بیمار
در چمن دل به چه تقریب شود وا بے تو *

غمزہ بیباک و نگه مست و تبسّم لبریز
شوخ جادو فنِ من ! طرفه به ساز آمدهٔ *

قلم ای قاصد از شوقش رقم سازد چساں حرفے
که دل حرفے نویساند، نگه حرفے، زباں حرفے *

ز بس از خویش رفتم در خیالِ نرگسِ مستش
مرا ہشیاریم خوابِ فراموش است پنداری *

سنه ۱۱۸۴ ہجری میں بمقام ترچناپلی رحلت کی اوٗر یہیں دفن ہوے -

فصلِ دوم

وہ فارسي گو شعراے ہندوستان جو شمالي ہند سے دکن میں آئے -

علي

علي تخلص - ناصر علي نام - فرزندِ رجب علي پنجابي - سرہند وطن - جو اِس وقت ریاست پٹیالہ کے علاقے میں ھے - سال ولادت سنہ ۱۰۴۸ ہجري -

کم سني ہي میں دہلي چلے گئے - وھیں تعلیم پائي - پہلے سیف[1] خان حاکم سرہند کي ملازمت کي - سیف خاں کو حضرت عالمگیر بادشاہ نے الہ آباد میں صوبہ دار بناکر بھیجا تو علي بھي اُن کے ساتھ الہ آباد گئے - سیف خاں نے انتقال کیا تو سرہند واپس چلے آئے -

ایک دفعہ ماہِ صفر کے آخري چہارشنبہ کو ناصر علي باغ کي سیر کے لئے گئے ' وقت اچّھا تھا ' شیشہ و پیالہ سامنے تھا اؤر ناصر علي مست تھے - اتفاقاً شیخ محمد معصوم خلف حضرت مجدّد الف ثاني رحمہ اللہ بھي اِسي باغ میں تشریف لائے - ناصر علي کو اِس حالت میں دیکھ کر غصے سے دریافت فرمایا "یہ کیا ھے ؟" ناصر علي نے جواب دیا "شراب" مگر وہ شراب جس کو فرشتے پیتے ہیں - شیخ تو چلے آئے ' مگر علما نے ناصر علي کي تکفیر کے ساتھ قتل کا فتویٰ لکھدیا - اُن کے بھي مددگار بہت تھے ' چنانچہ میر محمد زماں خاں راسخ اؤر اِن کے رشتہ داروں نے مسلّم ھوکر ناصر علي کو اپنے

---

۱ - سیف خان شاہ جہان کے تیسرے بخشی تھے - سنہ ۱۰۷۹ ھجری مین بعہد دولت اورنگ زیب کشمیر کے صوبہ دار مقرر ھوے - چند روز بعد مستعفی ھوکر گوشہ نشین رھے - آخر دوستون کے اصرار پر گوشہ نشینی کو ترک کیا - سنہ ۱۰۸۶ ھجری مین پھر منصب و خطاب بحال ھوا اور الہ آباد کے ناظم مقرر ھوے - وھین سنہ ۱۰۹۵ ھجری مین وفات پائی -

ساتھ لیا اور دہلی پہنچاکر اُن کی جان بچائی - علی آخر میں حضرت شیخ کے بڑے معتقد ہوگئے تھے اور اپنی مثنوی میں اُن کو اپنا مرشد تسلیم کیا ہے - غرض سیف خاں کے انتقال کے بعد علی سرہند سے بیجاپور پہنچے - سنہ ۱۱۰۰ ہجری میں حضرت عالمگیر کا لشکر بیجاپور کی طرف روانہ ہوا - ناصر علی نواب ذوالفقار خاں بن اسد خاں وزیر سے ملے - اِسی موقع کے لئے آزاد بلگرامی نے کہا ہے :—

بعد سیف آخر علی را ذوالفقار آمد بکار
لا فتی الّا علی لا سیف الّا ذوالفقار *

ناصر علی نواب ذوالفقار خاں سے ملے تو قصیدۂ مدحیہ پیش کیا - اُس کا مطلع یہ ہے :—

ای شانِ حیدری ز جبینِ تو آشکار
نامِ تو در نبرد کند کارِ ذوالفقار *

مطلع سنتے ہی نواب نے کہا کہ بس کرو! مجھے پورا قصیدہ سننے اور اُس کا صلہ دینے کی ہمت نہیں ہے - مطلع کے صلے میں ایک ہاتھی اور تیس ہزار روپیہ اور بقول دیگر ایک ہاتھی اور پانچ ہزار روپیہ عطا فرمایا - ناصر علی نے اِس عطیے کو لوٹوں میں تقسیم کردیا اور اپنے لئے کچھ نہ رکھا -

سنہ ۱۱۰۳ ہجری میں نواب ذوالفقار خاں کرناٹک کی تسخیر کے لئے روانہ ہوے تو ناصر علی بھی ہمراہِ رکاب آئے - یہاں حضرت شاہ حمید الدین[۱] قدس سرہ سے دلی عقیدت رکھتے تھے - یہاں سے دہلی لوٹے تو حضرت شیخ محمد معصوم رحمہ اللہ کے ہاتھ پر طریقۂ نقشبندیہ میں بیعت کی اور بقیۃ العمر متوکلانہ زندگی بسر کی' کبھی کسی کے سامنے التجا نہیں لے گئے -

---

۱ - حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ جنوبی ہند کے مشہور اولیاے کرام میں سے ہیں - آپ کا مزار مبارک کنچی میں زیارت گاہِ خلایق ہے -

شاعري ميں ناصر علي کا رتبه بهت بلند تها - غزل خوب کهتے تهے - مثنوي ميں بهي کمال تها - اهل بغداد شريف سماع کي محفلوں ميں اِن کي مثنوي کے اشعار پڑها کرتے تهے -

من اشعاره :—

نيست غير از عشق دل سوزے من افسرده را
شعله جنبش مي دهد نبضِ چراغ مرده را *
از آبله هائے دلِ فرياد پرستاں
يک آبله در کام زبان است جرس را *
لبريز شد ز تنگيِ دل بسکه سينه ام
چوں رشته هاي شمع يکے گشت نالها *
رواج بے هنري جز بهند جائے نيست
که اين متاع دريں سر زميں بود کمياب *
از بسکه سنگ تفرقها در سراغ ماست
چوں شيشهٔ شکسته فروغ چراغ ماست *
جاں ميدهيم و درد جگر سوز مي خريم
چوں رشتهٔ فتيله نفس صرف داغِ ماست *
زخميِ شوقِ توکے ممنون قاتل مي شود
همچو ماهي مي طپد چندانکه بسمل مي شود *
امتيازِ شهر و صحرا داشت از نقصِ جنوں
ورنه مجنوں را خرابي هائے خود ويرانه بود *
سير از جهاں شدم به گداز فنائے خويش
چوں اشتهائے سوخته کشتم غذاي خويش *
نمي گنجد به خلوت خانهٔ دل آفتاب من
بروں از شيشه چوں آيد گهر باشد شراب من *
مراد از ذکر معشوق است ترک ما سوا کردن
چو دل بر گردد از دنيا چه حاجت سبحه گرداني *

ناصر علي نے سنہ ۱۱۰۸ ہجري میں ساٹھہ سال کي عمر پاکر بمقام دہلي انتقال کیا - حضرت سلطان المشایخ خواجہ نظام الدین اولیا رضي الله تعالي عنہ کي خانقاہ شریف میں دفن ہوے -

آزاد

آزاد تخلّص - میر غلام علي نام - میر نوح کے فرزند - قصبۂ بلگرام واقع صوبۂ اودھ وطن - سنہ ۱۱۱۶ ہجري سالِ ولادت - آپ کا سلسلۂ نسب حضرت فخر الساجدین امام زین العابدین رضي الله تعالی تک پہنچتا ھے - بلحاظِ مذھب حنفي اؤر بلحاظ طریقت چشتي تھے -

درسي کتابیں میر طفیل محمد سے پڑھیں ' چنانچہ کہتے ہیں :—

شاگردِ خاصِ میرِ طفیلِ محمّدم * او در علومِ عقلي و نقلي است رھبرم

اپنے نانا علامّہ میر عبد الجلیل بلگرامي سے لغت ' حدیث ' سیرِ نبوي اؤر فنّ ادب حاصل کیا - اپنے ایک شعر میں اِس طرف بھي اشارہ کیا ھے ' فرماتے ہیں :—

آزادِ ما کہ فضل و کمالے بہم رساند * خدمت نمود حضرت عبد الجلیل را

اپنے ماموں میر سیّد محمّد سے عروض و قوافي اؤر علم ادب میں مستفیض ہوے - پندرہ سال کي عمر میں فارغ التحصیل ہوچکے تھے - بڑے ذہین تھے - قوّتِ حافظہ نہایت قوي تھي - جو بات ایک مرتبہ سن لیتے کبھي نہیں بھولتے تھے -

سنہ ۱۱۳۰ ہجري میں حضرت زبدۃ السالکین سید لطف الله بلگرامي قدّس سرہ العزیز سے طریقۂ چشتیہ میں بیعت کي - اِسي سال اپنے نانا کي ملاقات کے لئے ' جو شاہ جہاں آباد میں مقیم تھے ' بلگرام سے دہلي گئے ' دو سال وھاں قیام رھا ' اِس اثنا میں آپ کے خوان علم سے بہرہ اندوز ہوے - پھر وطن کي طرف مراجعت کي -

آپ کے ماموں میر سیّد محمّد موصوف الذکر سیوستان واقع ملک سندھ میں میر بخشي اؤر وقائع نگاري کي خدمت پر مامور تھے -

آزاد اِن سے ملنے کے لئے وهاں گئے - جب وہ رخصت لیکر بلگرام گئے تو آزاد نے نیابةً چار سال دونوں خدمتیں بہ خوبي انجام دیں - جب میر صاحب واپس آئے تو آزاد کو بلگرام جانے کي اجازت دي - یہ سنہ ۱۱۴۷ ھ کا واقعہ هے - اثناے راہ میں شاہ جہاں آباد پہنچے تو معلوم هوا کہ آپ کے والد ماجد مع اہل و عیال الہ آباد تشریف لے گئے ہیں - آپ نے الہ آباد کا قصد کیا اؤر تین سال والد کي خدمت میں رهے - سنہ ۱۱۵۰ ھ میں بیت اللہ شریف روانہ هوے -

اپني سفر کي کسي کو اطلاع نہیں دي، یہاں تک کہ آپ کے عزیزوں کو بهي تین دن کے بعد روانگي کي خبر معلوم هوي - مُلک مالوہ تک پیادہ پا گئے - اتفاقاً نواب آصف جاہ (سنہ ۱۱۱۳ تا سنہ ۱۱۶۱ ہجري) کا لشکر اِسي ملک میں خیمہ افگن تها اؤر نواب بہ نفسِ نفیس وهیں تشریف فرما تهے - قسمت کي یاوري سے آزاد کي باریابي هوگئي - آپ نے یہ رباعي پیش کي :—

اي حامیِ این محیط جود و احساں
حق داد ترا خطاب آصف شایاں *
او تخت بدرگاہِ سلیماں آورد
تو آلِ نبي را بہ درِ کعبہ رساں *

نوّاب نے ازراہِ غربا نوازي سفر خرچ مرحمت فرمایا - زادِ راہ سے مطمئن هوکر حرمین شریفین روانہ هوے - 'سفر خیر' اس سفر کي تاریخ هے - ۱۱۵۰ ہجري

مکّۂ معظمہ میں شیخ عبد الوهّاب طنطاوي سے حدیث پڑهي - مدینۂ منوّرہ میں شیخ محمد حیات سندهي سے صحیح بخاري اؤر باقي صحاح کي سند پائي -

حج و زیارت سے مشرّف هوکر سنہ ۱۱۵۲ ہجري میں دکن کا رُخ کیا اؤر اؤرنگ آباد پہنچکر شاہ مسافر رحمہ اللہ کے تکیے میں گوشہ نشیني اختیار کي -

سنہ ۱۱۵۸ ہجري میں نواب نظام الدولہ ناصر جنگ شہید والی حیدر آباد (سنہ ۱۱٦۱ تا سنہ ۱۱٦۴ ہجري) اپنے والد نواب آصفجاہ کي طرف سے اورنگ آباد کي صوبہ داري پر مامور ہوے تو آزاد کو بھي طلب فرمایا، اُن سے تپاک سے ملے، عزت افزائي کي اور مدّت العمر اپنا مقرب بنائے رھے - اپنے اشعار کي بھي اِن ہي سے اصلاح لیا کرتے تھے - نوّاب کے ساتھ کرناٹک دیکھا اور ارکاٹ بھي ہمراہِ رکاب گئے - یہیں سنہ ۱۱٦۴ ہجري میں نواب کي شہادت ہوي - اس واقعے کے بعد آزاد اورنگ آباد گئے اور شاہ مسافر قدّس سرّہ العزیز کے تکیے میں مقیم ہوے -

سنہ ۱۱٦۷ ہجري میں نواب امیر الممالک صلابت جنگ والیِ حیدر آباد (سنہ ۱۱٦۴ تا سنہ ۱۱۷۵ ہجري) نے نواب صمصام الدولہ شاہ نواز خاں کو خدمت وکالت سے سرفراز کرکے حیدر آباد بلایا تو نوّاب صمصام الدولہ نے آزاد کو بڑي تمنا کے ساتھ طلب کیا - آپ حیدر آباد پہنچے - نواب نظام علي خاں آصف جاہ ثاني (سنہ ۱۱۷۵ تا سنہ ۱۲۱۸ ہجري) نے آپ کي قدر افزائي کي - سنہ ۱۱۷۸ ہجري میں آپ پھر اورنگ آباد چلے آئے اور وھیں شاہ مسافر رحمہ اللہ تعالی کے تکیے میں ایسے فروکش ہوے کہ تا حیات وھیں رھے -

آفت زدوں کي ہمدردي، امداد اور احتیاج مندوں کي حاجت روائي آپ کي طبیعت ثانیہ تھي - جس زمانے میں نواب شہید کے مقرّب تھے تو سیکڑوں اہل غرض کو اپني کوشش اور سفارش سے فائز المرام کیا -

عربي اور فارسي کے تمام علوم میں دستگاہ کامل رکھتے تھے - تاریخ گوئي میں خاص مہارت تھي - بڑے اعلي پائے کے شاعر تھے - بہت سي کتابوں کے مصنّف تھے - اِن میں سے چند کے نام یہ ہیں :-

(۱) تذکرۂ خزانۂ عامرہ (۲) ید بیضا (۳) تذکرۂ سرو آزاد (۴) غزلانِ ہند (۵) شرح صحیح بخاري تا کتاب الزکوٰۃ (٦) شمامۃ الہند في

ذکر الہند (۷) سند السعادات في حسن خاتمة السادات (۸) روضة الاولیاء خلد آباد (۹) مآثر الکرام (۱۰) سبحة المرجان في آثار ہندوستان (۱۱) دیوانِ عربي (۱۲) دیوانِ فارسي -

آپ کے عربي نعتیہ قصائد، فصاحت و بلاغت کے نمونہ تھے - اہلِ عرب ان اشعار کو سُن کر سر دھنتے اور تعجب کرتے تھے کہ ایک ہندي الوطن اور ایسا فصیح و بلیغ !

من اشعارہ :-

الہي نالۂ گرمے دلِ دیوانۂ مارا
کرامت کن نہالِ آتشینے دانۂ مارا *
با سرمہ سروکار ندارد بصرِ ما
خاکِ قدمِ یار بود در نظرِ ما *
ہنوز از دامنِ صحرايِ مجنوں عشق مي خیزد
کہ ہنگامِ گزر افتادنِ ما دل طپید آنجا *
دریں خرابہ نشستم زرہرواں تنہا
کہ وا گزاشت مرا پیرِ کارواں تنہا *
اگر چہ خاک شدم اضطرابِ من باقي است
کہ پیچ و تابِ رسن بعدِ سوختن باقي است *
زدہ ام برسرِ جہاں پا پوش
بے سبب ایں برہنہ پائي نیست *
مانيِ نازک قلم نقشے ز چشمِ مست بست
چوں نظر افگند برمحرابِ ابرو دست بست *
بلبلِ سوختہ را نیست نشانے پیدا
ایں قدر ہست کہ دود از قفسے مي آید *
روزِ قیامت ہر کسے در دست گیرد نامۂ
من نیز حاضر مي شوم تصویرِ جاناں در بغل *

چو سایه در قدمِ سروِ سرفرازِ توام
مریدِ سلسلۂ گیسوی درازِ توام *
میسّر گر شود آزاد! ایں مطلب چه خوش باشد
دمے با گل نشستن در بروی باغباں بستن *

رباعي

ہر چند نه برگے نه نوائے دارم * در زاویۂ خمول جائے دارم
امّا ز محبّتِ رسولِ الثقلین * در سینه بهشتِ دل کشائے دارم

رباعي

کس را خبرے نیست چه آید فردا * نیرنگیِ قدرت چه نماید فردا
نومید مشو ز مژدۂ عالمِ غیب * شب حامله است تا چه زاید فردا

آزاد نے سنه ۱۱۹۵ ہجري میں روضۂ خلد آباد میں حضرت شاہ برهان الدین غریب قدّس سرہ العزیز کے مزارشریف کے قریب ایک قطعۂ زمین خریدکر اُسکا نام 'عاقبت خانه' رکھا اؤر وهاں اپنے لئے ایک قبر بنوائي - جب یه سب هوچکا تو ایک بڑي ضیافت کي اؤر اس میں مشایخ و شعراء و امراء کو مدعو کیا - انواع و اقسام کے کھانے دسترخوان پر رکھے - کھانے سے فارغ هوکر ہر ایک سے نہایت تپاک کے ساتھ مصافحه کیا اؤر کہا که "یه وداعي ضیافت تھي - ہذا فراق بیني و بینک" اس کے بعد بالکل زاویۂ خمول میں بیٹھ گئے اؤر پانچ سال بعد سنه ۱۲۰۰ ہجري میں اِس دارِ فاني سے ملکِ جاوداني کا سفر کیا - کسي شاعر نے تاریخِ رحلت کہي :-

آہ غلام علي آزاد
سنه ۱۲۰۰ ہجري

واضح

واضح تخلّص - مرزا مبارک الله خاں نام - میر اسحاق بن میر محمد باقر المخاطب به ارادت خاں کے فرزند - وطن اؤر سالِ ولادت معلوم نہیں -

اِن کے دادا ارادت خاں ساوہ کے مشہور شریفوں میں سے تھے - مرزا جعفر آصف خاں کي دختر سے اِن کا عقد ہوا - جہانگیر بادشاہ (سنہ ۱۰۱۴ تا سنہ ۱۰۳۶ ہجري) کے عہد میں بخشي کے عہدے پر سرفراز ہوے - شاہ جہاں (سنہ ۱۰۳۶ تا سنہ ۱۰۷۷ ہجري) کے زمانے میں منصب وزارت پر فائز ہوے - عرصۂ قلیل میں دکن کي صوبہ داري اور اعظم خاں کا خطاب پایا - بارہا یکے بعد دیگرے گجرات ' بنگالہ ' کشمیر اور الہ آباد کي صوبہ داري پر سرفراز ہوتے رہے - آخر شاہ جہاں نے اختیار دیدیا کہ جس صوبے کو انتخاب کرو وہاں کي حکومت لے لو - اُنھوں نے جونپور کي فوجداري مانگ لي اور اُسي کو اپنا وطن بنالیا -

واضح کے والد میر اسحاق کو عالمگیر بادشاہ نے ارادت خاں کا خطاب دے کر جاگنہ کي فوجداري مرحمت فرمائي - پھر اورنگ آباد اور گلبرگہ شریف کي قلعہ داري پر متعین کئے گئے - شاہ عالم بہادر شاہ کے زمانے میں منصب چار ہزاري عطا ہوا -

واضح اچھے شاعر تھے اور فنِ شعر میں راسخ سے تلمّذ رکھتے تھے - من اشعارہ :-

موجم و وحشت کند محروم از ساحل مرا
در طپیدن رفت از کف دامنِ قاتل مرا *
به جیبِ صبح ز خورشید گل فشاني هاست
به جامِ پیريِ ما بادۂ جواني هاست *
واضح به هیچ راه دلم وا نمي شود
این قفل زنگ بست شکستن کلید اوست *
خیال روي او دل راز پا مستانه اندازد
نسیمِ گل شرر در خرمنِ دیوانه اندازد *
پریشاني یک دل مي برد جمعیّت عالم
شکست شیشۂ ما سنگ در میخانه اندازد *

سنہ ۱۱۲۸ ہجري میں بمقامِ جونپور اس دارِ فاني سے چل بسے -

نصرت

نصرت تخلص - میر محمد نعیم خاں نام دلاور خاں خطاب - فرزند میر محمد عبد العزیز - مولد سیالکوٹ - سال ولادت معلوم نہیں -

اِن کا عقد امرائے عالمگیری میں سے ایک امیر عنایت الله خاں کشمیری کی دختر سے ہوا تھا - نصرت کے والد شاہزادہ دارا شکوہ فرزند اکبر و ولی عہد شاہ جہاں کے ملازم تھے - دارا شکوہ کے ادبار کا زمانہ آیا اور اورنگ زیب کے اقبال کا ستارہ چمکا تو یہ بھی ملازمین عالمگیری میں داخل ہوگئے - رفتہ رفتہ منصب دو ہزاری اور دلاور خاں کے خطاب سے سرفراز ہوے -

باپ کے انتقال کے بعد شاہ عالم بہادر شاہ کے عہد میں نصرت کو بھی خطاب دلاور خاں مرحمت ہوا - فرّخ سیر کے شروع زمانے میں نواب آصف جاہ دکن کے صوبہ دار کئے گئے تو نصرت بھی اِن کے ہم رکاب دکن میں آگئے - جب امیر الامراء سیّد حسین علی خاں کو دکن کی صوبہ داری ملی تو انھوں نے نصرت کو رائچور کا فوجدار بنایا - نواب آصف جاہ دکن کے مستقل حاکم ہوگئے تو نصرت اِن کے مقرب بن گئے - نصرت اچھے شاعر تھے - اشعار میں شستگی و فصاحت ہوتی تھی - نمونۂ کلام یہ ہے :—

جوش دردش کرد فارغ از غم دنیا مرا
دل طپیدن برد تا ساحل ازیں دریا مرا *
فکر زاهد پئے راحت غم ما بہر رخش
ہر کسے در خور ہمت بتلاش است ایں جا *
چشم پوشیدہ تواں کرد سفر
چه قدر راہ فنا ہموار است *
بباغ دہر دلیل قبول بے هنری است
که سر بلندی سرو سہی ز بے ثمری است *

به محفلے که به یکٹ درد سر دوا بخشند
چه مي شود دل مارا اگر بما بخشند *
شیشۂ ساعت بود آئینۂ دنیا و دیں
گر یکے آباد گردد دیگرے ویراں شود *

آصف

آصف تخلص - میر قمر الدین خاں نام - آصف جاہ - نظام الملکٹ - خان دوران خاں بہادر - فتح جنگٹ خطاب - غازي الدین خاں فیروز جنگٹ کے فرزند ہیں - سنه ۱۰۸۲ ہجري میں ہندوستان میں پیدا ہوے - 'نیکٹ بخت' تاریخ ولادت ھے - اجداد کا وطن ملکٹ سمرقند تھا -
۱۰۸۲

آپ کے دادا عابد خاں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردي قدس سرہ کي اولاد واحفاد میں سے تھے - نواب سعد الله خاں مشہور وزیر شاہ جہاں آپ کے نانا تھے -

آپ کي تعلیم اکابر علماء و فضلاء دہر کے زیر نگراني هوي - علوم معقول و منقول میں مہارت کاملہ رکھتے تھے - عربي فارسي ترکي اور ہندي میں استعداد تامه و نظر بالغه رکھتے تھے -

آپ کے دادا عابد خاں شاہ جہاں کے عہد میں سمرقند سے ہندوستان آئے - بادشاہ کي ملازمت اور شاہزادہ اورنگٹ زیب کي مصاحبت کا شرف پایا - جب اورنگٹ زیب عالمگیر هوکر سریر آرائے سلطنت ہند هوے تو عابد خاں کو بڑا منصب ملا اور 'صدارت کل' کي اعلی خدمت عطا فرمائي گئي اور چین قلیچ خاں کا خطاب بھي مرحمت هوا - چین قلیچ خاں کي وفات کے بعد آپ کے فرزند شہاب الدین کو 'غازي الدین خاں بہادر فیروز جنگٹ' کا خطاب اور عمدہ منصب و خدمت دي گئي - اور اس کے ساتھ ہي 'فرزند ارجمند' کا خطاب بھي ایزاد هوا - شاہ عالم بہادر شاہ کے عہد میں گجرات کي صوبہ داري پر متعین هوے اور وهیں ملکٹ بقا کي راہ لي -

جناب آصف آپ ہي کے فرزند ہيں - والد ماجد کے انتقال کے بعد آپ کو دادا کا خطاب اور منصب چار ہزاري عطا ہوا - شاہ عالم بہادر شاہ کے عہد دولت ميں اودھ کي صوبہ داري اور لکھنو کي فوجداري سے سرفراز ہوے اور 'خان دوران خاں بہادر' خطاب بھي مرحمت ہوا - مگر جيسا کہ سب کو معلوم ھے يہ زمانہ بہت ہي پر آشوب تھا - عالم گير بادشاہ کي اولاد ميں جدال و قتال کا بازار گرم تھا - ہر ايک دعوي دار سلطنت ہو رہا تھا - جناب آصف جاہ نے دور انديشي کرکے اسي ميں مصلحت و عافيت ديکھي کہ آپ ان خرخشوں سے دور ہوکر شاہ جہاں آباد ميں خانہ نشين ہو بيٹھے - مگر آپ کي ذات گرامي ايسي تھي کہ چين سے نہ بيٹھنے ديا گيا اور شاہ عالم کي وفات کے بعد معز الدين جہاں دار شاہ نے آپ کو اپنے پرانے خطاب سے کھينچ بلايا - فرخ سير نے آپ کے خطابات عاليہ پر 'نظام الملک بہادر فتح جنگ' کا اضافہ فرمايا اور ہفت ہزاري بنا کر دکن کي صوبہ داري بحال کردي - چند روز کے بعد دکن امير الامراء حسين علي خاں کے سپرد ہوا تو آصف جاہ دار الخلافت ميں واپس تشريف لے آئے - تھوڑے دنوں کے بعد مراد آباد اور پھر مالوہ کي صوبہ داري پر سرفراز ہوے -

ہندوستان کے لئے يہ زمانہ نہايت نازک تھا - سلطنت ڈانوا ڈول تھي' اراکين دولت ميں سے جو نمک حلال تھے اس حالت سے سخت متخدوش تھے - تخت کے گرد خود مطلبوں اور نمک حراموں کا نرغہ تھا - بالخصوص آصف جاہ بہادر سے سخت مخالفت تھي اور اعيان دولت منافقت سے پيش آتے تھے - ناچار آپ ملک دکن کو اپنے قبضے ميں لانے کے ارادے سے روانہ ہو گئے - مگر سنہ ۱۱۳۳ ہجري ميں آپ کو دارالسلطنت دہلي ميں واپس بلا ليا گيا - يہ محمد شاہ رنگيلے کا زمانہ تھا - بادشاہ نے آپ کو خلعت و قلمدان وزارت پيش کيا - ان ہي دنوں معزالدولہ حيدر قلي خاں اسفر ايني ناظم گجرات نے علم بغاوت بلند کيا - محمد شاہ نے پريشان ہوکر گجرات اور مالوہ کي وزارت اور امارت دکن آپ ہي کو ديدي اور حيدر قلي خاں کي سرکوبي کے لئے بھيجا -

امراء دار السلطنت حسد کي آگ سے بھڑک اٹھے ۔ انھوں نے بادشاہ کو آپ کي طرف سے بدظن کردیا ۔ بے عقل بادشاہ نے دکن کي صوبہ داري سے آپ کو معزول کرکے وہ صوبہ مبارز خاں ناظم حیدر آباد کے سپرد کردیا ۔ اِس سے آپ کا دل ٹوٹ گیا اۏر دہلي آگئے ۔ آپ نے دہلي کي آب وہوا کي ناسازگاري کا بہانہ کرکے مراد آباد جانے کي اجازت مانگي ۔ امراء سلطنت تو آپ کو دہلي میں دیکھنا ہي نہ چاہتے تھے ۔ اجازت مل گئي ۔ فوراً آپ روانہ ھوگئے اۏر بجاے مراد آباد کے دکن کا رخ کیا ۔

دکن پہنچے تو مبارز خاں نے آپ کو روکا ۔ آخر ۳ محرم سنہ ۱۱۳۷ ہجري کو بمقام شکر کھیڑہ واقع برار اقبال و ادبار کا مقابلہ ھوا ۔ گھمسان کي لڑائي ھوي ۔ مبارز خاں اۏر اس کے دو فرزند اسورخاں اۏر مسعود خاں مارے گئے اۏر جناب آصف جاہ بہادر اس تمام ملک پر (جس کي سرحد نربدا سے بیجاپور تک اۏر حیدر آباد سے دریائے شور تک تھي) قابض و متصرف ھوگئے ۔

محمد شاہ نے یہ دیکھکر آپ کي دلجوئي کي اۏر سنہ ۱۱۳۸ ہجري میں خطاب آصف جاہ اپني طرف سے عطا فرمایا ۔

غرض آپ خسروان دکن کے اجداد امجاد میں سے ہیں اۏر سلطان العلوم اعلیٰ حضرت قوي شوکت ہز اِکزا لٹڈ ھاینس نواب سر میر عثمان علي خاں بہادر جي ۔ سي ۔ یس ۔ ائي فرمان فرماے حال آپ ہي کي اولاد ہیں ۔ خلد اللہ تعالیٰ ملکہ و شوکتہ و سلطنتہ ۔

جناب آصف کو مدت العمر خلائق کي بہبود اۏر رعایا و برایا کي عافیت و راحت کا خیال رھا ۔ عرب و عجم و ہندوستان کے ہزاروں حاجت مند آپ کے چشمۂ فیض کے زلہ ربا تھے ۔ آپ کے عدل و انصاف اۏر خبر گیري رعایا کا ادنیٰ کرشمہ یہ تھا کہ ظلم و ظالم کا نام قریباً مٹ ہي گیا تھا ۔

فن شاعری میں آپ جناب مرزا عبدالقادر بیدل سے اصلاح لیتے تھے۔ پہلے شاکر تخلص کرتے تھے پھر آصف۔ آپ کے دو ضخیم فارسی دیوان ہیں، جو مطبع سرکار آصفیہ میں طبع ہو چکے ہیں۔ آپ کا کلام ذیل میں درج ہے :—

تا مقابل کردہا خود حسن یار آئینہ را
آمد آب تازۂ بر روی کار آئینہ را *

می کنم روی طلب ہر جا کہ می خوانی مرا
مائلم ہمچوں ورق ہر سو کہ گردانی مرا *

مژگان سرمہ دار تو چوں تیغ بر کشد
کر سر رود بلند نہ گردد صدای ما *

درخیابان باغ نظارہ
آصف خستہ را نہال کنید *

تا شہید خنجر مژگان یارم کردہ اند
سرمہ در چشم قیامت از غبارم کردہ اند *

از رنگ تواں یافت کہ در سینہ چہ دارم
درد دل من حاجت تقریر ندارد *

از حال دل گم شدہ دیگر چہ تواں گفت
خوابیست فراموش کہ تعبیر ندارد *

بوبستہ نگردد ز گرہ بستن عنبر
سودا زدہ را فائدہ زنجیر ندارد *

از کوشش بیہودہ مپرسید ز شاکر
عمریست کہ می نالد و تاثیر ندارد *

ندارم تاب خجلت ہای فردا
بشوید کاش اشکم دفتر امروز *

قطرۂ بودم و دریا شدنم بود امید
عقدہ درکار من افتاد و گہر گردیدم *

سخت دشوار است تاثیر سخن در غافلاں
بشکند صد تیشہ تا از سنگ آب آید بروں *

سنہ ۱۱۶۱ ہجري میں آپ نے بمقام برھان پور انتقال فرمایا ـ جسد مبارک برھان پور سے اورنگ آباد لایا گیا اور حضرت شاہ برھان رحمہ اللہ کے مزار شریف کے پائیں سپرد خاک کردیا گیا ـ

زکي

زکي تخلص ـ شیخ مہدي علي نام ـ مراد آباد مولد ـ سال ولادت معلوم نہیں ہوا ـ مدتوں لکھنؤ میں مقیم رھے ـ فرنگي محل (لکھنؤ کا ایک محلہ) کے علما سے تحصیل کي ـ کچھ دنوں ضلع سہارنپور میں نائب تحصیلدار رھے ـ

دوران قیام لکھنؤ میں اچھے اچھے شعراء سے صحبتیں رھیں ـ خود بھي اچھے شاعر تھے ـ فن تاریخ میں بھي خوب مہارت رکھتے تھے ـ نواب آصف جاہ والي حیدر آباد (سنہ ۱۱۳۰ تا سنہ ۱۱۶۱ ہجري) کي مدح میں ایک قصیدہ کہا جو شاعري کي مختلف صنعتوں پر مشتمل تھا ـ اُن کے دیوان سے چند شعر بطور نمونہ لکھے جاتے ہیں :—

جمال یار پہ ہم نے یہ ٹکٹکي باندھي
کہ اپني آنکھ کا تل اُس کے منھ کا خال ھوا *

یہ جگر دل کا ھے اي سوز محبت ورنہ
پھینک دیتے ہیں شرر سینے سے پتھر باہر *

شب آنے میں قاتل کے جو دیر گذري
تجھے اي اجل یاد کرتے رھے ہم *

اٹھائے بہت سے مزے زندگي کے
بہت تجھ پر اي شوخ مرتے رھے ہم *

ماہتابي پر جو وہ خورشید رو ھے بے حجاب
اپنے جامے سے ھوي جاتي ھے باہر چاندني *

دل ہم سے رھا جدا ہمیشہ
گویا وہ ضمیر منفصل ھے *

حسرت اي تازہ اسیران قفس آتي هے
دھوم سے فصل بہار اب کے برس آتي هے *
حشر ہو جائیگا بے تابي دل سے لیکن
راہ پھر بھي تري اے عہد شکن دیکھینگے *

زکي کي وفات کا سال معلوم نہو سکا - چونکہ وہ نواب آصف جاہ کے عہد میں موجود تھے اور نواب موصوف کي خدمت میں ایک مدحیہ قصیدہ پیش کیا تھا اور نواب کي رحلت سنہ ١١٦١ ہجري میں ہوي' اس سے پتہ چلتا هے کہ وہ سنہ ١١٦١ ہجري تک زندہ تھے - اسي بنا پر ہم نے ان کا نام امید (المتوفي سنہ ١١٥٩ ہجري) کے بعد سپرد قلم کیا هے -

مخمور

مخمور تخلص - مرزا لطف اللہ نام - مرشد قلي خاں خطاب - حاجي شکر اللہ تبریزي کے فرزند - سورت مولد - سال ولادت سنہ ١٠٩٥ ھ - ' بر سپہر سعادت آمد ماہ ' تاریخ ولادت هے - ان کے والد ولایت سے ہندوستان آئے اور سورت میں قیام کیا - یہیں مخمور
١٠٩٥ ھ
پیدا ہوے - آقا حبیب اللہ اصفہاني سورت میں مقیم تھے - انہي سے مخمورنے عربي اور فارسي کي درسي کتابیں پڑھیں - فن شعر میں بھي ان ہي کے شاگرد ہوے -

باپ کے انتقال کے بعد بہ حیثیت تاجر بنگالہ پہنچے - نواب سرفراز الدولہ بہادر ناظم بنگالہ نے ان کي شرافت ذاتي و نسبتي اور علم و فضل کو دیکھکر انھیں اپني دختر سے منسوب کردیا اور سفارش کرکے شاہ دہلي سے اعلی منصب اور مرشد قلي خاں کا خطاب دلوایا - مدتوں اڑیسہ کي نظامت پر مامور رهے - آخر اپنے ماتحتوں کے مکر و فریب سے تنگ آکر اس عہدے کو خیر باد کہا اور نواب آصف جاہ کي خدمت میں پہنچے - برسوں حیدر آباد میں نواب کي بدولت خوش حالي سے زندگي بسر کي -

مخمور سلیم الطبع ' خوش مزاج تھے - فاضل اور فصیح اللسان شاعر تھے - زمین کي پیمایش اور کار بند و بست میں کافي مہارت رکھتے تھے -

من اشعاره :—

گرفت شور جنونم چناں گریباں را
که بر میاں زده ام دامن بیاباں را *
تعجب نیست بد طینت اگر حاجت روا گردد
که زخم کهنه را خاکستر عقرب دوا گردد *
ز دوناں کے بخود درماندکانرا کار بکشاید
گره امکاں ندارد باز از انگشت پا گردد *
تسکین دل ز صحبت روشن دلاں طلب
آئینه بے قراري سیماب مي برد *
چرا بسر نرود زود دفتر ایام
که خود بخود ورق ایں کتاب مي گردد *
مي فریبد نازنیناں را بهر صورت که هست
کاش چوں آئینه من هم جوهرے مي داشتم *

سنه ۱۱۶۴ هجري میں بمقام اورنگ آباد سفر آخرت پیش آیا ـ

حاکم

حاکم تخلص ـ حکیم بیگ خاں نام ـ فرزند شادماں خاں اوزبک ـ سال ولادت معلوم نهیں ـ ان کے والد عالمگیر (سنه ۱۰۶۹ تا سنه ۱۱۱۸ هـ) کے عهد میں بلخ سے هندوستان آکر هفت صدي منصب شاهي سے سرفراز هوے ـ محمد شاه کے زمانے تک منصب پنج هزاري اور نوبت و نقاره تک ترقي پائي ـ لاهور میں سکونت اختیار کي ـ باپ کے انتقال کے بعد حاکم کو بهي محمد شاهي دربار سے منصب و خطاب خاني مرحمت هوا ـ آخر میں فقر کي دولت پر قناعت کي اور شاه عبد الحکیم اپنا نام رکها ـ اسي حالت میں دهلي اور کشمیر کي سیر کي ـ

حاکم، واقف کے ساتھ تقریبا سنه ۱۱۷۴ هـ میں دکن کي سیر کے لئے پنجاب سے نکلے ـ اورنگ آباد پهنچے ـ میر غلام علي آزاد کے یهاں ایک هفته مهمان رهنے کے بعد دونوں سورت چلے گئے ـ

حاکم نے شاعروں کا ایک تذکرہ بنام 'مردم دیدہ' لکھا ھے - فصیح اللسان شاعر تھے - فن شعر میں شاہ آفریں لاھوري سے تلمذ تھا - چنانچہ وہ خود کہتے ہیں :-

حاکم نه داشتم سرو سامان فکر شعر
از فیض 'آفریں' به سخن آشنا شدم *

من اشعارہ :-

گر شدم پیر همه عیش شباب است مرا
چوں شود خم قد من جام شراب است مرا *

در موسم خط حاکم از و چشم بپوشم
در شب چه کنم گر نکنم تخته دکاں را *

نیست مارا بر امیران جہاں حاکم نظر
از امیر المؤمنیں چشم کرم داریم ما *

حاکم برنگ غنچه بگلزار روزگار
تنگي ز دل بخنده بروں کرده ایم ما *

ز ابلهي مکن اشعار را وسیلۂ رزق
ببیں زمین سخن قابل زراعت نیست *

کشیدم ذلت ہر نیک و بد پابوس او کردم
برای ایں نماز از آبروي خود وضو کردم *

مهرم از گردش ایام بتنگ آمده ام
صبح گر وا شده ام شام بتنگ آمده ام *

سنه ۱۱۷۸ ھ میں بمقام ٹھٹه (واقع سندہ) انتقال کیا -

عاجز

عاجز تخلص - عارف الدین خاں نام - اجداد کا وطن بلخ تھا - ان کي ولادت ہندوستان میں هوي - سال تولد معلوم نہوا - شہنشاہ عالم گیر کے عہد میں ان کے والد بلخ سے ہند میں آئے - نواب آصف جاہ کے والد نواب فیروز جنگ کي سفارش سے بادشاہي منصب دار هوے - عاجز

کم سن ہي تھے کہ باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا - سایۂ پدري گیا تو کوئي سہارا نہ رہا - خوش قسمتي کہ نواب سیّد لشکر خاں المخاطب بہ رکن الدولہ نصیر جنگ نے ' جو امرائے آصفیہ سے تھے ' ان کي پرورش اور تعلیم کا بیڑا اُٹھایا - فضلائے عصر سے درسي کتابیں پڑھیں - فارغ التحصیل ہونے کے بعد نواب موصوف کي رفاقت میں رہے - ان ہي کے ہم رکاب ہندوستان سے اورنگ آباد آکر ان کے توسل سے نواب آصف جاہ (سنہ ۱۱۳۷ تا ۱۱۶۱ ہجري) کي خدمت میں باریاب اور منصب و خطاب خاني و جاگیر سے سرفراز ہوے - ایک قول یہ بھي ہے کہ نواب ناصر جنگ شہید (سنہ ۱۱۶۱ تا سنہ ۱۱۶۴ ہجري) کے عہد میں خطاب و جاگیر مرحمت ہوي اور رسالے کي بخشي گري پر بھي سرفراز ہوے -

عاجز قناعت پسند اور غیور تھے - اپني ترقي کے لئے کبھي کسي سے استدعا نہیں کي - ان کي طبیعت کو شعر و شاعري سے قدرتي مناسبت تھي - مدت قلیل کي مشق سے اچھے شاعر بن گئے - تاریخ گوئي میں بھي اچھي مہارت تھي - ریختہ اور فارسي میں شعر کہتے تھے - دونوں زبانوں میں کلام شستہ اور صاف ہوتا تھا - ان کے فارسي اشعار کا نمونہ یہ ہے :—

سوخت یاد آں لب مي گوں دل بیتاب را
کشت آخر آتش یاقوت ایں سیماب را *

برق حسنت افگند در دل شرار آئینہ را
سایۂ خال تو سازد داغدار آئینہ را *

شور صور صبح محشر مي رسد عاجز بگوش
بے لب میگون یار از قلقل مینا مرا *

بزہد خشک نتواں یافت فیض عارفاں ہرگز
کجا کار شراب از نشۂ تریاک مي آید *

پس از ناصر علي عاجز گہر ریز سخن آمد
نکوے گر رود از دہر نیکو تر شود پیدا *

تا حریر خندہ اش از نکہت گل بافتند
طیلساں گریہ ام از آہ بلبل بافتند *

ریختہ کا یہ انداز ہے :—

ارے ناصح عبث کرتا نصیحت ترش رو ہوکر
کھٹائي کا مجھے پرہیز ہے مت بیچ اچار اپنا *
نو بہار آنے سے گل آیا ہے اي صیاد یاد
اب کریگا کیوں اسیروں کا دل نا شاد شاد *
گردن اپني کرکے خم آیا ہوں اي قاتل شتاب
سر اٹھاکر آج بار خنجر فولاد لاد *
آئي بہار رنگت سے خوش ہے دماغ باغ
لیکر کھڑي ہے نرگس مخمور ایاغ باغ *
عاجز بھي شمع آہ جلاتا ہے دشت میں
روشن اگر گلوں سے ہوا ہے چراغ باغ *

عاجز نے ریختہ میں ایک مثنوي بنام لعل و گوہر لکھي ہے - اِس کے چند اشعار یہ ہیں :—

اِلٰہي دے مجھے رنگیں بیاني * عطا کر مجھکو یاقوت معاني
سخن کے در کا مجھکو جوہري کر * سخن سنجوں کو میرا مشتري کر
سخن کا لال دے میري زباں کو * در معني سے بھر میرے بیاں کو
جنوں کے دشت کا بنکر بگولا * خرد کي راہ کو وحشت سے بھولا
غزالوں کي طرح سرگرم رم تھا * بیاباں اس کو گلزار ارم تھا
وہاں کي ریت میرے کي کني تھي * وہاں کے کانٹے بھالوں کي اَني تھي
وہاں کي باد تھي شوریدہ صرصر * وہاں کي کنکریں تھي مثل اخگر

سنہ ۱۱۷۷ ہجري میں عاجز ایسے سخت علیل ہوے کہ امید زیست منقطع ہوگئي - اپنے دوست مرزا معز الدین اصفہاني کو جو حیدرآباد میں مقیم تھے کہلا بھیجا کہ "اگر میں مر جاؤں تو میري تاریخ وفات کہدینا" مرزا نے از راہ ظرافت جواب دے بھیجا کہ "تم خود تاریخ کہنے میں اچھا ملکہ رکھتے ہو - دنیا چھوڑنے سے پہلے اپني تاریخ خود کیوں نہیں کہہ جاتے ؟" یہ سنکر عاجز مسکرائے اور وہیں اپنے نام اور تخلص کے اعداد

جمع کئے تو ایک عدد بڑھ گیا ـ کہا کہ اگر اگلے برس مروں تو بھي تاریخ کام آجاے اتفاق دیکھئے کہ اُنھیں صحت ہوگئي ـ اس کے بعد ناندیڑ گئے اور دوسرے سال یعني سنه ۱۱۷۸ ہجري میں وہیں انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوے ـ

تاریخ وفات یه ھے ' عارف الدین خان عاجز '
سنه ۱۱۷۸ ہجري

عاشق

عاشق تخلص ـ میر قاسم خاں نام ـ خواجه عبید الله خاں کے فرزند ـ اکبر آباد وطن ـ سال ولادت معلوم نہیں ـ ان کے والد ' محمد شاہ بادشاہ کے عہد میں صوبۂ مالوہ کے دیوان تھے ـ اس خدمت سے معزول ہوکر نواب آصف جاہ والي دکن (سنه ۱۱۳۷ تا سنه ۱۱٦۴ ہجري) کي خدمت میں پہنچے اور منصب جلیله پر سرفراز ہوے ـ عاشق اپنے والد کي رحلت کے بعد نواب موصوف کے مورد عنایات بنے ـ میر ساماني کي خدمت پائي ـ ایک دن غصے میں اپنے کسي ملازم کو اتنا مارا که وہ مرگیا ـ اِس لئے آقا کے معتوب ہوکر معزول کر دئے گئے ـ آصف جاہ کے اِنتقال کے بعد نواب نظام الدوله ناصر جنگ شہید (سنه ۱۱٦۱ تا سنه ۱۱٦۴ ہجري) نے رحم کرکے اُن کو اپني مصاحبت میں لے لیا ـ مگر نواب امیر الممالک صلابت جنگ (سنه ۱۱٦۴ تا سنه ۱۱۷۵ ہجري) کے عہد کے دوسرے ہي سال یعني سنه ۱۱٦۵ ہجري میں اورنگ آباد سے دہلي چلے آے اور گوشه نشیني اختیار کي ـ

اُن کے کلام کا نمونه یه ھے :—

ہر سال در بہار به کسب شرف جنوں
آید برهنه پا به طواف دماغ ما *
پیش من چوں مے نباشد میرم از درد خمار
شیشه چوں خالي شود پُر مي شود پیمانه ام *

بقول صاحب ' تذکرۂ محبوب الزمن ' سنه ۱۱۸۱ هجري اور بقول مولف ' نتایج الافکار ' بارھویں صدي ہجري کے اخیر میں انتقال کیا ـ

ایجاد

ایجاد تخلص مرزا علي نقي خاں نام - برهان پور مولد - فرزند احمد علي خاں المخاطب به نقد علي خاں - سال ولادت معلوم نهیں -

ایجاد کے والد شاہ سلیمان صفوي کے وزیر شیخ علي خاں کے عزیزوں میں سے تھے' جو شاہ سلیمان صفوي کا وزیر تھا - وہ نواب آصف جاہ کے عہد میں همدان سے دکن آئے اور نواب موصوف کے مصاحبوں کے زمرے میں داخل هوے' حیدر آباد میں قیام کیا - آخر کار دیواني پر مامور هوے -

ایجاد برهانپور میں پیدا هوے - اپنے والد اور دیگر علماء سے درسي کتابیں پڑھیں - پھر اپنے والد کي وساطت سے نواب آصف جاہ کي خدمت میں باریاب هوے اور سرکاري ملازمت میں داخل کر لئے گئے' مصاحبت کا بھي شرف بخشا گیا - سنه ۱۱۶۴ ھ میں ان کے والد کا انتقال هوگیا تو اُن کا خطاب 'نقد علي خاں' اور عہدۂ دیواني ایجاد پر بحال هوا -

ایجاد تحصیل علم کے بعد هي شاعري کي طرف مائل هوگئے - طبیعت بھي موزوں پائي تھي' اس پر باپ جیسے شفیق استاد کي توجه' عرصۂ قلیل هي میں اس فن میں اتنا عبور حاصل کیا که دکن کے مستثنیٰ اور نامي شعرا میں شمار هونے لگا -

ایجاد کے اشعار کا نمونه یه هے :—

در هر جگرے هست خراش سخن ما
الماس تراش است تراش سخن ما *

بروي مشهد پروانه شمع را دیدم
که چادرے ز گل داغ مي کشید امشب *

طالعم برگشت و بخت انتظارم برنگشت
نامه بر برگشت و خط برگشت و یارم برنگشت *

نفس درکش گر از بحر حقیقت گوهرے خواہی
به دریا چوں رود غواص دم در خویشتن دزدد *
چالاکي نگاه تو نازم که سوي من
دیدي چناں که چشم ترا ہم خبر نه شد *
ز کس چیزے گرفتن ہمّتم بس ننگ مي داند
کف دستم ز استغنا کجا رنگ حنا گیرد *

ایجاد کے سال وفات میں اختلاف ھے - مولف تذکرۂ نتایج الافکار نے اُن کي رحلت سنه ۱۱۸۹ ھ بتائي ھے - مولف تذکرۂ محبوب الزمن نے لکھا ھے که " آپ کا سنه رحلت کسي تذکره نویس نے نہیں لکھا مگر قرائن سے معلوم ھوتا ھے که سنه ۱۱۸۵ ہجري کے قریب فوت ھوے - " نواب غلام محمد غوث خاں بہادر المتخلص به اعظم نواب کرناٹک نے 'گلزار اعظم' میں یه ارشاد فرمایا ھے که "تذکرۂ مسمیٰ به نتایج الافکار به نہایت فصاحت و بلاغت و درستي عبارت و صحت احوال و صداقت اقوال نگاشته و منت بر ناظراں گماشته چنانچه دریں سرکار به قالب طبع در آمده" اس بنا پر اور نیز دیگر قرائن سے ہمیں بھي نتایج الافکار سے اتفاق ھے -

واقف

واقف تخلص - شیخ نورالدین نام - قاضي امانت الله کے فرزند - قصبۂ بٹاله [1] وطن - سال ولادت معلوم نہیں -

واقف کے اجداد قصبۂ بٹاله کے قاضي تھے - انھوں نے فارسي' عربي سے فارغ ھوکر سخن سنجي کي طرف توجه کي اور شیریں زبان شاعر ھو گئے - ان کے کلام میں بڑي سلاست اور فصاحت تھي - جیسا که ان کے اشعار سے معلوم ھوگا -

---

۱ بٹاله (بفتح باء موحده و تاے فوقانی هندی) بروزن حلاله قصبه ایست از توابع دار السلطنت لاهور به فاصلۂ سی کروه (خزانه عامره) -

حاکم اور واقف دکن کی سیر کے لئے پنجاب سے ہم رفیق ہوکر نکلے ۔ ۲۱ رجب سنه ۱۱۷۴ ہجری کو اورنگ آباد پہنچے اور میر غلام علی آزاد کے یہاں ایک ہفته مہمان رہ کر دونوں بندر سورت کو روانه ہوے ۔ حاکم تو بذریعۂ جہاز حرمین شریفین چلے گئے لیکن واقف امراض جسمانی اور نا توانی کے باعث سورت ہی میں پڑے رہے ۔ جب حاکم حج سے فارغ ہوکر لوٹے تو دونوں صاحب سورت سے پھر اورنگ آباد آئے ۔ چندے حیدر آباد میں بھی قیام کیا ۔ وہاں سے وطن کی طرف واپس ہوے ۔ راستے میں اورنگ آباد اور بالاپور کے درمیان راہ زنوں نے دونوں کو لوٹ لیا ۔ بڑی مشکل سے بالاپور برار پہنچے اور اِس واقعه کی اطلاع میر غلام علی آزاد کو دی ۔ اسی ضمن میں واقف نے یه رباعی بھی لکھی :—

کردند غریب غارتے راہ زناں
سر ماند و نه ماند ہیچ چیز از ساماں *
بردند ہر آنچه بود الا عینک
وامانده بجا ہمیں دو چشم حیراں *

آزاد نے کچھ روپیه بھیج دیا مگر کافی نہوا ۔ کولھاپور پہنچکر پھر آزاد کو لکھا ، انھوں نے کافی رقم بھیجدی ۔ جب کہیں جاکر دونوں صاحب اپنے وطن پہنچے ۔

من کلامه :—

نه کشد یار از غرور مرا
کشتن خویش شد ضرور مرا *
در نظر چوں سایۂ شمشاد می آید مرا
سر به پاے یار سودن یاد می آید مرا *
نو آمدم به دام تو زودم چه می کُشی
بگذار یک دو روز به کنجِ قفس مرا *
تا نمودی از مسی رنگیں دہاں تنگ را
ساختی تاریک در چشمم جہانِ تنگ را *
خجل ز انجمنم شرمسار از چمنم
نه عندلیب نه پروانه کرده اند مرا *

رسید یار و گریبانِ من درید و گزشت
بداد کوتہي دست من رسید و گزشت *
نے جیب من درید و نہ دامان من کشید
مارا دریں بہار نیامد بہ کار دست *
من نمي گویم کہ مجنوں باش در صحرا نشیں
شہر ہم بد نیست لیکن فارغ از دنیا نشیں *
جان من از خودی جدائي کُن
بندگي کردۂ خدائي کُن *
تلاش وصل ایں سیمیں بران آخر گدایم کرد
شدم مفلس ز فکر کیمیا آہستہ آہستہ *
واقف نے سنہ ۱۱۹۵ ہجری میں انتقال کیا ـ

ذُکا

ذکا تخلص ـ میر اولاد محمد نام ـ فرزند میر غلام امام ـ بلگرام وطن ـ سال پیدایش سنہ ۱۱۵۱ ہجري ـ اُن کے والد اور میر غلام علي آزاد حقیقي بھائي تھے ـ یوں ذکا آزاد کے سگے بھتیجے ہیں ـ اِن ہي کي خواہش پر آزاد نے تذکرۂ 'خزانۂ عامرہ' لکھا تھا ـ

ضروري تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے محترم چچا کي طلب پر وطن سے اورنگ آباد گئے ـ پانچ سال ان کے زیر پرورش رہ کر تعلیم کي تکمیل کي ـ پھر وطن گئے اور دو سال کے بعد دکن لوٹ آئے ـ نواب میر نظام علي خاں بہادر آصف جاہ ثاني والي دکن (سنہ ۱۱۷۵ تا سنہ ۱۲۱۸ ہجري) کي خدمت میں باریاب ہوے اور منصب اور خطاب خاني پایا ـ بڑي عزت و آبرو سے زندگي بسر کي ـ

ذکا بڑے خوش گو شاعر تھے اور بڑے ذہین و سخن فہم بھي ـ آزاد سے تلمذ تھا ـ تاریخ گوئي میں اچھي مہارت تھي ـ فارسي اور ہندي دونوں میں شعر لکھتے تھے ـ

اُن کے فارسي اشعار کا نمونہ یہ ھے :—

نام عالم آفریں سر حلقۂ عنوان ما
مد بسم الله خط پیشاني دیوان ما *

تمنا خاطر مجنون ہندوستاں ہمیں دارد
کہ لیلاے عرب آباد سازد محمل مارا *

معلوم شد کہ حسن بود مہربان عشق
ہر ذرّہ را بزور کشد در بر آفتاب *

پنجہ از شوخي بد امانت زدن دستور نیست
ورنہ دست ما ضعیفاں ایں قدر کمزور نیست *

ہر شمع کہ آمد بنظر چشم ترے داشت
سوز دل پروانہ قیامت اثرے داشت *

ہمیں خیال بہ دل بار بار مي آید
کہ بے تو زندگي من چہ کار مي آید *

ہزار مرتبہ کفارۂ گناہ دہد
بہ سہو گر گزرش برمقام ما افتد *

گزشت آن تند خو مانند ناوک از کنار من
تہي گردید آخر چوں کماں حلقہ آغوشم *

ہندي اشعار کا نمونہ یہ ھے :—

فغاں سے ایک دم تو باغ میں خاموش رہ بلبل
نہیں سنتي کہا ۔ کیا روز آیا ھے خرابي کا *

غم اب مختار ھے دل چھوڑ دیوے خواہ لے جاوے
پر اتنا چاھتا ھوں پھر خدا یہ دن نہ دکھلاوے *

رھا گر آستاں پر آکے میں حسن عقیدت سے
تکلف برطرف سرکار کا کیا اس میں نقصاں ھے *

لگے کیونکر نہ دل کنج قفس میں عندلیبوں کا
جہاں میں آج کل آباد گر کچھ ھے تو زنداں ھے *

ذکا کي رحلت کے متعلق بھي مختلف روايتيں ہيں - مؤلف 'محبوب الزمن' نے لکھا ھے کہ " آپ کي رحلت تيرھويں صدي ہجري کے اوائل ميں بہ اختلاف روايات سنہ ١٢٠٥ ہجري يا سنہ ١٢٠٨ ہجري ميں هوي " - 'نتايج الافکار' کے مؤلف کہتے ہيں کہ ذکا تيرھويں صدي کے اوائل ميں فوت هوے -

فصل سوم

فارسي گو شعرا جو دکن میں پیدا ہوے۔

سلطان محمود شاہ بہمني

تخلص معلوم نہیں، شاید محمود ہي ہوگا۔ سال ولادت کا بھي پتہ نہیں چلا۔ (سلطان) محمود شاہ بہمني نام۔ فرزند سلطان علاء الدین بہمني۔ اپنے بھائي داؤد شاہ بہمني (سنہ ۷۷۹ تا سنہ ۷۸۰ ہجري) کي شہادت کے بعد مسند آراے سلطنت دکن ہوے۔ یہ بادشاہ نہایت عادل۔ نیک نفس۔ خوش خُلق۔ پابند شرع۔ متقي تھا۔ انھوں نے گلبرگہ شریف، بیدر، قندھار، ایلچپور، دولت آباد، جنیروابل اور شہروں میں، یہاں تک کہ قصبات میں بھي اپنے خرچ سے یتیموں کے لئے استاد مقرّر فرماے۔ حدیث شریف سے ذوق تھا، محدثین کے لئے وظائف جاري کئے۔ نابیناؤں کي ماہواري تنخواہیں مقرر کیں اور اس میں ایسي فیاضي سے کام لیا کہ اکثر لوگ اندھے بنکر تنخواہ لے جاتے تھے اور چشم پوشي کي جاتي تھي۔

خود صاحب علم تھے۔ فارسي اور عربي میں فصاحت کیساتھ گفتگو کرتے تھے۔ قرآن مجید خوش الحاني سے پڑھتے تھے۔ خوش نویس تھے، اچھے شاعر تھے اور شعرا کے ایسے قدرداں کہ عجم و عرب کے شعرا آتے اور اُن کے خوان فیض سے سیر ہوکر جاتے تھے۔ چنانچہ ایک عجمي شاعر میر فیض اللہ انجو، صدر دولت بہمنیہ کي وساطت سے آستاں بوس شاھي ہوا۔ اُس نے ایک قصیدہ پیش کیا۔ جس کے صلے میں اُس کو ایک ہزار تنگہ (تنگہ = ایک تولہ طلا) عطا فرماے گئے۔ یہي عطیات تھے جن کي شہرت دور و نزدیک پھیلي ہوي تھي۔ غالباً ان ہي کو سن کر خواجہ حافظ شیرازي علیہ الرحمہ نے بھي دکن آنے کا قصد کیا، مگر بعض موانع ایسے پیش آے کہ نہ آسکے۔ میر فیض اللہ انجو کو جب یہ کیفیت معلوم ہوي تو

انھوں نے خواجہ کو سفر خرچ بھیجا - وطن سے نکلے تو معلوم ھوا کہ ان کے ایک دوست کا مال لٹ گیا اور وہ مفلوک الحال ہیں - خواجہ کے پاس جو کچھ تھا وہ اُن کو دے دیا اور خود خواجہ زین العابدین ہمدانی اور خواجہ محمود گازرونی (جو بڑے تاجر تھے) کے ہمراہ دکن آنے کا قصد کیا - دونوں نے ان کے اخراجات کا بار اپنے ذمے لیا - یوں وہ بندر ہرموز پہنچے ' جہاں سلطان محمود کی کشتیاں خواجہ حافظ کو لانے کے لئے آئی ہوی تھیں - کشتی تھوڑی ہی دور دریا میں گئی تھی کہ باد مخالف چلنے لگی - خواجہ سخت پریشان ھوے اور یہ بہانہ کرکے کہ "میں ہرموز کے چند دوستوں سے رخصت نہیں ھوا ' ان سے مل لوں تو چلوں" کشتی کو کنارے لگوایا اور اتر کر پھر شیراز واپس چلے گئے اور ایک غزل لکھ کر اپنے کسی دوست کی معرفت میر انجو کو بھیج دی - جس کا مطلع یہ ھے :-

دمے باغم بسر بردن جہاں یکسر نمی ارزد
بہ مے بفروش دلق خود کزیں بہتر نمی ارزد *

میر فیض اللہ نے یہ غزل بادشاہ کی خدمت میں پیش کرکے تمام کیفیت عرض کردی - اب سلطان کی قدردانی اور قدر افزائی قابل دید ھے کہ انھوں نے فرمایا "جب خواجہ ھمارے پاس آنے کی غرض سے چل پڑے تھے تو ہم پر ان کی امداد واجب ھوگئی" ملا محمد قاسم مشہدی کو حکم دیا کہ ایک ہزار تنگہ طلائی لے کر ہندوستان کی نادر چیزیں خریدیں اور شیراز جاکر ہماری طرف سے خواجہ کو دے آئیں -

سلطان محمود شاہ کے کلام کا یہ نمونہ ھے :-

آنجا کہ لطف دوست دہد منصب مراد
بخت سیاہ و طالع میموں برابر است *

عافیت در سینہ کار خون فاسد می کند
رخصتے ای دل کہ از الماس نشتر می خورم *

خضر بد سوداست دربیع متاع عافیت *

مي روم این جنس را از جاے دیگر مي خرم *

اس بادشاہ عادل و باذل نے بتاریخ ۲۱ رجب سنہ ۷۹۹ ہجري بعارضۂ تپ محرقہ قضا کي -

فيروزي

فیروزي تخلص - فیروز خاں نام - خطاب فیروز شاہ بہمني ' فرزند داؤد شاہ بہمني - سال ولادت سنہ ۷۷۳ ہجري - اپنے نامور باپ کي شہادت کے وقت جو سنہ ۷۸۰ ہجري میں واقع ہوي ' سات سال کے تھے - سنہ ۸۰۰ ہجري میں تاج و تخت دکن کے مالک ہوے - خاندان بہمنیہ میں شان و شوکت ' رعایا پروري ' غربا نوازي کے لحاظ سے سب بادشاہوں سے ممتاز تھے -

تخت نشین ہوکر اپنے بھائي احمد خان کو خان خاناں کا خطاب دے کر امیر الامرا بنایا - ان ہي کے عہد میں حضرت خواجہ بندہ نواز سید محمد حسیني گیسو دراز قدس سرہ العزیز دہلي سے تشریف فرماے گلبرگہ ہوے تھے - احمد خاں خان خاناں نے آپ کے لئے ایک خانقاہ بنوادي تھي - اسي میں آپ فروکش ہوے تھے - خان خاناں اکثر آپکي خدمت مبارک میں حاضر ہوا کرتے اور فیض ظاهري و باطني حاصل کرتے تھے - سنہ ۸۱۰ ہجري میں سلطان فیروز شاہ نے اپنے فرزند حسن خاں کو ولي عہد بناکر حضرت کي خدمت میں دعاے خیر کے لئے بھیجا - آپ نے کہلا بھیجا کہ " جب تم نے اس کو بادشاہي دے دي تو پھر فقیر کي دعا کي کیا حاجت ہے " سلطان کي طرف سے اصرار ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ " عالم بالا سے یہ فیصلہ ہوچکا ہے کہ تمہارے بعد تمہارا بھائي تخت نشین ہو - اس صورت میں کسي اور کے حق میں دعا کرني بیکار ہے " - چنانچہ حضرت کي پیشین گوئي صادق آئي ' اور وہ اِس طرح کہ فیروز شاہ سخت علیل ہوے اور اپنے بھائي کو اپنا

جانشین بنادیا اور دس دن کے بعد جان بحق تسلیم ہوے - آخر خان خاناں ہي بادشاہ بنے -

فیروز شاہ بڑے عالم و فاضل، علم پرور، عادل، عاقل، مدبر، فیاض اور متشرع بادشاہ تھے - دن بھر میں جب فرصت پاتے، ایک ربع جز و کلام مجید لکھتے اور اُس کو فروخت کرکے بسر اوقات کرتے - ہر شب دو پہر رات تک علما، مشایخ، شعرا، قصہ خواں، افسانہ گو اور خوش طبع لوگوں سے ہمکلام رھتے اور ان سے مساویانہ اور برادرانہ سلوک کرتے تھے - اکثر ممالک کے اہل کمال ان کے یہاں جمع تھے اور ان کے خوان فیض سے بہرہ اندوز ہوا کرتے تھے - خود سلطان بہت سي زبانوں کے ماہر تھے - ہر ملک کے باشندوں سے ان ہي کي زبان میں گفتگو کرتے تھے - قوت حافظہ اس بلا کي تھي کہ جو بات ایک یا دو دفعہ سن لیتے پھر کبھي نہیں بھولتے تھے - اکثر علوم بالخصوص تفسیر، اصول، حکمت طبعي و نظري میں دستگاہ کامل حاصل تھي - ہر ہفتے میں تین دن سنیچر، پیر اور بدھ طلبا کو پڑھانے کے لئے مخصوص تھے - اگر دن میں فرصت نہ ملتي تو رات کو وقت نکالتے - حضرات صوفیۂ صافیہ کے اصطلاحات و مقامات و حالات سے خوب واقف تھے - بہت اچھے شاعر تھے - کبھي عروجي اور کبھي فیروزي تخلص کرتے تھے - طبیعت میں دقت پسندي اور مضمون آفریني تھي، جیسا کہ ذیل کے چند اشعار سے معلوم ہوتا ھے :—

بداں مثابہ ز غم دہر بردلم تنگ است
کہ دل بہ لذت سوداے عشق در جنگ است *
گل امید شگفت از نسیم وعدہ ولے
ز آفتاب غم انتظار بیرنگ است *
بہ قطع راہ محبّت مخور فریب امید
کہ غایت ابدش ابتداے فرسنگ است *
بجز سرود محبت نکرد زمزمہ نے
کہ ہرچہ خارج ایں پردہ ننگ آهنگ است *

دلے بہ سینہ لبا لب ز دوستي دارم
کہ پیش اہل جہاں بے بہا تراز سنگ است *
دماغ طبع عروجي چہ دلکشا چمني است
چمن نگوي کہ آں آسمانِ فرہنگ است *
کرشمہ جنبش آموز است مژگان درازش را
ستم کرد است واجب ہر زماں تعلیم نازش را *
محبت چاک بر دل مي زند ہرگہ کہ در بندي
بخود مخصوص مي بینم تغافل ہاے نازش را *
مباد آسیب نقصاں یا بد از سوز دلم تارے
بدل چوں رہ دہم اندیشۂ زلف درازش را *

رباعي

در آتش ہرزہ فکر زائل نکني * اندیشہ بہر خیال مائل نکني
ایں نقد خزینۂ دماغ است بگوش * تا صرف بجنس ہاے باطل نکني

آخر سنہ ۸۲۵ ہجري میں ملک بقا کي راہ لي -

وفائي

وفائي تخلص - اسمٰعیل عادل شاہ نام - فرزند یوسف عادل شاہ - کم سني میں باپ کے انتقال کے بعد تخت نشیں ہوے - باپ کي وصیت کے موافق امور سلطنت کي نگراني کمال خاں دکني کے تفویض کي گئي - ابتدا میں اُس نے ریاست کي خیر خواہي کي - مگر کچھ دنوں کے بعد کمال نمک حرامي سے خود بادشاہ بننے کي تدبیریں کرنے لگا - کم سن فرماں روا کي والدہ پونجي خاتون نے یہ حال دیکھ کر اس کو یوسف ترک کے ہاتھ سے قتل کرادیا - اس کے بعد اسمعیل عادل شاہ نے طمانیت کے ساتھ حکمراني کي -

یہ بادشاہ بڑا حلیم و کریم و سخي تھا - علماء فضلا اور شعرا کو ہمیشہ اپني صحبت میں بلاتا اور اُن کے ساتھ اچھا سلوک کرتا -

موسیقي اؤر شاعري میں ید طولی رکھتا تھا - جیسا کہ اُس کے مندرجۂ ذیل اشعار سے ظاہر ھے :—

دل خوبان ز قید مہر آزاد است پنداري
مدار دلبري بر جور و بیداد است پنداري *
مرا صد محنت از عشق تو بر دل میرود ہردم
دل ویران عاشق محنت آباد است پنداري *
ز ہجرت آتشے دارم به دل کز بہر تسکینش
نصیحت هاي سرد زاہداں باد است پنداري *
ز عشق قامتت سرو سہي را ماند پادر گل
دلش صد پارہ و زبار دل آزاد است پنداري *
دل ریش وفائي آنچناں خو کردہ با تیرش
که پیکانش بجاے مرهم افتاد است پنداري *

شب ہجر جز گریه کارے ندارم * بجز دیدۂ اشکبارے ندارم
شبے نگزرد کز فراق تو چوں شمع * پر از اشک حسرت کنارے نه دارم
من و عشق و رندي و کوي ملامت * براہ سلامت گزارے ندارم
ازاں باغمش خو گرفتم وفائي * که غیر از غمش غمگسارے ندارم
دل به زلفش حکایتے دارد * از شب غم شکایتے دارد
تا کے آزار اہل دل طلبي * بے وفائي نہایتے دارد
غم دل میخورم ز غصه که یار * با رقیباں عنایتے دارد
دل سختش ز آہ من شد نرم * آہِ عاشق سرایتے دارد
اي وفائي منال از ستمش * که ستم نیز غایتے دارد

پچیس سال حکومت کرنے کے بعد سنه ۹۴۱ ہجري میں احکم الحاکمین کا حکم آپہنچا اؤر انھوں نے حیات مستعار واپس سپرد کردي -

جمشید

جمشید تخلص - جمشید خاں نام - جمشید قطب شاہ خطاب شاہي - فرزند قطب الملک سلطان قلي قطب شاہ -

سنہ ۹۵۰ ہجري میں جمشید نے میر محمود ہمداني کے ہاتھ سے اپنے باپ کو قتل کرا دیا - واقعہ یوں ہے کہ ایک روز قطب الملک سلطان قلي قطب شاہ (سنہ ۹۱۸ تا سنہ ۹۵۰ ہجري) قلعۂ گولکنڈہ کي جامع مسجد میں عصر کي نماز پڑھ رہا تھا - میر محمود نے عین حالت نماز میں قتل کر ڈالا - جمشید خاں اسیر تھا - اس کو فوراً رہا کر دیا - اس کے بعد بعض مفسدوں سے ساز باز کرکے قطب الملک کے بڑے بیٹے ملک زادہ قطب الدین کو اندھا کرا دیا اور جمشید خاں تخت نشیں ہوا - یہ بادشاہ صاحب علم و فضل اور شاعر تھا - یہ دو شعر جمشید کے ہیں :—

کاکل و چین زلف و خال لبت
ہر یکے در کمال رعنائي *
جا سر زلف تو سودائے سیاہے دارم
این چہ سود است کہ با زلف چو شام است مرا *

سنہ ۹۵۷ ہجري میں سات سال اور چند ماہ کي حکومت کے بعد مرض سرطان سے انتقال کیا اور اپنے ہي مقتول باپ کے مقبرے کے پاس سپرد خاک کیا گیا -

صادق

صادق تخلص - مرزا صادق نام - والد کا نام اور سال ولادت معلوم نہیں - سلطنت نظام شاہي میں منجملہ اور فضلا کے مرزا صادق بھي تھے - بہ لحاظ علم و دانش برگزیدہ اور فن انشا و شاعري میں چیدہ تھے - کلام کا نمونہ ان رباعیوں سے معلوم ہوگا :—

رباعي

من مصحف اقدس مقدس کیشم
من ہیکل علوي قضا اندیشم *
خواہي ز زمانہ چشم زخمت نہ رسد
تعویذ تو ام ' جدا مکن از خویشم *
اي روشني چشم ز ہجراں بیدار
اي وصل تو مرهم درون افگار *

از ہجران تو بیقرار است دلم
یک لحظه کنار خاطرم گیر قرار*

ایک نمک حرام مرزا خاں نامي نے بد خواہي اور خود غرضي سے میراں حسین نظام شاہ ثاني کو سنہ ۹۹۶ ہجري میں قتل کروایا - حبشیوں اور دکنیوں نے بسر کردگي جمال خاں اس کور نمک کا کام تمام کردیا اور قلعے میں گھس کر اہل قلعہ کو تلوار کے گھاٹ اتارا - بے گناہ مقتولوں میں مرزا صادق بھي تھے -

فہیمي

فہیمي تخلص - اِن کا نام و سال ولادت وغیرہ معلوم نہوسکا -

ابراہیم عادل شاہ والي بیجاپور کے عہد کے شاعر ہیں - خواجہ سعد الدین شیرازي ' المخاطب بہ شہنواز خاں بادشاہ کے مقرب اور وکیل تھے - فہیمي پر ان کي بڑي عنایت تھي - فہیمي بھي ہمیشہ ان کي خیر مناتے رہتے تھے - سنہ ۱۰۱۰ ہجري میں شہنواز خاں کے بیٹا ہوا - علاء الدولہ اس کا نام رکھا گیا - فہیمي نے اس موقع پر ایک طولاني قصیدہ لکھا جس کے چند اشعار یہ ہیں :—

شگفتہ روئي این نو گل جہاں افروز
چمن چمن گل عشرت ببوستاں آورد *
ہزارو دہ بود از سال ہجرت نبوي
چنیں شمار حکیم حساب داں آورد *
مسافرے ز دیار جلال و جاہ رسید
کہ بخت و دولتش از بہر ارمغاں آورد *
ز بہر زائچۂ طالع ہما یونش
مہندس فلکي کلک درمیاں آورد *

اس سے معلوم ہوتا ھے کہ فہیمي سنہ ۱۰۱۰ ہجري تک زندہ تھے - سال وفات معلوم نہیں -

آفتاب

آفتاب تخلص - میر احمد خاں نام - نظام الدولہ ناصر جنگ خطاب - نواب آصف جاہ نظام الملک والي حیدر آباد کے دوسرے فرزند - سال ولادت معلوم نہیں -

سنہ ١١٦١ ہجري میں اپنے والد کے انتقال کے بعد مسند نشیں ہوکر برھان پور سے اورنگ آباد تشریف فرما ہوے - یکایک احمد شاہ بادشاہ دہلي نے کسي امر سلطنت کے انتظام کے لئے آپ کو طلب فرمایا - اگرچہ ملک میں بعض باغیوں نے بے طرح سر اٹھایا تھا مگر حکم شاہي کے موافق آپ مع خدم و حشم روانہ ہوے - دریاے نربداہي تک پہنچنے پاے تھے کہ فرمان شاہي ملا کہ " آپ کے آنے کي ضرورت نہیں ھے " - اِس لئے اورنگ آباد واپس ہوگئے -

ہدایت محي الدین خاں المخاطب بہ مظفر جنگ (دختر زادۂ نواب آصف جاہ) ناظم رائچور کي شورش کي خبریں آنے لگیں - حسین دوست خاں نایطي عرف چندا صاحب نے ہدایت محي الدین خاں کے ساتھہ ساز باز کرکے ارکات پر قبضہ کرلینے کا ارادہ کیا اؤر فراسیسوں کي مدد سے نواب سراج الدولہ انور الدین خاں بہادر شہامت جنگ پر، جو ناظم ارکات تھے، حملہ آور ہوا - میدان جنگ میں نواب انور الدین خاں جوھر شجاعت دکھاکر شہید ہوگئے - اس واقعے کي اطلاع نواب ناصر جنگ کو ملي تو ان کے اؤر فراسیسوں کے درمیان جنگ چھڑ گئي، نواب صاحب نے فتح پائي - ہدایت محي الدین خاں گرفتار ہوے - چونکہ فراسیسي خیرگي اؤر شورش پر اترے ہوے تھے، ان بد کیشوں کي تنبیہ کے لئے فوج کا ایک دستہ معین کرکے نواب ناصر جنگ ارکات کي طرف روانہ ہوے - اسي اثنا میں فراسیسوں نے چنجي کا قلعہ فتح کرلیا - اس واقعے سے نواب ناصر جنگ کو سخت ملال ہوا اؤر با وجود کثرت بارش آپ نے چنجي کا رخ کیا - کرناٹک کے علاقے کے افغان سرداروں نے نمک خواري کا پاس نہ کرکے

ملک و مال کي حرص سے خفیہ طور پر فرانسیسوں کي حمایت کي اوڑ نواب کو شہید کر ڈالا ۔ لاش اورنگ آباد بھیجي گئي اوڑ حضرت شاہ برھان الدین غریب قدس سرہ العزیز کے مزار مبارک کے پاس اپنے والد کي قبر کے پہلو میں مدفون ھوے ۔

نواب ناصر جنگ اچھے شاعر تھے ۔ فن شعر میں آزاد بلگرامي سے تلمّذ تھا ۔ ایک ضخیم دیوان آپ نے یاد گار چھوڑا ۔ اشعار ذیل بطور نمونہ ملاحظہ ہوں :-

گر خضر کرد صرفہ ز اسکندر آب خویش
خضر خط تو آب بقا مي دہد مرا *
دل بہ دست خال او دادن خطاست
سازم از زنگي نہاں آئینہ را *
مي کند سحر در علاج دلم
نرگس یار گرچہ بیمار است *
موسم پیري است مي باید عصا
دست ما در گردن مینا خوش است *
در محفل سپہر ندیدیم امتیاز
بر آفتاب و ماہ زحل را تقدم است *
اگر بوے آں گل صبا مي رساند
بہ زخم دل ما دوا مي رساند *
فلک گرچہ دارد تلاش جدائي
بہم دوستاں را خدا مي رساند *
ابر دریا دل بدست گوھر افشاں مي رسد
اي صدف دامن کشا کارت بہ ساماں مي رسد *

نواب ناصر جنگ کي تاریخ شہادت میر آزاد بلگرامي نے یہ لکھي ھے :-

نواب عدل گستر عالي جناب رفت
فرصت نہ داد تیغ حوادث شتاب رفت *
۱۱۶۳ ھ

در ہفدہم ز ماہ محرم شہید شد
تاریخ گفت نوحہ گرے " آفتاب رفت " *
۱۱۶۴ ہجری

رسا

رسا تخلص - جان مرزا نام - مرزا خاں خطاب - فرزند سید میر جان - حیدر آباد مولد - سال ولادت معلوم نہیں - رسا کے اجداد ہمدان کے رہنے والے اور سادات حسینی میں سے تھے - ان کے اجداد میں سے ایک صاحب میر شاہ طاہر نام شہنشاہ اکبر (سنہ ۹۶۳ تا سنہ ۱۰۱۴ ھ) کے عہد میں ہندوستان آے - بادشاہ نے بڑی عزت و توقیر کی اور چند مواضع بطور جاگیر عطا کئے - پھر وہ دکن آے - سلاطین دکن نے ان کی ایسی خاطر داشت کی کہ وہ یہیں کے ہو رہے -

رسا کے والد میر جان بھی زیور علم و فن سے آراستہ تھے - شہنشاہ عالم گیر کے زمانے میں اُنھیں اچھے اچھے مناصب پر سرفراز کیا گیا اور انہوں نے بھی شایستہ خدمتیں کیں -

رسا کی ولادت بلدۂ حیدر آباد میں واقع ہوی - نواب آصف جاہ (سنہ ۱۱۳۷ تا سنہ ۱۱۶۱ ھ) کے لشکر میں تعلیم پائی - اپنے والد ہی سے درسی کتابیں پڑھیں اور ایسی قابلیت حاصل کی کہ قلیل مدت میں نواب موصوف کے مصاحب ہوگئے اور آخر عہد میں دار الانشا کے میر منشی بھی مقرر کئے گئے -

بہت خوش خلق تھے، اس لئے شہر بھر کے محبوب تھے - نواب کے ہم رکاب دہلی ہو آئے تھے اور وہاں کے مشہور شعرا سے خوب ملاقاتیں رہی تھیں - خود اچھے سخن سنج اور سخن فہم تھے - اُن کے کلام کا انداز یہ ہے :-

از غم ہر کس بہ دل فریاد می آید مرا
شیشہ ہر جا بشکند دل یاد می آید مرا *

رحم کن ای باغباں گلدستۂ پیش من میار
مجمع یاراں رنگیں یاد می آید مرا *
در سرا پردۂ دل ہر نفس آوازے ہست
کہ دریں خانہ نہاں خانہ بر اندازے ہست *
خود راز تنگی قفس آزاد می کنم
ایں مشت پر تواضع صیاد می کنم *
نہ رسم اگر بہ بزمش ز ہجوم نارسائی
بہ خیال آستانش من و مشق جبہہ سائی *
کہ برد پیام مارا بحریم خوش نگاہاں
رقمے نمودہ آہم دو سہ مصرع ہوائی *

سنہ ۱۱۷۴ ہجری میں بمقام حیدر آباد وفات پائی آزاد بلگرامی نے تاریخ کہی :—

شیرازۂ نظم میرزا خاں * ہم نثر بہ فکر او مباہی
تاریخ وفات او خرد گفت * پیوست برحمت الہی
۱۱۷۴ ھ

جرأت

جرأت تخلص ـ میر محمد ہاشم نام ـ موسوی خاں اور معز الدولہ خطاب ـ فرزند میر محمد شفیع ـ اورنگ آباد مولد ـ سال ولادت سنہ ۱۰۸۸ ہجری ہے ـ

ان کے والد اور دادا شہنشاہ عالم گیر کے عہد میں ہندوستان آئے ـ دونوں کو شاہی ملازمتیں مل گئیں ـ کچھ دنوں کے بعد بسلسلۂ ملازمت اورنگ آباد تبدیل ہوے ـ یہیں توطن اختیار کرلیا ـ اسی شہر میں جرأت پیدا ہوے ، اپنے والد ہی سے تحصیل علم کی ـ

امیر الامرا سید حسین علی خاں کا عروج ہوا تو اُن تک رسائی ہوی اور انہوں نے دھارور ضلع اورنگ آباد کا قلعہ دار مقرر کر دیا ـ سنہ ۱۱۳۱ ہجری میں امیر الامرا دہلی گئے تو جرأت بھی ہم رکاب

تھے - جب طبقۂ سادات کا زوال ہوا تو جرأت کي عمر ۱۰۵ برس کي تھي - اس کے بعد سے آخر عمر تک وہ نواب آصف جاہ اور آپ کے جانشینوں کي سرکار میں دارالانشا کي میر منشي گري اور دیگر معزز عہدوں پر ممتاز رہے - اسي اثنا میں معز الدولہ کا خطاب بھي پایا -

نظم و نثر میں ان کا پایہ اتنا بلند تھا کہ جب وہ آصف جاہ کے ہمرکاب محمد شاہي دربار میں باریاب ہوے تو نواب ممدوح نے ان الفاظ کے ساتھ اُن کي تقریب کي کہ "موسوي خاں اس زمانے کے ابوالفضل ہیں" -

زمانۂ قیام دہلي میں جرأت وہاں کے علما سے ملے اور اُن سے استفادہ کیا - ان کے کلام کا یہ نمونہ ہے :—

جاں از خیال حسن تو ہمدوش آفتاب
یادت بدل چو نور در آغوش آفتاب *

در یاد خدا باش کہ کارے بہ ازیں نیست
سیّاحي دل کن کہ دیارے بہ ازیں نیست *

بے بہار خلق شہرت با هنر دمساز نیست
نگہت گل بے شگفتن قابل پرواز نیست *

شب کہ در بزم چمن ساز طرب آمادہ بود
دانۂ انگور قندیل چراغ بادہ بود *

فارغ از ہر دو جہاں بندۂ احسان توام
سر و آزادم و پابند گلستانِ توام *

خط دمید است ز لعل نمکینش عجب است
کز نمک زار نہ رست است گیاهے کاهے *

سنہ ۱۱۷۵ ہجري میں بمقام اورنگ آباد انتقال کیا اور وہیں مدفون ہوے - آزاد بلگرامي نے تاریخ رحلت کہي :—

موسوي خاں ز کلک گوهر بار * آبرو داد شعر و انشا را
گفت تاریخ رحلتش آزاد * کرد جرأت وداع دنیا را
۱۱۷۵ ھ

مولانا سیّد قمر الدین

سید قمر الدین نام - تخلص معلوم نه هوا - غالباً تخلص رکھا ہي نہیں - فرزند سید منیب الله - اورنگ آباد مولد - سنه ۱۱۲۳ ہجري میں پیدا هوے -

آپ کے آباے کرام خجند کے سادات سے تھے - ان میں سے ایک صاحب ' سید ظهیر الدین نام سب سے پہلے خجند سے ہندوستان وارد هوے اؤر امین آباد مضافات لاهور میں سکونت اختیار کي - اُن کے پوتے سید محمد فرزند سید عنایت الله امین آباد سے دکن آئے اؤر شیخ مظفر برهانپوري کے هاتھ پر بیعت کي (شیخ مظفر شیخ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثاني رحمة الله علیه کے مریدوں میں سے تھے اؤر طریقۂ نقشبندیه رکھتے تھے) اس طریقے میں آپ نے اتني ترقي کي که آپ کا شمار اولیاء الله میں هوتا هے - اس نواح میں آکر آپ بالاپور علاقۂ برار میں مقیم هوے اؤر طالبان حق کي رہ نمائي فرمائي - آپ نے سنه ۱۱۱۷ ہجري میں وفات پائي - تاریخ وصال ' شمع بہشت ' هے -

۱۱ ھ ۱۷

سید محمد صاحب کے فرزند سید منیب الله صاحب ہیں - آپ اپنے والد ماجد کے سجاده نشین هوے اؤر بالاپور سے اورنگ آباد منتقل هو آئے اؤر وهیں سنه ۱۱۶۱ ھ میں انتقال فرمایا - تاریخ وفات ' متوجه بہشت ' هے -

۱۱ ھ ۶۱

مولانا سید قمر الدین صاحب نے کم سني ہي میں قرآن مجید حفظ کیا اؤر علماے اورنگ آباد کي خدمت میں درسی کتابیں پڑھیں - اپني خدا داد ذکاوت سے مختلف علوم خصوصاً حکمت و تصوف میں بڑا کمال پیدا کیا - آپ کي تصنیف ' مظهر النور ' جو مسئلۂ واجب الوجود پر سنه ۱۱۶۴ ھ میں لکھي تھي ' آپ کے علم و کمال کي شاہد هے - زهد و تقوي اؤر معرفت الهي میں اپنے فضل و کمال سے کچھ

زیادہ ہي تھے - طریقۂ نقشبندیہ میں اپنے والد ماجد سے بیعت رکھتے تھے -

سنہ ۱۱۵۵ ہجري میں دہلي گئے اور وہاں کے علما و مشائخ سے ملاقات کي - چودہ مہینوں کے بعد حضرت مجدد الف ثاني رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کي زیارت کے لئے سر ہند گئے اور وہاں سے لاہور - ہر جگہ مشائخ و علما سے مل کر پھر دہلي آئے اور کچھ روز وہاں مقیم رہکر اورنگ آباد واپس آ گئے - ۱۱۷۴ ہجري میں حرمین شریفین روانہ ہوے - پہلے مدینۂ طیبہ میں حاضر ہوے - پھر بیت اللہ شریف گئے اور حج سے مشرف ہوے - مدینۂ طیبہ اور مکۂ معظمہ کے سر بر آوردہ لوگوں نے آپ کي بڑي تعظیم و تکریم کي - سنہ ۱۱۷۵ ھ میں اورنگ آباد مراجعت فرمائي -

صاحب 'خزانۂ عامرہ' نے لکھا ھے کہ آپ کي طبیعت موزوں تھي - اس لئے کبھي کبھي شعر کہہ لیا کرتے تھے - لیکن آپ کي شان شاعري سے بہت ارفع تھي -

کلام کا نمونہ یہ ھے :-

لقمۂ دوناں رساند در گلوے خویشتن
شست اول ہر کہ دست از آبروے خویشتن *
مشت خاکم دست و دامان تو شد
گر نیفشاني فتد بر پاے تو *
دنیا زن است و طالب آں ہم مؤنث است
زین وجہ روز مرد خدا در قفا کند *

آپ نے اپنے حج کي یہ تاریخ کہي :-

احرام حرم ز ہند بستم * گشتم ز طواف کعبہ مسرور
بخشید بمن ہزار نعمت * این خانہ ہمیشہ باد معمور
از دولت روضۂ مقدس * دل یافت سرور و دیدہ ها نور
حج مبرور سعي مشکور * وارد شدہ در دعاے ماثور
۱۱۷۴ ھ
گیرند اگر دو جیم تشدید * تاریخ شود دعاے مذکور

آپ کي رحلت کا سال معلوم نہوا - چونکہ حج سے فارغ ہوکر آپ سنہ ۱۱۷۵ ہجري میں اورنگ آباد واپس ہوے' اس سے ظاہر ہوتا ھے کہ آپ اس (سنہ ۱۱۷۵ ہجري) تک زندہ تھے - یہي وجہ ھے کہ ہم نے ان کا ذکر جرأت (المتوفي سنہ ۱۱۷۵ ھ) کے بعد کیا ھے -

صارم

صارم تخلص - میر عبد الحي نام - صمصام الدولہ' صمصام الملک خطاب - فرزند نواب صمصام الدولہ شہنواز خاں شہید - اورنگ آباد مولد - سنہ ۱۱۴۲ ہجري سال تولد ھے -

ان کے والد نواب نظام الدولہ ناصر جنگ والي حیدر آباد دکن (سنہ ۱۱۶۱ تا سنہ ۱۱۶۴ ھ) کے دیوان تھے اؤر سنہ ۱۱۷۱ ہجري میں شہید ہوے -

صارم نے فضلاے عصر سے عربي اؤر فارسي تحصیل کي - پھر ملازم ہوگئے - سنہ ۱۱۶۲ ھ میں خطاب خاني اؤر منصب نیز صوبۂ برار کي دیواني عطا ہوي - رفتہ رفتہ اورنگ آباد کي نظامت اؤر دولت آباد کي قلعہ داري پر سرفراز ہوے اؤر صمصام الدولہ کا خطاب مرحمت ہوا - نواب میر نظام علي خاں والي دکن (سنہ ۱۱۷۵ تا سنہ ۱۲۱۸ ھ) کے عہد میں خطاب صمصام الملک اؤر دکن کي دیواني پائي -

صارم زبردست شاعر تھے - طبیعت میں مضمون آفریني تھي - پہلے وقار تخلص کرتے تھے' بعد کو ' صارم ' اختیار کیا - فارسي اؤر ہندي دونوں میں شعر کہتے تھے -

اُن کے چند فارسي اشعار یہ ہیں :-

به سیر باغ چو آں مي پرست برخیزد
گل از چمن کدہ ساغر بدست برخیزد *

سخن بقدر ضرورت بود بزرگاں را
که جز جواب نگردد صدا ز کوہ بلند *

بر خاطر تو راز دو عالم شود عیاں
پیش نگاہ تست اگر دوربین دل *
بہ گلشنے کہ تو سر منشأ طرب باشي
چہ لازم است کہ چوں غنچہ بستہ لب باشي *
بہ انتظار تو آراستیم خانۂ چشم
چہ میشود اگر آئي و چند شب باشي *

ہندي اشعار ملاحظہ ہوں :-

فلک گرتا ' زمین پھٹتي ' چمن سے رنگ اتر جاتا
اگر میں اپنے دل کا حال اي ظالم بیاں کرتا *
سجن ! تجھ زلف میں ہل چل رہا ھے
ہمارے ہاتھ میں کب دل رہا ھے *
نہیں کھلتا بہار و باغ سوں دل
یہي عقدہ مجھے مشکل رہا ھے *

سنہ ۱۱۹۶ ہجري میں قلعۂ کولاس کے اطراف میں انتقال کیا ۔ چند روز وہیں سپرد خاک کئے گئے ۔ بعد کو حیدر آباد دکن لے جاکر یاقوت پورہ کے باہر دفن کیا گیا ۔ میر غلام علي آزاد نے رحلت کي تاریخ کہي :-

افسوس کہ رفت امیر عالي گوہر
دیوان رکن و صاحب فضل و ہنر *
تاریخ وفات ایں امیر دانا
' صمصام الملک عقل کُل کرد سفر ' *
سنہ ۱۱۹۶ ہجري

شفیق

شفیق تخلص ۔ لچھمي نارایں نام ۔ فرزند منسارام کھتري ۔ اورنگ آباد مولد ۔ سنہ ۱۱۵۸ ھ سال ولادت ۔ آپ کے دادا بھواني داس عالمگیري لشکر کے ہمراہ دکن آئے اور اورنگ آباد میں قیام کرکے بذریعۂ ملازمت عزت و آبرو کے ساتھ زندگي بسر کي ۔

شفیق کے والد منسارام اپنے والد کے انتقال کے وقت دو برس کے تھے - ان کے ہم قوم لالہ جسونت راي ان کي پرورش اؤر تعلیم کے متکفل ہوے - انھوں نے بڑي قابلیت پیدا کي - نواب آصف جاہ والي حیدر آباد کے عہد میں دکن کے چھہ صوبوں کي صدارت کي پیشکاري پائي اؤر قریباً چالیس سال اس خدمت کے فرایض نہایت خوبي سے انجام دئے - نواب صمصام الدولہ شہنواز خاں وزیر دکن نے انھیں بڑا منصب عطا فرمایا -

شفیق کو ہوش سنبھالتے ہي علم کا شوق پیدا ہوا - شروع سے آخر تک میر آزاد بلگرامي کے فیض جاري سے مستفیض ہوتے رہے - بہت اچھے شاعر تھے - کلام میں چستي و فصاحت تھي - فارسي اؤر ریختہ دونوں میں شعر کہتے تھے - دونوں زبانوں کے دو ضخیم دیوان غیر مطبوعہ موجود ہیں - تاریخ نویسي میں مہارت تامہ تھي - مآثر آصفي - مآثر حیدري وغیرہ ان کے تصانیف ہیں - شاعروں کے دو تذکرے لکھے - ایک 'گل رعنا' جس میں شعراے ہند کے حالات ہیں اؤر دوسرا 'شام غریباں' جس میں ان شعراے ولایت کا ذکر ہے' جو ہند میں وارد ہوے -

شفیق نواب عالي جاہ فرزند نواب نظام علي خاں آصف جاہ ثاني (سنہ ۱۱۷۵ تا سنہ ۱۲۱۸ ھ) کي سرکار میں ملازم تھے - منصب اؤر خطاب دولي چند سے بھي سرفراز تھے -

کلام کا نمونہ یہ ہے :—

مصرع ابروے او بسم اللہ دیوان ما
مصحف رخسارۂ او دین ما ایمان ما *
بسکہ از گفتار ماریزند یاراں رنگ ہا
گردۂ صورت گراں شد صفحۂ دیوان ما *
بر دل ما التفاتے ہست چشم یار را
الفت بسیار با مینا بود مي خوار را *

چشم او بر ما نگاهے گر ندارد عیب نیست
می شود پرهیز لازم مردم بیمار را *
گرچه ای دوست ندیدم چمن روے ترا
دایم از باد صبا می شنوم بوے ترا *
ہر کہ آں جا برود باز نگردد ہرگز
ہست خاصیّت گلزار ارم کوے ترا *
بر زمین آمده از دور زمیں بوس کند
ماه نو گر نگرد گوشۂ ابروے ترا *
سنبل تازه و ترددده شود در چشمم
گر نه بینم به چمن سنبل گیسوے ترا *
خواہد از گوشۂ چشمت نگہ لطف شفیق
آرزوے به ازیں نیست دعا گوے ترا *
شکست توبۂ مارا بهار شد باعث
ہزار بار نواے ہزار شد باعث *
خدا گواه که می را به لب نیا لودم
براي مستي من چشم یار شد باعث *
شفیق نے ۱۲۰۱ ہجري میں انتقال کیا ۔

رفیع

رفیع تخلص، غلام رفاعي نام ۔ محمد رفیع الدین عرف ۔ فرزند محمد شمس الدین قادري دکني ۔ قندهار علاقۂ دکن مولد ۔ ۱۹ جمادي الاخري سنه ۱۱۶۴ ہجري تاریخ ولادت هے ۔

جناب رفیع نے ایک تذکره بنام ' انوار القندهار ' لکها هے ۔ اس میں اپنے متعلق لکهتے ہیں که :— " فقیر کے والد بزرگوار جو مرد صالح تهے ایک موقع پر حضرت حاجي سیّاح سرور سعید الرفاعي قدس سره العزیز کي خانقاه کي مسجد میں معتکف تهے ۔ حضرت حاجي صاحب نے خواب میں ایک صحنک کهانے کي بهري هوي دي اور فرمایا که تمهارے

ایک لڑکا پیدا ہوگا ۔ اس کو میرے نام سے موسوم کرنا ۔ چنانچہ میں پیدا ہوا تو میرا نام والد نے غلام رفاعي رکھا اوٗر عرف محمد رفیع الدین“ ۔

غرض جناب رفیع نے اورنگ آباد میں حضرت قمر الدین رحمہ اللہ مذکور الصدر کي خدمت میں تمام علوم عقلي و نقلي حاصل کئے ۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ قدس سرہ کے مرید ہوے اوٗر آپ ہي سے خرقۂ خلافت پایا ۔ چند بار مرشد کي زیارت کے لئے نلور گئے اوٗر آپ ہي کے حکم سے حرمین شریفین حاضر ہوے اوٗر متعدد حج کرکے قندھار واپس آگئے ۔ اچھے شاعر تھے ۔ یہ دو شعر آپ کے کلام کا نمونہ ہیں :—

ز روي لطف بکس بوسہ دادۂ شاید

کہ ہمچو شبنم گل نقش بر دہن باقي است *

یار در بر دارم و مشتاق دیدارم ہنوز

محو از خود گشتہ ام محتاج تکرارم ہنوز *

سنہ ۱۲۴۱ ہجري میں بمقام قندھار وصال ہوا ۔ آپ کے شاگرد ’والا‘ نے (جن کا حال اسي تذکرے میں ملے گا) تاریخ رحلت کہي :—

پیوستہ برحمت حق

۱۲ ھ ۴۱

جذب

جذب تخلص ۔ میر اکرام علي نام ۔ فرزند میر لطف اللہ خاں بہادر ۔ حیدر آباد مولد ۔ سال ولادت سنہ ۱۲۵۰ ھ ہے ۔

جذب ‘ سید فتح اللہ بہادر عالم گیري کي اولاد میں سے تھے ۔

سات ہي سال کے تھے کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا ۔ اپنے حقیقي ماموں محمد فخر الدین حیدر خاں کے زیر نگراني پرورش پائي ۔ عربي صرف و نحو اوٗر فارسي کي چند درسي کتابیں میر تفضل حسین عطا سے پڑھیں ۔ فارسي اوٗر ہندي اشعار کي اصلاح بھي اُن ہي سے لیتے رہے ۔ جناب شمس الدین فیض رحمہ اللہ سے اس فن میں فیض حاصل کیا ۔

سنہ ۱۲۶۸ ہجري میں سیاحت کي غرض سے مدراس آئے اؤر چونکہ نواب غلام محمد غوث خاں بہادر نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۴۱ تا سنہ ۱۲۷۲ ہجري) کي والدۂ محترمہ کے عزیزوں میں سے تھے ؛ لہذا نواب موصوف کي سرکار میں بھي باریاب ہوے ۔ ذکي الطبع اؤر روشن دماغ تھے ۔ کلام کا یہ نمونہ ہے :—

به جانان از تب و تاب دلم بنوشته ام نامه
بجا باشد شود گر نامه بر مرغ کباب این جا *
دلم از ہر خم گیسوش به بند دگر است
یک اسیر است گرفتار به زندانے چند *
ماتم اي دل که برفت از کف من دامن یار
اي جنوں مژده که دستم به گریباں آمد *
ناله بر داشت صد علم آنجا
سپر انداخت ہر کجا محشر *
اي چشم پُر آب در چه فکري
شد خانه خراب در چه فکري *

رباعي

افسوس که از وطن جدا افتادم
زاں ساں که ز فردوس جُدا شد آدم *
آدم جو خورده ترک فردوس نمود
من ترک وطن در طلب جو دادم *

جذب کي تاریخ وفات معلوم نہوي ۔

فصل چہارم

وہ فارسي گو ایراني شعرا جو دوسرے شہروں سے مدراس آئے

سخن

سخن تخلص - سید محمد نام - سید محمد خاں بہادر خطاب - اصفہان وطن - سال ولادت معلوم نہ ھوا - سنِّ شعور کو پہنچنے کے بعد وطن سے مچھلي بندر اور وھاں سے مدراس آئے - مدتوں یہاں تجارت کرتے رھے - پھر نواب امیرالامراء بہادر، فرزند دوم نواب والاجاہ فرمانروائے کرناٹک کے ملازم ھوے اور خان کا خطاب پایا - نواب امیرالامراء کا جب انتقال ہوگیا تو اُن کے بعد نواب والاجاہ کي سرکار سے بہادر کا خطاب اور دیوان خانے کي داروغگي مرحمت ھوي -

شاعري میں دستگاہ کامل رکھتے تھے - ایک چھوٹاسا دیوان جس میں قصائد اور غزلیں ہیں، اپني یادگار چھوڑا -

کلام کا نمونہ یہ ھے :—

بہ دل خارے ز عشق گلعذارے کردہ ام پیدا
ازیں خواري بہ عالم اعتبارے کردہ ام پیدا *

فصل بہار گل مرا بوے ز یار مي دہد
غنچہ نشانے از لب لعل نگار مي دہد *

شکوہ از دست تو ہرجانہ توانم کردن
زاري من بہ سر کوے تو دیدن دارد *

آنچہ خوں از غم ہجرانِ تو خوردم عمرے
ایں زماں از مژہ آہنگ چکیدن دارد *

دست بر چاک گریباں زدي و دانستم
صبح امید من امروز دمیدن دارد *

سنہ ۱۲۱۶ ہجري میں وفات پائي -

وفا :

وفا تخلص - مرزا حکیم عبد الباقي الشریف الرضوي نام - فرزند مرزا محمد شفیع خاں - اسلاف کا وطن عراق و خراسان و اصفہان - بغداد شریف مولد - سال ولادت سنہ ۱۲۰۴ ہجري ھے -

بتّیس سال کي عمر تک اپنے والد سے تعلیم پاتے رھے - اُن کے انتقال کے بعد علم معقول اوٗر طب حاصل کرنے کي غرض سے اصفہان پہنچے - وھاں جاکے ان علوم کو حاصل کیا - نو برس کے بعد ایران کے بعض شہروں کي سیاحت کرتے ھوے ہندوستان آئے اوٗر حیدر آباد میں سکونت اختیار کي - عرصۂ دراز تک منیر الملک بہادر دیوان دکن کي صحبت میں عزت اوٗر احترام کے ساتھ رھے - رفتہ رفتہ نواب ناصر الدولہ بہادر والي دکن (سنہ ۱۲۴۴ تا سنہ ۱۲۷۳ ھ) کے دربار میں باریاب ھوکر مصاحب اوٗر طبیب سرکار مقرر ھوے - سنہ ۱۲۴۷ ہجري میں مدراس پہنچے اوٗر یہاں مقیم ھوگئے - پھر سرکار انگریزي کے ایجنٹ کے میر منشي ھوے اوٗر خوب شہرت پائي - ایک مرتبہ اپنے محکمے کے لوگوں سے اَن بَن ھوگئي تو استعفاء دیا - مگر ان کي کارداني اوٗر حسن خدمات کي وجہ سے منظور نہ ھوا -

فن خطاطي میں وفا کو ید طولیٰ حاصل تھا - خوشنویس ہفت قلم کہلاتے تھے -

جب ایران میں تھے تو محمد کاظم والہ اوٗر فتح علي خان صبا ملک الشعراے ایران سے شاعري خصوصاً قصیدہ گوئي میں اصلاح لي - نواب غلام محمد غوث خاں بہادر اعظم نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۳۱ تا سنہ ۱۲۷۰ ہجري) نے بزم مشاعرہ بنام 'مشاعرۂ اعظم' ترتیب دي تو اُس کے رکن بھي رھے اوٗر طرحي وغیر طرحي غزل خوب کہتے تھے -

اُن کے کلام کا نمونہ یہ ھے :-

خورشید را بہ حسن تو سنجیدہ ایم صبح
دیدیم چوں ستارۂ مقرون آفتاب *

چو مرغے کز قفس بیند بحسرت آشیان خود
ز چاک سینه دارد دل نظر برزلف جانانش *

ز وصل یار جدا اوفتاده مي گریم
سر نیاز به ہر در نہاده مي گریم *

ہر نکتۂ که بود نہاں در دلم ز عشق
یک یک سرشک بر رخ من جسته جسته گفت *

وفا کا سال انتقال معلوم نہوا - البته 'گلزار اعظم' کي تالیف کے وقت یعني سنه ۱۲۶۹ ہجري تک زنده تھے -

فصل پنجم

فارسي گو ہندوستاني شعرا جو دوسرے شہروں سے کرناٹک آئے -

قربي

قربي تخلص - سيد شاہ ابوالحسن نام - فرزند حضرت سيد عبد اللطيف نقوي قدس سرهما - بيجاپور مولد - سال ولادت سنه ۱۱۱۷ هـ -

قربي چار سال کي عمر ميں اپنے والد ماجد کے ہمراہ سفر کے لئے نکلے - شانور ميں دو سال اوٗر ارکاٹ ميں چهہ سال قيام رہا - پهر رونق افروز ويلور هوے اوٗر وهيں سکونت اختيار فرمائي -

فارسي کتابيں محمد حسين صاحب بيجاپوري سے' کتب تصوف مثلاً مخزن اسرار و مثنوي شريف محمد فخرالدين نايطي سے اوٗر عربي صرف و نحو محمد ساقي صاحب سے پڑهيں - ذہن کي رسائي اوٗر کثرت مطالعه کي برکت سے تصوف کي معتبر کتب' مثلاً فتوح الغيب' فتوحات مکيه اوٗر فصوص الحکم وغيره پر قادر هوگئے - عربي نثر نہايت فصاحت و بلاغت کے ساتهہ لکهتے تهے - اس پر آپ کے چند خطبات جمعه شاہد ہيں - جناب مولانا باقر آگاه نے اپني کتاب 'تحفة الاحسن في مناقب السيد ابي الحسن' ميں ان خطبوں کا ذکر آپ کے حالات و کرامات کے ضمن ميں کيا هے - اس سے معلوم ہوتا هے که آپ نے پہلے محمد فخرالدين نايطي کے هاتهہ پر بيعت کي اوٗر طريقهٔ قادريه ميں اُن ہي سے خرقهٔ خلافت حاصل کيا - اس کے بعد تمام سلسلوں ميں سيد علي محمد قدس سره سے اجازت بيعت پائي - اس کے بعد جناب خواجه رحمت الله رحمه الله سے سلسله هاے قادريه و نقشبنديه و چشتيه و رفاعيه کي اجازت بهي ملي - شيخ محمد مخدوم ساوي قدس سره سے بهي اذکار و اشغال کي اجازت تهي - مختصريه هے که آپ مرشد اوٗر عارف کامل تهے - ہزاروں طالبان حق آپ کي ہدايت سے راه مستقيم پر پہنچ گئے -

طبیعت خوب موزوں تھي - کبھي کبھي فارسي غزل ' قصیدہ اوٗر مثنوي کہتے تھے اوٗر اُن میں حقایق و معارف کے مضامین باندھتے تھے - ذیل کے اشعار تبرکاً درج ہیں :-

اي آہ برق سیرم بگذر زھرزہ گردي
از حالِ دل خبردہ یک بار جان مارا *
ز زلف او پس از چندیں شب تار
بدست خویش تارے دارم امشب *
قربي حشم آہ تو با نالہ رواں شد
رسم است کہ ہر قافلۂ بے جرسے نیست *
نیست فوّارہ اي پري پیکر
آب بر خاست بہر تفطیمت *

آپ سنہ ۱۱۸۳ ہجري میں بمقام ویلور واصل معبود ہوے اوٗر وھیں سپرد خاک کئے گئے - آپ کے مرید مولانا آگاہ نے ذیل کا قطعۂ تاریخ کہا :-

بوالحسن آنکہ از نم فیضش
چمن دیں چو باغ خلد شگفت *
قرطۂ گوش عرشیاں گردید
آں گہرھا کہ در معارف رفت *
با نہانش عیاں نکردہ ظہور
با عیانش نہاں نماند نہفت *
از پئے واردان مشہد غیب
خس و خاشاک غیر از دل رفت *
کرد زیں طاق تنگ عزم رحیل
تا شود پا جہاں مطلق جفت *
در حریم بقا بہ شاہد قدس
دوش بر دوش شاد و خنداں خفت *
بود جان جہاں ' ازیں معنی
از سفر کردنش جہاں آشفت *

فکر تاریخ رحلتش کردم
'غاب قطب البلاد' هاتف گفت *
۱۱۸۲ ہجري

محفوظ

محفوظ تخلص - محمد محفوظ خاں نام - شہامت جنگ بہادر خطاب - فرزند دویم نواب سراج الدولہ انور الدین خاں بہادر شہید - گوپامئو (اودہ) مولد - سال ولادت معلوم نہ ہوا -

اپنے زمانے کے مشہور علما و فضلا سے فارسي اور عربي پڑھي - علوم عقلیہ و نقلیہ میں خاصي مہارت تھي - طالب علموں کو ہمیشہ اپنے خوان علم سے فیض یاب فرمایا کرتے تھے - بڑے متقي اور متشرع تھے - آپ کے وفور علم کا ایک قصہ مشہور ھے کہ ایک روز اورنگ آباد میں نواب آصف جاہ والي حیدر آباد (سنہ ۱۱۳۷ تا سنہ ۱۱۶۱ ہجري) کے دربار میں علما حاضر تھے - مولوي قمر الدین المخاطب بہ سلطان العلماء صدر بھي موجود تھے - محمد محفوظ خاں بہادر مع اپنے والد کے حاضر تھے - اتفاقاً کسي مشکل فقھي مسئلے کے متعلق استفسار کیا گیا - تمام علما جواب شافي دینے سے قاصر رھے - آپ کے والد نے اپنے فرزند کے اصرار پر بندگان عالي کے حضور میں عرض کیا کہ اگر اجازت ھو تو فدوي زادہ اِس مسئلے پر کچھہ عرض کرے - سب کو حیرت ھوي کہ جب سب کے سب علما اس مسئلے میں عاجز رھے تو ایک طالب علم کیا کہہ سکےگا ؟ اجازت مل گئي تو محفوظ خاں نے بڑي صراحت کے ساتھہ تقریر کرکے مسئلے کو حل کر دیا - علما نے تعریف کي - نواب آصف جاہ نے محظوظ ھو کر فرمایا کہ 'اس وقت جو مانگو عطا کیا جائیگا' - محفوظ نے برجستہ عرض کیا کہ 'دیني خدمت کے مقابلے میں فدوي کو دنیوي فائدہ مدِ نظر نہیں ھے - مگر فرمان والا کي تعمیل بھي فدوي پر فرض ھے' لہذا استدعا ھے کہ فدوي کو سرکاري کتب خانے سے جو پسند کروں کتابیں عطا فرمادي جائیں' فوراً داروغۂ کتب خانہ کو حکم دیا گیا کہ محفوظ کو دو ہزار کتابیں ان کے پسند کي دے دي جائیں -

سنه ۱۱۶۱ ہجري ميں نواب انور الدين خان بہادر شہيد ہوے تو آپ کے فرزند سويم نواب والاجاہ کو نواب ناصر جنگ والي دکن (سنه ۱۱۶۱ تا سنه ۱۱۶۴ ہجري) خلف نواب آصف جاہ کي سرکار سے آبائي منصب، جاگير، خطاب اور ارکاٹ کي حکومت ملي - محفوظ اپنے بھائي نواب والاجاہ کے ہمراہ کرناٹک آئے اور مدراس ميں سکونت اختيار کي - نواب موصوف نے آپ کو ترناولي کا ناظم مقرر فرمايا - برسوں اس خدمت پر مامور رہے -

نثر ميں آپ کي يادگار ايک کتاب موسومهٔ 'قرة العينين في فضائل رسول الثقلين' ہے -

آپ کے اشعار ميں سلاست اور لطافت ہوتي تھي، جيسا کہ کلام ذيل سے معلوم ہوگا :—

کرد عکس رخ ملیح کسے
نمکے در شراب من امشب *
زینت ما از گداز دل بود مانند شمع
کز سر شکِ خویشتن عقد گہر پوشیم ما *
خسرو اقلیم عشقم، افسرم از گل کنید
گوہر تاجم ز اشکِ دیدۂ بلبل کنید *
بر نتابد دوش جانم خلعت زیبائے زہد
تار و پود کسوت عشقم، ز موج مل کنید *
ہزار شکر کہ در دل نشست ہمچو خدنگ
اگرچہ تیر نگاہ تو آسمانی بود *
کنارہ گیر بہ پیری ز وصل مہ رویاں
کہ پردہ دار حریفاں شب جوانی بود *

سنه ۱۱۹۳ ہجري ميں دارالبقا کا راسته ليا - نواب والاجاہ نے آپ کي وصيت کے موافق آپ کي نعش حيدرآباد بھيج دي اور وہاں اپنے والد نواب انور الدين خاں شہيد کے پہلو ميں سپرد خاک کردئے گئے -

تجمّل

تجمّل تخلص - عظیم الدین خاں نام - لکھنو مولد - والد کا نام اوٗر سال ولادت معلوم نہوے -

اپنے وطن میں علم حاصل کیا - سنہ ۱۲۱۲ ہجري میں مدراس آئے اوٗر علوم تفسیر و اصول فقه و حدیث جناب ملک العلماء بحر العلوم علامه عبد العلي قدس سرہ سے حاصل کئے - علم طب میں بھي اچھي دسترس رکھتے تھے - کچھہ دنوں حکومت کي طرف سے ترچناپلي کے علاقے میں مفتي بھي رھے -

کلام کا نمونه ملاحظه ھو:—

بسکه لبریز انا الحق بوٗد اندیشهٔ ما
خون منصور تراود ز رگ ریشهٔ ما
دل ته خاک مي تپد ہم نفساں خداي را
تا به مزارم آورید آں مه دلرباي را *
به سبزهٔ نقش رفته دل خدا حافظ
شب است تیرهٔ و رہ تنگ و چاہ در پیش است *
خواہم که ساقي پیش من جام مئ ناب آورد
زاں پیش کین صبح اجل در دیدہ ام خواب آورد *

سنہ ۱۲۳۰ ہجري میں انتقال کیا - مصطفي علي خاں خوشدل نے (جن کا ذکر اس تذکرے میں ھے) 'تجمّل از جهاں رفت' تاریخ رحلت کہي - ۱۲۳۰ ہجري

جودت

جودت تخلص - غلام حسین نام - فرزند محمد یار خاں نایطي - مولد اوٗر سال ولادت معلوم نہوا - ترچناپلي میں سکونت پذیر تھے - اکثر اساتذہ سے تحصیل علم کیا -

اخیر عمر میں اہل دنیا کے لباس کو ترک کرکے جاہ پرستوں کي صحبت سے کنارہ کش ھوگئے تھے - ذہن و ذکاوت میں مشہور تھے -

کلام کا نمونه یه هے :—

بسکه از نازک مزاجي بے دماغم کرده اند
مي برد از خویش موج چین پیشاني مرا *
گریه ام از دلم کدورت برد
آب پاشیدم و غبار نشست *
ناله ام فاخته سر و قبا پوش کسے
داغ دل آئینۂ حسرت آغوش کسے *
جودت از شوخيِ تقریر خجالت دارم
نکتۂ یافته ام از لب خاموش کسے *

سنه ۱۲۳۳ هجري میں وفات پائي -

امین

امین تخلص - شیخ محمد امین نام - وطن اؤر سال ولادت معلوم نهوے -

مرزا بیدل کے شاگرد تھے - سنه ۱۱۲۱ هجري میں هندوستان سے ارکات پهنچے - راي دکني رام دیوان کي وساطت سے نواب سعادت الله خاں بهادر کي خدمت میں عزت باریابي حاصل هوي - نواب موصوف نے بڑے مشاهرے پر دارالانشا میں خدمت عطا فرمائي اؤر اپني مصاحبت کي بھي عزّت بخشي - امین کو راے دکني رام اؤر ان کے فرزند راے بدھ چند سے زیاده خلوص تھا - حقیقت یه هے که امین نظم سے نثر اچھي لکھتے تھے - چنانچه فن انشا میں دو کتابیں ایک 'گلشن سعادت' اؤر دوسري 'مجمع الانشا' تالیف کیں - ایک دیوان بھي اپني یادگار چھوڑا -

چند اشعار یه هیں :—

اي امین بسکه گنه دوست برد رحمت دوست
گر ز عصیاں گزري عین گنا هست این جا *
نجابت هر کرا چوں مهر با رفعت قریں باشد
اگر بر چرخ چارم رفت چشمش بر زمیں باشد *

انوار

انوار تخلص - حافظ شاہ انوار الحق نقشبندي نام - فرزند نور الحق گوپاموي - گوپامؤ مولد - سال ولادت سنہ ۱۲۰۱ ہجري -

نواب والاجاہ، جنت آرام گاہ، فرماں رواے کرناٹک (سنہ ۱۱۶۴ تا سنہ ۱۲۱۰ ہجري) کے بني اعمام کي اولاد سے ہیں -

سنّ شعور کو پہنچنے کے بعد انوار علم سے منور ہوے اور مولوي شاہ عبد الرحمٰن خلیفۂ حضرت مرزا جان جاناں قدس اسرارھما سے خلافت پائي - ہمیشہ ذکر و شغل میں مصروف رہتے تھے - بارہا اپنے وطن سے مدراس تشریف لائے اور ہر مرتبہ عرصۂ دراز تک مقیم رہے -

طبیعت بہت موزوں تھي - شعر اچھے نکالتے تھے - یوں ہي ایک چھوٹا سا دیوان مرتب ہوگیا -

کلام کا نمونہ یہ ھے :—

رفتم از خود بدوست پیوستم
مرگ یا بد کجا نشان مرا *
در شوق تو گہ نالہ کند گاہ خموشد
چوں ساعت مصنوع فرنگ است دل ما
بہ پیریم چو زلیخا رساندہ بود فراق
بہ مژدھاے وصال تو نوجواں کردند *
چو خورشید ہر چند باشي بہ پیشم
چہ سازم کہ من تاب دیدن ندارم *

فصل ششم

فارسي گو ہندوستاني شعرا جو دوسرے شہروں سے مدراس آئے -

حاجي

حاجي تخلص - عبد الهادي نام - فرزند حکیم عبد الکریم خان نقوي - وطن اور سال ولادت معلوم نہوا -

حج سے مشرف هونے کے بعد اپنا تخلص ' حاجي ' رکھا - اس مبارک سفر سے واپس هوکر مدراس پہنچے اور یہیں توطن اختیار کیا -

اِس سے زیادہ ان کے حالات کا پتا نہیں چلتا اور یہ بھي نہ معلوم هو سکا کہ حج سے پہلے کیا تخلص تھا -

کلام کا نمونہ یہ هے :—

لالہ ساں ہر دو بہم دوختہ خیاط ازل
کسوت ماتمي و پیرهنِ شادي ما *
گرہِ کار فنا بود سر ہستي ما
حلّ این عُقدہ بجز ناخن شمشیر نہ شد *
نہ پنداري بہ غفلت ہم ز کار خویش بیکارم
کہ من در عین مستي ہمچو چشم یار ہشیارم *

' نتایج الافکار ' سے حاجي کي وفات کا سنہ ۱۲۰۰ ہجري معلوم هوتا هے -

گوهر

گوهر تخلص - محمد باقر خاں نام - فرزند نور الدین علي خاں - وطن اور سال پیدائش معلوم نہ هوا - عمائد اہل نوائط میں سے تھے - نواب والاجاہ فرماں رواے کرناتک (سنہ ۱۱۶۴ تا سنہ ۱۲۱۰ ہجري) کے دربار میں ان کي بڑي آو بھگت هوتي تھي - ایک دفعہ گوهر نے نواب موصوف کي خدمت میں ایک قصیدہ پیش کیا اور اُس میں جاگیر

کي استدعا کي - فیّاض نواب نے از راہ قدر افزائي کاوري پاک کے علاقے میں ایک موضع عطا فرمایا -

نوّاب حیدر علي خاں فرماں روائے میسور کے زمانے میں گوهر نلور کي فوجداري پر مامور تھے - تھوڑي مُدّت بعد معزول هوکر مدراس آئے - اُن کے چند اشعار یہ ہیں :—

آشفتۂ جلوہ ات اداها
سر گشتۂ قامتت بلاها *
ہمیشہ زخم دلم لب بہ خندہ وا دارد
کہ ناوک تو بہ دل الفت رسا دارد *
چہ طرفہ رسم در اقلیم بے نیازي هاست
کہ شاہ بر در درویش التجا دارد *
آوارۂ عروج و نزولم براہ دوست
چوں گرد باد سر بہ ہوا سینہ بر زمیں *

معزولي کے بعد مدراس آنے کے چند ماہ کے اندر بقول 'تذکرۂ محبوب الزمن' سنہ ۱۲۰۰ ہجري میں انتقال کیا اور آقا مقیم کي مسجد واقع میلاپور کے احاطے میں دفن هوے -

مہربان

مہربان تخلص - سید عبد القادر نام - فرزند مولوي سید محمد شریف المخاطب بہ شریف الدین خاں - اورنگ آباد مولد - سال ولادت میں اختلاف هے - 'گلزار اعظم' میں سنہ ۱۱۴۳ ہجري لکھا هے - مؤلف 'محبوب الزمن' لکھتے ہیں کہ "مہربان کي ولادت سنہ ۱۱۵۱ ہجري میں هوي - تاریخ ولادت 'ولادت عبد القادر مہربان' هے - بعض اصحاب نے جو سنہ ۱۱۴۳ ہجري لکھا هے لا اصل هے' کیونکہ خود مہربان نے اپني تالیف میں سنہ ۱۱۵۱ ہجري بیان کیا هے" -

ہمارے نزدیک 'محبوب الزمن' کا قول معتبر معلوم هوتا هے' کیونکہ اِن کے مندرجۂ بالا دلائل بہت قوي ہیں -

اپني والدۂ محترمہ کے فیض سے سات سال کي عمر میں قرآن مجید ختم کیا اؤر نو برس کي عمر میں حفظ کرلیا - مولوي فخرالدین نایطي اؤر شیخ الاسلام خاں سے فارسي اؤر عربي پڑھي اؤر حدیث شریف میر غلام علي صاحب آزاد مرحوم سے -

پہلے اپنے ماموں مولوي فخرالدین کے ھاتھ پر بیعت کي اؤر خرقۂ خلافت پایا - اس کے بعد سید شاہ فخرالدین ترمذي اورنگ آبادي کي صحبت میں حقایق و معارف تصوف حاصل کئے - چنانچہ تصوف میں سبحات - اصل الاصول - کحل الجواہر اؤر مفتاح المعارف آپ کي تصنیف ہیں - مدت العمر شریعت اؤر طریقت کي تعلیم دیتے رھے - آپ کے سیکڑوں مرید تھے - اپنے والد کے انتقال کے بعد روضۂ خلد آباد کے قاضي مقرر ھوے اؤر تین سال تک اس خدمت کے فرایض خوب ادا کئے - نواب والاجاہ فرماں رواے کرناٹک نے آپ کو مدراس بلالیا بڑي قدر و منزلت کي اؤر جاگیر بھي مرحمت فرمائي - دوران قیام مدراس میں آپ میلاپور میں سکونت پذیر رھے -

فن شعر میں آپ کو میر غلام علي آزاد سے تلمذ تھا - اُن ہي نے آپ کا تخلص مہربان قرار دیا - مگر اس سے آپ چنداں خوش نہ تھے - آخر فخري تخلص اختیار کیا -

چند اشعار یہ ہیں :-

خلل در فضل احمد کے ز تقدیم رسل آید
که موسم آخر ہنگام باراں است نیساں را *
در و دیوار فیض صبح را مانع نمي گردد
فروغ افتد بروں از پردہ نور حسن کامل را *
زیر گردوں گر یکے شاد است مي سوزد دگر
عید بلبل گشت صبح و مرگ شد پروانه را *
ہمدم دیرینه مي باشد موافق با مزاج
در سبوي کہنه طبعي آب مي ماند بجا *

معالج دل بیمار نرگس یار است
کجا امید شفا خود طبیب بیمار است *
قاصد از تفصیل پیغامش دل ما شاد کن
خندهٔ داري بلب چیزے مگر فرموده است *
باز گشت کفر و دیں آخر بسوي وحدت است
ہر دو دست آید بہم اما ظہور یک صداست *
مرد را باشد خطر چوں عزتش برتر شود
خالي از سفتن نباشد قطره چوں گوهر شود *

سنه ۱۲۰۳ ہجري میں آپ کا وصال ہوا - مولانا آگاہ نے یہ تاریخ رحلت کہي :-

فخري که در مشایخ دوراں عدیل او
ہرگز نکرد جلوه در آئینۂ شہود *
از سرد مہري تن افسرده گشته تنگ
در سیر اوج جاں پر پرواز وا کشود *
بودم بفکر رحلت او کز صریر کاک
خورد ایں فغاں بگوش دلم "لا نظیر بود"
۱۲۰۳ ہجري

یکدل

یکدل تخلص - میر علي مرداں نام - فرزند سید محمد موسوي واله - حیدر آباد مولد - سال ولادت معلوم نہوا - فارسي اور عربي اپنے والد سے پڑھي - نوّاب حیدر علي خاں والي میسور کے عہد میں بالا گھات گئے - وهاں اُن کي خوب خاطر داشت هوي - وهیں ملازم ہو گئے - چونکه یکدل نواب والاجاه جنت آرام گاه کے محل خاص کے عزیز تھے ' اس لئے نواب موصوف نے ان کو پایاں گھات طلب فرماکر اپنے فرزند سیف الملک بہادر مختار کي معلمي کي خدمت عطا فرمائي -

یکدل نے اپنے قصائد و غزلیات کا دیوان مرتب کیا - اُن کے کلام کا یہ نمونہ ھے :—

کے بہ مہد چشم آساید ز بے تابی ہجر
طفل اشکم از ازل با دامنم خو کردہ است *

گر خضر قصہ از سر زلف تو سر کند
تا روز حشر نیز بہ پایاں نمی رسد *

کے تواں دید بسوے دگرے کز ہجرش
موج اشکم شدہ زنجیر بہ پاے نگہم *

یکدل نے سنہ ۱۲۰۶ ہجری میں وفات پائی -

خلوص

خلوص تخلص - سید محمد چشتی نام - فرزند خواجہ حسن چشتی - اودگیر مولد - سنہ ۱۱۸۶ ہجری سال ولادت - وطن میں اپنے والد ہی سے چند درسی کتابیں پڑہ کر مدراس پہنچے - باقی کتابیں جناب مولوی سید شاہ عبد القادر مہربان و فخری قدس سرہ کی خدمت میں ختم کیں - فن شعر میں بھی آپ ہی سے تلمذ تھا - عربی میں چونکہ کافی استعداد نہ تھی ' میر آزاد بلگرامی کے چند قصائد پڑہ کر اُس زبان میں بھی نظم و نثر لکھنے کی قدرت پیدا کرلی - نہایت ذہین تھے - طبیعت میں بلا کی تیزی تھی -

ان کے کلام کا نمونہ یہ ھے :—

من و صد آہ و افغاں و نے و صد بوسۂ لعلش
ہزاراں پیچ و تابم داد ایں قلیاں کشید نہا *

بے لخت دل نگشت رواں سیل اشک من
افگندہ ام خلوص بہ دریا سفینۂ *

خواہم ہمہ تن محو سرا پاے تو باشم
چشمے شوم و وقف تماشاے تو باشم *

نمودي ذبح و شد سنجاف تو رنگیں ز خون من
ہمیں بود آرزوي دل کہ دامانِ تو نگذارم *
غمزہ ات با دل پر خوں سرو کارے دارد
کے ہراساں است بلے مرد سپاهي از خوں *
آخر از سفلہ شود ہمت دوني ظاہر
خشک چوں گشت نمایاں است سیاہي از خوں *

'خلوص' ملک جہاں خاں (عرف دھونڈیہ) کے ہم عصر ہیں - اِنھوں نے محض اسلام کي حمایت کے خیال سے اپنے بڑے بھائي کے ساتھ سنہ ۱۲۱۵ ہجري میں شربت شہادت نوش کیا -

خرد

خرد تخلص - مکھن لال نام - راجہ مکھن لال بہادر خطاب - فرزند راے دولت رام منشي - ونکٹ گري مولد - سنہ ۱۱۷۷ ھ سال ولادت -

سنِّ شعور کو پہنچنے کے بعد اپني شادي کي تقریب سے حیدر آباد گئے اوٗر وھاں کے اساتذہ سے فارسي کي درسي کتابیں پڑھیں - سیاق ' ہیئت ' نجوم اوٗر ہندسہ میں بھي لیاقت پیدا کي - وھیں خوش نویسي اوٗر شاعري کي مشق کي - پھر حسب الطلب نواب امیر الامرا (فرزند دوم نواب والاجاہ جنت آرام گاہ) مدراس آئے اوٗر نواب والاجاہ کے ملازمین کے زمرے میں داخل ہوے - شدہ شدہ راے کا خطاب اوٗر منشي گري کي خدمت پر فایز ہوے - نواب عظیم الدولہ بہادر نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۱۶ تا سنہ ۱۲۳۴ ہجري) کے عہد میں راجہ بہادر کا خطاب ملا -

خرد نے ملک العلما مولانا عبد العلي اوٗر مولوي شرف الملک بہادر رحمہما اللہ سے شرح ملا جامي تک پڑھي -

اشعار کا نمونہ یہ ھے :—

دو نیم کرد دل عاشقاں حیران را
نمود معجزۂ حسن آشکار انگشت *

حشر شورے است که از سینۂ نالاں برخاست
بحر موجے است که از دیدۂ گریاں برخاست *
گر سحر مست بگلشن گزري از سر ناز
گل ز حسرت بزمیں بر فگند ساغر ناز *
علم تعریف شد از گردش چشمت پیدا
فتنۂ دہر بود مشتق ازیں مصدر ناز *
خال ابروے تو در اوج بکیواں ماند
طرفه جاکرد به بیت شرف ایں اختر ناز *
زلف و ابرو و نگه تیر و کمند است و کماں
مي سزد مملکت حسن ترا قیصر ناز *

فن تاریخ گوئي میں مہارت تامه رکھتے تھے - چنانچه مسجد والاجاهي واقع ترملکهري مدراس کي بنا کي یه بے نظیر تاریخیں کہیں :—

امیر الہند والاجاہ فرمود * بنا ایں مسجد فرخنده منظر
ز دل از بهر تاریخ بنایش * ندا آمد که "ذکر الله اکبر"
۱۲۰۹ هجری

ساخت طاعت گه اسلام شه دیں پرور
آنکه فرماں بر او ہست ز مه تا ماهي *
سال تاریخ بنایش بخرد هاتف گفت
نام فرخندۂ وي مسجد والاجاهي *
۱۰ ہجري ۱۲

خرد کے انتقال کا سال معلوم نہوا - اتنا تو یقین ھے که آپ سنه ۱۲۱٦ ہجري تک زنده تھے، کیونکه اسي سال نواب عظیم الدوله بہادر مسند نشین ھوے تھے اور اِن کے عہد میں 'خرد' کو راجه بہادر کا خطاب ملا ھے -

آشکار

آشکار تخلص - محمد عبد الله خاں نام - قادر نواز خاں بہادر بہرام جنگ خطاب - فرزند قاضي شیخ محمد تلمساني - نجیب آباد ضلع بجنور واقع صوبۂ متحده آگره و اودھ مولد - سال تولد معلوم نہوا -

کم سنی ہی میں اپنے والد کے ہمراہ مدراس آگئے - یہاں کے اساتذہ سے درسی کتابیں پڑھیں - قسمت کی یاوری سے نواب والاجاہ جنت آرام گاہ فرماں روائے کرناٹک کی سرکار میں ملازم ہوگئے اور خان بہادر خطاب پایا - نواب عمدۃ الامرا بہادر فرماں روائے کرناٹک (سنہ ۱۲۱۰ تا سنہ ۱۲۱۶ ہجری) کے عہد میں بہرام جنگ کا خطاب اور جاگیر مرحمت ہوی -

چونکہ طبیعت کو شاعری سے مناسبت تھی ' شعر خوب کہتے تھے - نمونۂ کلام یہ ہے :—

من شیفتۂ جذبۂ مستانۂ خویشم
چوں آئینہ حیران پری خانۂ خویشم *
دل باختگاں را خبر از ہر دو جہاں نیست
از بسکہ شدم محو تو دیوانۂ خویشم *
کے وارہم از قید محبت کہ چو مجنوں
خود جلوۂ لیلایم و دیوانۂ خویشم *
واعظ چہ دہی درد سرم این ہمہ از وعظ
خاموش کہ من گوش بر افسانۂ خویشم *
تا لمعۂ حُسنش ز دلم نور فشان است
شمع شب یلدایم و پروانۂ خویشم *

سنہ ۱۲۱۹ ہجری میں راہی ملک بقا ہوے -

طالب

طالب تخلص - شاہ وجیہ اللہ نام - فرزند محمد حبیب اللہ - عظیم آباد مولد - سال ولادت معلوم نہوا - ان کے والد بڑے تاجروں میں سے تھے - اُن ہی سے علم حاصل کیا - اس سے فارغ ہو کر حضرت شاہ منعم دہلوی قدس سرہٗ کے دست مبارک پر بیعت کی - والد کے انتقال کے بعد اپنا مال و اسباب اللہ کی راہ میں صرف کرکے حرمین شریفین جانے کے قصد سے مدراس آئے - کچھ ایسے اتفاقات پیش آئے کہ

بارہ برس تک یہیں قیام کرنا پڑا - پھر کہیں جاکر یہ سفر مبارک پیش آیا - حج و زیارت سے مشرف ہوکر ترچناپلی پہنچے - چند روز وہاں ٹھیر کر دوبارہ حجاز گئے اور وہیں سکونت گزیں ہوے - نواب عظیم الدولہ بہادر نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۱۶ تا سنہ ۱۲۳۴ ہجری) نے آپ کو واپس بلاکر اپنے فرزند ارجمند نواب اعظم جاہ بہادر نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۳۴ تا سنہ ۱۲۴۱ ہجری) کی تعلیم کے لئے مقرر فرمایا - آپ عالی فکر شاعر تھے جیسا کہ ذیل کے اشعار سے معلوم ہوتا ہے :-

بیہودہ بہ سیر گل و گلزار مگر دید
در گلشن دل باغ و بہار است بہ بینید *
بے فائدہ در گلشن گیتی نبود ہیچ
ہر سبزہ دریں باغ بکار است بہ بینید *
دست از حنا مساز نگاریں نگار من !
آتش مزن بجان و دل بیقرار من *
بے اختیار می کشدم دل بسوی تو
در عشق تو کجاست بہ کف اختیار من *

طالب نے سنہ ۱۲۲۹ ہجری میں انتقال کیا -

اظفری

اظفری تخلص - محمد ظہیر الدین میرزا علی بخت نام - فرزند میرزا محمد ولی بیگ - دہلی مولد - سال ولادت معلوم نہوا - آپ کے والد شہنشاہ عالم گیر (سنہ ۱۰۶۹ تا سنہ ۱۱۱۸ ہجری) کی پوتی عفت آرا بیگم کے پوتے تھے -

سنہ ۱۲۱۲ ہجری میں دہلی سے فایز مدراس ہوے اور یہیں سکونت اختیار کی - نواب عمدۃ الامراء بہادر اور نواب عظیم الدولہ بہادر اظفری کی بڑی تعظیم کرتے تھے - جب کبھی دار الامارہ میں آتے تو دروازے تک استقبال کرتے تھے اور اپنی مسند پر بٹھا کر خود ان کے پہلو میں بیٹھتے تھے -

اظفری علاوہ فارسی و ریختہ کے ترکی خوب جانتے تھے - فارسی اور ریختہ دونوں میں شعر کہتے تھے -

(۱) لغات ترکی چغتائی (۲) محبوب القلوب اور تنگری تاری (ترکی اور ہندی لغت کا مجموعہ) (۳) سانحات اظفری (۴) واقعات اظفری (۵) رسالۂ عروض و قافیہ (۶) دیوان اشعار ہندی - آپ کی یادگار ہیں [1] -

اُن کے فارسی اشعار کا نمونہ یہ ہے :—

اظفری نیست داغ سینۂ ما
ایں چراغ است بر دفینۂ ما *

گربہ عزم سفر آں یار ز جا بر خیزد
لشکر دل شد گاں ہم بہ قفا بر خیزد *

برقع از ماہ رخ خویش میفگن چندے
نیک دانی کہ دراں فتنہ چہا برخیزد *

شود خورشید چوں طالع من ازروی تو اندیشم
ہلالم گر نظر آید ز ابروی تو اندیشم *

اردو اشعار کا نمونہ یہ ہے :—

شکر و حمد ایزدی آرایش عنواں ہوا
نعت و وصف احمدی دیباچۂ دیواں ہوا *

یہ شاعر راست شاگرد خدا ہیں
کہا ہے شعر میں راز نہاں کو *

تمہارا اظفری ہے شعر کچھ بھی
زیادہ لن‌ترانی اب نہ ھانکو *

باغ کیا جس میں کہ برگ و ثمر و تاک نہیں
جس زمیں میں نہیں یہ چھاؤں وہاں خاک نہیں *

مار کر قہر سے، کر لطف جلا لیتا ہے
ہے مسیحا بھی مرا یار وہ سفاک نہیں *

[1] واقعات اظفری، اور دیوان اظفری مدراس یونیورسٹی کے ذریعہ زیر طبع ہیں -

یارو ھے اظفري اردو کي زباں کا وارث
اہل دہلي ھے وہ باشندۂ مدراس نہيں *
اُس کي صورت کو ديکھکر بھولے
ھاے ہم بھولے سر بسر بھولے *
منہہ کا ميٹھا تھا پيٹ کا کھوٹا
جھوٹي ميٹھي سي بات پر بھولے *
اس کے عشاق ھوگئے وحشي
سب يہ خانہ خراب گھر بھولے *
ديکھو اس ميرے يار کو اؤر وہ
مجھہ پہ کرتا نہيں نظر بھولے *
سوز شمع ہجر سے شب جل گئے
ڈھلتے ڈھلتے آنسو ہم خود ڈھل گئے *
کل کا وعدہ کيا رقيبوں سے کيا
کرتے آج آپس ميں کُچھہ کل کل گئے *
شرط تھي مانوں گا جو مانگوگے تم
نام بوسہ سنتے ہي کچھہ ٹل گئے *
غنچۂ دل اظفري تقريب سير
گلرخاں پامال کر مل دل گئے *
آئي ياد اؤر نقد اشک امڈے چلے
ايسي ور خرچي نے گھر چوپٹ کيا *
کون کہتا ھے کہ تو نے ہميں ہٹ کر مارا
دل جھپٹ آنکھہ لڑا نظروں سے ڈٹ کر مارا *
فن کشتي ميں تو کچھہ تم سے ہم اگلے نکلے
يار جي ہم نے ہي آخر تمھيں پٹ کر مارا *

اظفري نے سنہ ۱۲۳۵ ہجري ميں ملک بقا کي راہ لي -

خوشدل

خوشدل تخلص - احمد مجتبی نام - مصطفی علی خان بہادر خطاب - گوپامؤ مولد - سنہ ۱۱۷۳ ہجری سال ولادت - آپ کا نسب اٹھائیس واسطوں سے حضرت ناصر الدین عبد اللہ بن خلیفۂ ثانی امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہما تک پہنچتا ہے - حضرت ناصر الدین عبد اللہ حضرت امام حسن علی جدہ و علیہ التحیۃ والثنا کے نواسے تھے -

خوشدل نے فارسی درسی کتابیں پڑھنے کے بعد مولوی رحیم الدین گوپاموی ' مولوی غلام طیب بہاری اور مولانا حیدر علی سندیلوی سے علوم عربی پڑھے - قرآن مجید بھی حفظ کیا - سید شاہ غلام پیر ابن سید شاہ یٰسین بلگرامی قدس اسرارھما سے بیعت کی اور آپ کے فرزند مولوی سید شاہ غلام نصیر الدین سعدی قدس سرہ سے خرقۂ خلافت پایا -

سنہ ۱۲۰۰ ہجری میں فایز مدراس ہوے اور نواب والاجاہ فرماں روا کرناٹک کی سرکار میں ملازم ہوگئے - نواب ممدوح نے مصطفی علی خاں بہادر خطاب دیا اور سرکاری مدرسہ واقع گوپامؤ میں مدرسی کی خدمت عطا فرماکر وہاں بھیجدیا - نواب موصوف کی زندگی تک خوشدل اُسی عہدے پر مامور رہے - نواب عمدۃ الامراء بہادر فرماں روا کرناٹک کی مسند نشینی کے بعد سنہ ۱۲۱۴ ہجری میں دوبارہ مدراس آئے - چند روز یہاں قیام کرکے گوپامؤ واپس چلے گئے - سنہ ۱۲۱۶ ہجری میں نواب موصوف کی رحلت کے بعد تیسری مرتبہ وارد مدراس ہوے اور سال بھر یہاں مقیم رہے - اِس اثنا میں اہل حکومت نے آپ کو ترچناپلی کے اطراف کا قاضی مقرر کردیا - چند سال کے بعد ممالک محروسۂ صوبۂ مدراس کے قاضی القضاۃ مقرر ہوے -

اُن کے اشعار کا نمونہ یہ ہے :—

بوسم من بے برگ و نوا برگ حنا را
تا بوسہ بہ پیغام دہم آں کف پا را *

کردہ از خون جگر ناوک او را سیراب
اہل دل شاد نمایند دل مہماں را *
پردۂ عالم دریدی تا نمودی جلوۂ
حیرتے دارم، ہنوز از شرم مستوری چرا *
کشتی صبر عجب نیست کہ رو گر شکند
دیدۂ زار چو دریا بہ خروش است امشب *
دلم ز جور تو ترسان و دیدہ محو جمال
میان دیدہ و دل طرفہ ماجرائے ہست *
خاکے شدم وگوشۂ داماں نگرفتم
ز آوارگیم گرد بیاباں گلہ دارد *

سنہ ۱۲۳۴ ہجری میں اس دار ناپایدار سے رخصت اقامت اٹھا لیا۔ مسجد متیال پیٹ کے صحن میں سپرد خاک کئے گئے۔ آپ کے فرزند افضل العلماء مولوی ارتضا علی خاں بہادر نے والد ماجد کے انتقال کی تاریخ کہی "خوشدل مرحوم"
۱۲۳۴ ھ

فایق

فایق تخلص۔ سید خیر الدین نام۔ فرزند سید معصوم خاں امامی۔ اُدگیر مولد۔ سال ولادت سنہ ۱۱۸۸ ہجری "محمد خیر الدین خان فایق" تاریخ ولادت ہے۔ فارسی کتابیں اُدگیر میں پڑھنے کے بعد مدراس
۱۱۸۸ ھ
آئے۔ ملک العلما مولوی علاء الدین اور دوسرے عالموں سے عربی پڑھی۔

سنہ ۱۲۳۲ ہجری میں حیدر آباد گئے۔ راجہ چندو لعل کے یہاں پانچ سو ماہوار پر مدرسی کی خدمت ملی۔ شاعری میں مولانا باقر آگاہ سے تلمذ تھا۔ کلام کا نمونہ یہ ہے:—

الٰہی نغمہ سنجی بخش چوں بلبل زبانم را
برنگ گل بہار آرائے محفل کن بیانم را *
عجب نبود اگر فرزند بہتر از پدر باشد
کہ عطر صندل افزوں تر ز صندل می دہد بو را *

فوج طفلان سرشک است روان از رہ چشم
مگر از سینہ بروں شد دل دیوانۂ ما *
موسم پیري من صبح امید است مرا
پنبۂ داغ گند موي سفید است مرا *
سیاہ رو شود آں کس کہ عیب بیں گردد
چو خامہ بر سخن ہیچ کس مدار انگشت *
سرخي چشم من از گریہ نباشد فایق
آفتابے ز نظر رفت و شفق باقي ماند *
ماجرائے ابر دل زارم گذشت از آب اشک
مشت خاکے بود آں ہم رفت در سیلاب اشک *
من بے چارہ دریں راہ نیازے دارم
گر تو اے زاہد خودبیں بہ نماز آمدۂ *
مرحبا باد صبا بوے خوشے آوردي
مگر از ساحت گلزار حجاز آمدۂ *

سنہ ۱۲۴۲ ہجري میں دار فنا چھوڑکر دار بقا کا راستہ لیا ۔

نامي

نامي تخلص ۔ مولوي تراب علي نام ۔ شیخ نصرت اللہ عباسي کے فرزند ۔ خیر آباد (اودہ) مولد ۔ سنہ ۱۱۹۱ ہجري سال ولادت ۔

اپنے زمانے کے اساتذہ سے فارسي اور عربي علوم کي تحصیل کي ۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد شاعري کي طرف توجہ کي اور مرزا قتیل سے تلمذ اختیار کیا ۔ آخر تلاش معاش میں کلکتے گئے اور بہ تقریب ملازمت اہل فرنگ چند سال وہیں مقیم رہے ۔ حسن اتفاق کہ سنہ ۱۲۲۵ ہجري میں ایک یوروپین افسر کي معیت میں ایران گئے اور اصفہان ، شیراز و عراق عرب کي سیر کرکے دو سال کے بعد کلکتے واپس آگئے ۔ سفر ایران کے بعض حالات فارسي زبان میں بہ محاورۂ ایرانیاں لکھے ۔ سنہ ۱۲۲۹ ہجري میں ایسٹ انڈیا کمپني کے مدرسے میں

مدرّس هوکر مدراس آئے - بہت سے طالب علم آپ کے فیض تعلیم سے فارغ التحصیل ہوے - ان میں سے بعضوں کو اضلاع میں مفتي اؤر قاضي کي خدمتیں ملیں -

آپ نے کئي تالیفات اپني یادگار چھوڑیں ' چنانچہ منطق میں درالمنظوم اؤر نحو میں وسیط النحو- ان کے علاوہ منطق کي بعض کتابوں پر حواشي بھي لکھے ہیں -

آپ کے اشعار کا یہ نمونہ هے :—

با دل بسمل چو دیدم ربط چسپاں آہ را
ساختم عنوان دیوان لفظ بسم الله را *
بسکه مي ترسم از جدائي ها
توبه کردم ز آشنائي ها *
ہرکس که سر زلف شما داشته باشد
بس سلسله ها بر سرپا داشته باشد *
از من اي گل رو چه پرسي باعث تاخیر اشک
خار مژگاں مي شود ہر لحظه دامنگیر اشک *
من به دل جاے بت حور سرشتے دارم
بخدا طرفه بہشتے و کنشتے دارم *
از بخت سیه شکوه ندارم که رسانید
زلف سیه یار بدیں روز سیاہم *

سنه ۱۲۴۱ ہجري میں حرمین شریفین زاد هما الله شرفاً و تعظیما کي زیارت کے لئے روانه هوے- واپسي کے وقت راستے میں پیچش هوگئي - مرض بڑهتا گیا جوں جوں دوا کي - سري رنگ پٹن میں بتاریخ ۱۷ ربیع الاول سنه ۱۲۴۲ ہجري وفات پائي - ٹیپو سلطان شہید کے گنبد کے چبوترے پر دفن هوے -

شایق

شایق تخلص - غلام محي الدین نام - شایق علي خاں خطاب - فرزند شاہ احمد ابو تراب - شایق کے اسلاف کا وطن بیدر تھا ' لیکن آپ کے

جد امجد نے اُدگیر میں سکونت اختیار کرلی تھی - چنانچہ آپ سنہ ۱۲۰۳ ہجری میں اُدگیر ہی میں پیدا ہوے - آپ کے اجداد عالی خاندان تھے - ان کے نسب کا سلسلہ تین واسطوں سے جناب قدوۃ العلما زبدۃ الاولیا مولوی محمد حسین شہید المعروف بہ امام صاحب (قدس سرہ) تک منتہی ہوتا ہے -

اس خاندان کے اکثر حضرات شراب معرفت کے متوالے تھے - چنانچہ حضرت قاضی محمود اور جناب مولانا حبیب اللہ کے فضائل و کرامات مشہور آفاق ہیں -

شایق کم سنی میں اپنے والد کے ہمراہ کچھ دنوں کالسٹری میں مقیم رہے - پھر مدراس پہنچے اور یہیں کے ہو رہے - عربی و فارسی درسی کتابیں اِس زمانے کے مشہور اساتذہ سے پڑھیں - اپنے حقیقی ماموں سید شاہ منصور قادری سے بیعت کی -

سنہ ۱۲۲۰ ہجری میں اپنی شادی کی تقریب سے اُدگیر گئے اور نواب اعظم جاہ نواب کرناتک (سنہ ۱۲۳۴ تا سنہ ۱۲۴۱ ہجری) کی ریاست کے اخیر زمانے میں مدراس واپس آگئے، نواب موصوف کی سرکار میں ملازم ہوے اور شایق علی خاں خطاب پایا - پھر سرکاری مدرسے میں فارسی کے مدرس ہو گئے -

فارسی اشعار کی اصلاح فایق اور والا سے لیتے تھے - ریختہ گوئی میں اظفری اور میر شاہ حسین حقیقت سے تلمذ تھا - نظم اس قدر جلد کہتے تھے کہ جس کو بدیہہ گوئی کہنا چاہئے - چنانچہ نواب اعظم جاہ بہادر کی فرمایش پر صرف تیرہ دن میں ۳۷ نعتیہ اور منقبتیہ غزلیں کہہ کر پیش کیں - نظم سے زیادہ نثر پر قدرت تھی - حسب ذیل کتابیں تصنیف کیں :—

(۱) مرج البحرین نعتیہ اور منقبتیہ غزلوں کا مجموعہ (۲) روضۃ قدسیاں در احوال بندگان دین (۳) مثنوی ہندی مسمّٰی بہ رشک بہشت (۴) دیوان فارسی و ہندی -

اُن کے چند اشعار یہ ہیں :—

الہي رنگ روي گل رخاں دہ داستانم را
بہ رنگ کاکل مشکیں مسلسل کن بیانم را *
وقت پیري دل ز آہ سرد آخر وا شود
مي کند فیض نسیم صبح خنداں غنچہ را *
عشق عاشق در دل معشوق آخر جا کند
گل گریباں چاک دارد از ولاے عندلیب *
طالعم برگشتہ از سوداے زلف طبر است
سطرها کے راست آید چوں کجي در مسطر است *
مگر ز خاک نشاں سوار میجوید
وگر نہ چیست زمیں کندن فرس بدو دست *
احساں غنیمت است دریں باغ برستم
حرفے کہ در شروع گلستاں است منت است *
قاتلم کاش رخ طفل سرشکم مي دید
تا کہ در کشتن من پاس یتیماں مي کرد *
در حیرتم ز خال رخ دلستان او
یا رب چساں بہ شعلہ قرار سپند شد *

سنہ ۱۲۴۹ ہجري میں اس دار فنا کو خیر باد کہا - آپ کے چھوٹے بھائي مولوي واقف نے یہ قطعۂ تاریخ لکھا :—

بیدل عصر حضرت شایق * قدس اللہ سرہ السامي
کام دل جست چوں بقرب اللہ * کہ جہان است جاے نا کامي
ہاتفم سال رحلتش فرمود * "رفتہ ہیہات ہمدم جامي"
۱۲۴۹ ھ

مجرم

مجرم تخلص - حضرت سید شاہ حسین قادري نام - فرزند حضرت سید شاہ عبد القادر قادري - بیجاپور وطن آبائي - ذلور مولد - سال ولادت

سنہ ۱۱۸۰ ہجري - " ذي عشق " تاریخ ولادت - آپ کا سلسلۂ نسب
۱۱۸۰
والد ماجد کي طرف سے حضرت امام جعفر صادق رضي اللہ تعالی عنہ تک اؤر والدۂ ماجدہ کي جانب سے حضرت سلطان الاولیا محبوب سبحاني غوث اعظم سیدنا سید عبد القادر الحسني الحسیني جعفري الجیلاني رضي اللہ تعالی عنہ تک پہنچتا ھے - آپ کے جد امجد حضرت الحاج سید حبیب اللہ قادري بیجاپور چھوڑ کر مدت تک حیدر آباد میں اؤر چندے مچھلي بندر میں سکونت پذیر ھوے - پھر کرناٹک تشریف لاکر نلور میں مقیم ھوے -

حضرت مجرم قدس سرہ جب سنّ شعور کو پہنچے تو عربي نحو میں کافیہ تک مطالعہ کیا اؤر فارسي کتابیں اپنے چچا حضرت سید میراں قادري مرحوم قدس سرہ مدرس مدرسۂ نلور سے پڑھیں - اپنے بڑے بھائي حضرت مولوي سید محمد قادري قدس سرہ سے بھي علمي استفادہ فرمایا - والد ماجد کے دست حق پرست پر بیعت کي اؤر خرقۂ خلافت بھي آپ ہي سے پایا -

سنہ ۱۲۱۶ ہجري میں تشریف فرماے مدراس ھوے - مسجد جامع میلاپور کے قریب ایک مکان لیکر قیام فرمایا - سنہ ۱۲۲۵ ہجري میں بالکل گوشہ نشیني اختیار فرمائي - بقیۃ العمر کبھي مسجد کے دروازے سے باہر قدم نہیں نکالا - ہمیشہ طالب علموں کي تعلیم اؤر مریدوں کي ہدایت فرماتے رھے - آپ کے مریدین و معتقدین کا حلقہ نہایت وسیع تھا -

آپ عاجز راقم (گوھر) کے پیر و مرشد حضرت زبدۃ العارفین سراج السالکین مولانا الحاج مولوي سید شاہ حسین قادري الشطاري قدس سرہ العزیز کے حقیقي دادا اؤر دادا پیر تھے - آپ مدراس کے ممتاز مشایخ میں شمار ھوتے تھے - آپ کا کچھ کلام تیمناً ذیل میں درج ھے :-

روید ہزار لالہ ز سنگ مزار ما
تا سر زند نشاں ز دل داغ دار ما *

صد روضهٔ بهشت بود فرش راه او
مجرم مرو ز کوچهٔ این گل عذار ما *
ساغر صهبائے وحدت میدهد از شوق دل
مست ساقي مجرم سر کردهٔ رندان ما *
پیرو روشن دلاں یابد طمانیت مدام
در پس آئینه آرامے بود سیماب را *
چوں بامید قدومت زنده در گوریم ما
زینهار از مشهد ما دامن خود را مکش *
ناز و کرشمهٔ تو دل قدسیاں ربود
از ما به بُرد صبر و تحمل علي الخصوص *

سنه ۱۲۵۰ ہجري میں وصال هوا - کسي نے "دنیا حسین کا غم" تاریخ کہي - ۱۲۵۰ ہجري

حسن

حسن تخلص - محمد علي حسن نام - فرزند شیخ نوازش علي - جونپور مولد - سال ولادت معلوم نہوا - ان کے جد اعلیٰ شاہ فتح الله انصاري ولد عبد الله انصاري تغلق شاہ بادشاہ دہلي کے عہد حکومت میں اپنے وطن سے فایز دہلي هوے - کچھ دن وهاں ٹھیر کر به طریق سیاحت جون پور گئے ' جو اُس زمانے میں شاهان شرقیه کا دارالحکومت تها - اُن کے اوصاف حمیدہ کي شہرت هوي تو وهاں کے بادشاہ نے اُن سے جامع مسجد میں ملاقات کي اور جون پور کے پرگنهٔ ماہل میں چند مواضع بطور جاگیر عطا کئے - اُن ہي کي اولاد اس جاگیر میں سکونت پذیر هوگئي - بعضوں نے معلّمي اختیار کي اور بعض شاهان دہلي کے یہاں اعلیٰ عہدوں پر فایز هوے -

حسن نے کم سني میں وطن سے بنارس پہنچکر فارسي درسي کتابیں ملا محمد عمر (شاگرد سراج الدین علي خاں آرزو) اور شیخ علي

حریں سے پڑھیں - پچیس برس کے سن میں علوم عقلیہ و نقلیہ سے فارغ ہوکر ملک بنگالہ چلے گئے - وھاں چندے درس دیتے رھے - سنہ ۱۲۳۲ ہجري میں ارباب حکومت کي طلب پر مدراس آئے اؤر سرکار کمپني کے مدرسے میں مدرس مقرر ھوے - چند سال کے بعد صدر مفتي کے عہدے پر ترقي پائي -

آپ حلیم الطبع - کریم الاخلاق اؤر متواضع تھے - فارسي کي تمام کتابیں پڑھانے میں کامل دسترس رکھتے تھے - علم ریاضي میں آپ کي قابلیت بہت بڑھي ھوي تھي - یہ چند کتابیں آپ کي تالیفات میں سے ہیں :—

(۱) تبصرۃ الحکمت (طبیعیات و آلہیات میں) -

(۲) منتخب التحریر (علم ریاضي میں) -

علم تکسیر و جفر و رمل میں بھي چند رسالے ہیں -

اُن کے کلام کا نمونہ یہ ھے :—

از بسکہ وحشي است دل بیقرار ما
رم مي کند ز سایۂ مردم غبار ما *
در بر نہال قامت او تا نشاندہ ایم
گل کرد صد بہار زباغ کنار ما *
بر روي زرد ماست عیاں اشکِ لالہ گوں
یک جا بہم شد است خزان و بہار ما *
دوش چوں بے رحمي ظالم دل من یاد کرد
من جدا فریاد کردم دل جدا فریاد کرد *
چشم تو دوست دارم اگر مي طپم بجاست
بیمار دار از غم بیمار مي طپد *

سنہ ۱۲۵۸ ہجري میں اس دار فاني سے ہمیشہ کے لئے روپوش ھوگئے -

والا

والا تخلص ۔ سیّد ابو سعید نام ۔ سید ابو طیّب خاں خطاب ۔ فرزند سید ابو طیب خاں ۔ رحمت آباد مولد ۔ سنه ۱۱۹۰ ہجري سال ولادت ۔

والا کے دادا سید زین العابدین امامي نواب والاجاہ کے دیوان محمد عاصم خاں بہادر مبارز جنگ کے حقیقي چچا تھے ۔

والا عربي کي ابتدائي کتابیں اؤر فارسي کي درسي کتابیں اساتذۂ عصر سے پڑھکر مدراس پہنچے اؤر فن شاعري میں مولانا آگاہ کے شاگرد ہوے ۔ حضرت آگاہ ہي نے آپ کا تخلص والا مقرر کیا اؤر از راہ عنایت یہ شعر بھي موزوں فرمایا :—

حظ وافر ببر از سیر چو بلبل والا
اولیں جوش بہار است گلستان ترا *

استاد کے انتقال کے بعد آپ اپنے قریے کو گئے جو رحمت آباد کے قریب ہے ۔ ایک مدت وہاں ٹھیرے اؤر جناب مولوي شاہ رفیع الدین قندھاري دکني رحمۃ اللہ کے دست مبارک پر بیعت کي ۔ سنه ۱۲۵۲ ہجري میں آپ کے چھوٹے فرزند نے انتقال کیا اؤر آپ کو اتنا صدمہ ہوا کہ وطن کا قیام دو بھر ہوگیا ۔ آخر سفر کي ٹھاني اؤر دوبارہ مدراس آئے ۔ حافظ یار جنگ کي وساطت سے سرکاري ملازم ہوکر نواب غلام محمد غوث خاں بہادر نواب کرناٹک (سنه ۱۲۴۱ تا سنه ۱۲۷۲ ہجري) کے استاد مقرر ہوے اؤر سید ابو طیب خان خطاب ملا ۔

آپ نے خطاطي اؤر تاریخ داني میں کمال حاصل کیا ۔ قادر الکلام اؤر پُر گو شعرا میں آپ کا شمار تھا ۔ دو مثنویاں ' بحر غم اؤر آیۂ رحمت اؤر ایک دیوان (مشتمل بر قصائد و غزلیات وغیرہ) آپ کے افکار آبدار کا نتیجہ ہے ۔ نثار بھي اعلیٰ درجے کے تھے ۔ چنانچہ حضرت خواجہ رحمت اللہ قدس سرہ کے حالات میں ایک رسالہ بنام 'بحر رحمت' لکھا ۔

ان کے کلام کا نمونہ یہ ہے :—

الٰہي ساز روشن چوں ید بیضا بیانم را
کلیم طور سینائے تجلي کن زبانم را *
سیہ پوش است یا رب در غم تو حرف حرف من
کرامت کن اثر چوں بیت خود ہر بیت دیواں را *
اسیر عشق مژگانش شدم از شوق زلف او
بلے ہر خار صیاد است مرغ رشتہ بر پارا *
نرم خوئي سبب امن بود از ظالم
نہ شود زخم نمایاں چوزني تیر در آب *
عالمے را مي تواں از خُلق خود تسخیر کرد
بوے گل زنجیر مي گردد بہ پائے عندلیب *
دلم ز راحت یاراں ہمیشہ خورسند است
کہ ربط من بہ عزیزاں چو شاخ پیوند است *
اہل بصیرت از سخنے رنج مي برند
مو درمیان دیدہ کم از نوک خار نیست *
اشکم از شوق لبش قطرہ زناں مي آید
ہمچو طفلے کہ پئے قند دواں مي آید *
گشت حسن از پردہ ظاہر، صورت جانا نہ شد
عشق در جوش و خروش آمد دل دیوانہ شد *
کامل شود چو مرد نگردد بخانہ بند
آرد چو باز پر نشود آشیانہ بند *
از بازي دغاے سپہر کمینہ دوست
ہستم بسان مہرۂ ششدر بخانہ بند *
جز سیاست نبود کار ریاست جاري
نشود خامہ رواں تانزني آنرا قط *

آید بسائل از لب ممسک جواب خشک
از جیب خشک سال بر آید سحاب خشک *
عشق فایز کند آخر بحقیقت ز مجاز
میر سد شبنم افتادہ بمہر از بر گل *

والا نے صفر سنہ ۱۲۶۴ ہجری کو بعارضۂ فالج انتقال کیا ۔ مسجد معمور واقع منتیال پیٹ کے صحن میں اپنے چچا کے پہلو میں سپرد خاک ہوے ۔ جناب خوشنود نے تاریخ رحلت " العاقبۃ للمتقین " کہی ۔
۱۲ ھ ۶۴

عاشق

عاشق تخلص ۔ (مولوي) سید عبد الودود نقوي نام ۔ چوکھریہ (من قصبات ضلع بردوان ' بنگالہ) مولد ۔ سال ولادت معلوم نہوا ۔

ان کے اجداد قصبہ کڑہ ضلع الہ آباد کے رھنے والے تھے ۔ ان میں سے ایک صاحب وطن سے بردوان گئے اور وھیں مقیم ھوکر تعلیم و تدریس دین میں مشغول ھوے ۔ ان کے اکثر اسلاف صاحبانِ فضل و کمال تھے اور اپنے خوان علم سے طلبہ کو نعمت علم عطا کرتے رھے ۔ عاشق کے والد بھي کلکتہ کے مدرسۂ عالیہ میں مدرس تھے ۔

عاشق نے مولوي امین اللہ سے تمام درسي کتابیں پڑھیں ۔ فارغ التعلیم ھوکر سنہ ۱۲۲۲ ہجري میں مدراس آئے اور ضلع گنٹور کے مفتي مقرر ھوے ۔ پھر ترچناپلي کے علاقے میں قاضي کے عُہدے پر مامور ھوے ۔ اس کے بعد صدر عدالت کے مفتي بنائے گئے ۔ پچیس برس تک اس عہدۂ عالیہ کے فرایض انجام دینے کے بعد ضلع چنگل پیٹ میں صدر امین کئے گئے ۔

کلام کا نمونہ یہ ھے :—

آتش انتظار سوخت مرا
چہ بلاے است آشنائي ھا *

از مساس مصحف رویش گنه ننوشته اند

دست از جان شسته در عشقش وضو داریم ما *

ازیں چیں ها که دارم بر جبیں وقت کہن سالي

بصد لب مي کنم تفسیر رنج ضعف پیري را *

نکند صبر ایں دل ناداں

کار با سخت جاہل افتاد است *

چوں سینۂ من کلبۂ اخگر شده از عشق

ہر ذرۂ آہم چو شرار است به بینید *

سخن را آب و تاب از اشک دل سوزے چناں دارم -

بگوش ہر که مي افتد کم از گوهر نمي داند -

سنه ۱۲۶۸ ہجري میں انتقال هوا - شاه راه میلاپور میں دلیر جنگ بہادر کے مقبرے کے روبرو سپرد خاک کئے گئے -

خوشنود

خوشنود تخلص - (مولوي) ارتضا علي نام - ارتضا علي خان بہادر خطاب - فرزند مولوي مصطفی علي خاں بہادر خوشدل - قصبۂ گوپامئو میں سنه ۱۱۹۸ ہجري میں پیدا هوے -

پندرہ سال کي عمر میں اپنے والد سے فارسي کي چند کتابیں اور عربي میں کافیه تک پڑھنے کے بعد لکھنؤ گئے اور به حیثیت طالب علم برسوں وهاں قیام پذیر رهے - وهاں سے سندیلے پہنچے اور مولانا حیدر علي سندیلوي کي خدمت میں، جو مشہور علماء میں سے تھے، علوم معقول و منقول حاصل کئے پھر بلگرام میں سات سال تک مقیم رہ کر مولوي محمد ابراہیم ملیباري سے باقي کتابیں پڑھیں - فارغ التحصیل هونے کے بعد جناب مولوي شاہ غلام نصیر الدین سعدي بلگرامي رحمه الله سے بیعت کا شرف اور خرقۂ خلافت پایا -

سنه ۱۲۲۵ ہجري کے شروع میں اپنے والد سے ملنے کے لئے مدراس آئے - پانچ سال بعد نواب عظیم الدوله بہادر نواب کرناٹک (سنه ۱۲۱۶ تا

سنہ ۱۲۳۴ ہجری) کی سرکار میں ملازم ہوے اور محکمۂ عالیہ کے مفتی مقرر ہوے ۔ سنہ ۱۲۳۵ ہجری میں کسی وجہ سے مستعفی ہو گئے اور چندے متوکلانہ زندگی بسر کی ۔ بعض اہل حکومت کی خواہش پر دوبارہ قاضی کا عہدہ قبول کیا اور چتور کے علاقے میں مقرر کئے گئے ۔ کچھ دنوں بعد صدر مفتی ہوے ۔ سنہ ۱۲۴۴ ہجری میں صوبۂ مدراس کے قاضی القضاۃ بنائے گئے ۔

چوبیس سال تک اپنے فرائض نہایت خوبی کے ساتھ انجام دینے کے بعد سنہ ۱۲۶۸ ہجری میں وظیفہ لے کر اپنی خدمت سے سبکدوش ہوے اور مع اہل و عیال حرمین شریفین زادھما اللہ تعالی شرفاً و تعظیماً تشریف لے گئے ۔

نواب غلام محمد غوث خان بہادر اعظم نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۴۱ تا سنہ ۱۲۷۲ ہجری) آپ کے شاگرد تھے ۔ سیکڑوں طلبہ نے آپ کے خوان تعلیم سے بہرۂ وافی حاصل کیا ۔ آپ نے بہت سی عربی کتابوں کی شرحیں اور حاشیے لکھے ۔ اُن کے علاوہ ذیل کی کتابیں آپ کی تالیف ہیں :—

(۱) نقود الحساب (۲) فرائض ارتضیہ (۳) شرح فارسی قصیدہ بردہ (۴) تنبیہ الغفول فی اثبات ایمان آباء الرسول (۵) شرح اسماء الحسنیٰ عربی ۔

آپ کے فارسی کلام کا یہ رنگ ہے :—

چشم آہو با ہمہ شوخی شکار چشم تست
نرگس شہلابہ مستی شرمسار چشم تست *

کے نظر افتد بداں گل چہرۂ نازک بدن
ہستی موہوم تو خوشنود خار چشم تست *

دانۂ سبحہ مگر داں زاہد
انما اللہ الہٌ واحد *

چہ بلا سوز درونم اثرے پیدا کرد
ریخت اشکے کہ ز چشمم شررے پیدا کرد *

شد چناں سینۂ مشبّک ز خدنگِ تو که دل
بهر نظارۂ زهر رخنه درے پیدا کرد *
تا نواز مي کده رفتي بهوايت ز حباب
مے به مینا همه تن چشم ترے پیدا کرد *
قصد صید دل مابود که صیاد ازل
چوں تو نازک بدنے خوش کمرے پیدا کرد *
نیست 'خوشنود' سزاوار ملامت ناصح
دل و جاں باخت بعشق و هنرے پیدا کرد *
خواهي که نماز عشق خواني
از خون دو دیده با وضو باش *
از خستهٔ خود یاد نیاري عجب از تو
کشتي و بخاکش نه سپاري عجب از تو *
خوشنود از انجا بچه کار آمده بودي
مغفول دریں جا بچه کاري عجب از تو *
چرخ زن گرد نقطهٔ وحدت
همچو پرکار باش تا باشي *

رباعي

آدم آئینهٔ جمال تو بود * عالم همه مظهر کمال تو بود
آں کس که نکرد نفس خود را ادراک * کے محرم محفل وصال تو بود

خوشنود کا سال رحلت معلوم نهوا - اتنا پته چلتا هے که تذکرۂ گلزار اعظم کي تالیف یعني سنه ۱۲۶۹ هجري تک زنده تھے -

شفیع

شفیع تخلص - میر محمد شفیع نام - فرزند میر عسکري باقري استر آبادي - نلور مولد - سنه ۱۲۲۸ هجري سال ولادت - سلطان ابوالحسن قطب شاه عرف تانا شاه والي حیدر آباد دکن (سنه ۱۰۸۳ تا سنه ۱۰۹۸ هجري) نے شفیع کے اجداد میں سے ایک صاحب

میر حسن استر آبادي کي بڑي قدر افزائي فرمائي اۋر مضافات حیدر آباد میں مري کنڈہ کي جاگیر عطا کي - شفیع کے والد پہلے تو مچھلي بندر میں تجارت کرتے تھے - بعد کو ملازمت کي اۋر ضلع نلور کے ایک محکمے میں منشي مقرر ہوے -

شفیع نے ہوش سنبھالنے کے بعد اپنے والد اۋر دوسرے اساتذہ سے فارسي اۋر عربي پڑھي - نیز علم حساب میں بھي مہارت پیدا کي - عرصۂ دراز تک مختلف شہروں کي سیاحت کرتے رھے - باپ کے انتقال کے بعد اُن ہي کي خدمت پر مامور ہوے - پھر محکمۂ صدر امین نلور کے دیواني دفاتر کي سر رشتہ داري پر تقرر ہوا - زبان تلنگي وغیرہ سے بھي خوب واقف تھے اۋر بہت جلد ترجمہ کرتے تھے - فن شعر میں میر محمد حسن غریب اۋر میرزا عبد الباقي وفا سے تلمذ تھا - ہندي اۋر فارسي شعر کہتے تھے - مختلف فنون میں ان کي نظم و نثر موجود ھے - جس کا شمار ساٹھ ہزار بیت سے زیادہ ہوتا ھے -

نمونۂ کلام فارسي یہ ھے :-

خال بر عین صنم بس بہ ہزار انداز است
الف کرد است نگر حسن الف قامت را *
مرد مک دست تہي شد ز در و لعل سرشک
لعل خنداں مددے، گوھرے دنداں مددے *
نرگس و غنچہ و گل چشم و دھان و رخ تست
حاش للہ روم جانب بستانِ کسے *

شفیع کے انتقال کا سال معلوم نہوا - لیکن وہ تذکرۂ گلزار اعظم کي تالیف (سنہ ۱۲۶۹ ہجري) کے وقت تک زندہ تھے -

قدرت

قدرت تخلص - محمد قدرت اللہ نام - محمد قدرت اللہ خاں خطاب - فرزند محمد کامل - گوپامؤ مولد - سنہ ۱۱۹۹ ہجري سال ولادت -

آپ کا سلسلۂ نسب حضرت قاسم بن محمد بن حضرت سیدنا امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضي اللہ تعالي عنہ تک پہنچتا هے - یہ حضرت قاسم وهي ہیں جو مدینۂ منورہ کے فقہاے سبعہ میں سے تھے -

یہ نہیں معلوم هوسکا کہ قدرت کے اسلاف عرب سے ہند میں کس راستہ سے آئے - بہر حال قنوج میں سکونت گزین هوے - ان میں سے ایک صاحب سلطنت غوریہ کے اخیر زمانے میں گوپامؤ سے اُٹھ آئے - وهاں کے حکام وقت نے ان کي صلاحیت اؤر امانت کا لحاظ کرکے ان کو نائب صدر مقرر کردیا - اس عہدے کي تنخواہ بہت معقول تھي - سلطنت تیموریہ کے اختتام تک ان کي اولاد میں یہ خدمت باقي اؤر تنخواہ برابر جاري رهي -

قدرت نے صرف و نحو عربي اؤر فارسي درسي کتابیں اساتذۂ وقت سے پڑھیں - سنہ ۱۲۲۷ ہجري میں مدراس پہنچے - جناب ارتضا علي خان بہادر خوشنود سے علم فرایض و حساب پڑھا - نواب اعظم جاہ بہادر رضوان مآب نواب کرناتک (سنہ ۱۲۳۴ تا سنہ ۱۲۴۱ ھ) کے دربار سے خان کا خطاب اؤر نواب عظیم الدولہ بہادر رحمت مآب نواب کرناتک (سنہ ۱۲۱۶ تا سنہ ۱۲۳۴ ہجري) کے مقبرے کي تولیت مرحمت هوي - جب نواب غلام محمد غوث خاں بہادر اعظم نواب کرناتک (سنہ ۱۲۴۱ تا سنہ ۱۲۷۲ ہجري) نے محفل مشاعرۂ اعظم قایم فرمائي ' اس کے دو حَکَمْ مقرر فرماے گئے - اُن میں ایک قدرت تھے - آپ زاہد شب زندہ دار اور عابد و پرهیزگار تھے -

ایک ضخیم دیوان اؤر ایک تذکرۂ شعراء مسمّٰي بہ ' نتایج الافکار ' یادگار چھوڑا - یہ تذکرہ نواب کرناتک کي طرف سے سرکاري مطبع میں طبع هوا تھا -

اُن کا کچھ مُنتخب کلام یہ هے :-

چشمم نشود ملتفت غیر ز سویت
کز قبلہ نگرداند کسے قبلہ نما را "

از راستي تیر، کماں راست نگردد
من چوں ز عصا راست کنم پشت دو تارا *
منزلت در دل و دل بستۂ زلف
زلف مشکن که شکست من و تست *
اشک من راز سینه افشا کرد
طفل ہرگز نه معتمد باشد *
برباد مکن وفاے دیرین
من خاک شدم غبار تا چند *

قدرت کي رحلت کا سال معلوم نہیں، مگر وہ تذکرۂ گلزار اعظم کي تالیف (سنه ۱۲۶۹ ہجري) کے وقت زندہ تھے ۔

مختار

مختار تخلص ۔ باقر حسین نام ۔ حسن علي خاں خطاب ۔ فرزند حسن علي خاں ۔ سریرنگ پٹن مولد ۔ سنه ۱۲۱۰ ہجري سال ولادت ۔

پانچ سال کي عمر میں اپنے والد کے ہمراہ وارد محمد پور (ارکاٹ) هوے ۔ اساتذۂ عصر سے فارسي پڑھي ۔ سنه ۱۲۳۰ ہجري میں مدراس آئے اور یہیں مقیم هوگئے ۔ نواب اعظم جاہ بہادر رضوان مآب نواب کرناٹک (سنه ۱۲۳۴ تا سنه ۱۲۴۱ ہجري) کے عہد ریاست میں 'حسن علي خاں' کا خطاب ملا ۔ آخر عمر میں مجلس مشاعرۂ اعظم میں، جسکو نواب غلام محمد غوث خاں بہادر اعظم نے قایم کیا تھا، داخل هوے ۔

فارسي شعر کم اور ہندي شعر خصوصاً مرثیه اکثر کہتے تھے ۔ کلام کا نمونه یه ھے :—

ہر که سازد سرکشي ہمچوں حباب شوخ چشم
زود بیند از ہواے خویش مدفن زیر پا *
عیش و نشاط اہل جہاں را ثبات نیست
چوں دامن بہار که آمد بدست و رفت *

ہمچو شمع محفل شب زندہ داراں طبع من
ہر زماں مختار روشن تر ز ترک خواب شد *
ہمچو پروانہ بر چراغ رخت
شمع فانوس آسماں سوزد *

مختار کي صحیح تاریخ وفات معلوم نہ ہوي البتہ تذکرۂ گلزار اعظم کي تالیف کے وقت زندہ تھے -

واقف

واقف تخلص - میراں محي الدین قادري نام - فرزند شاہ احمد ابو تراب قادري - اُدگیر مولد - سنہ ۱۲۰۵ ہجري سال ولادت -

کم سني میں اپنے والد کے ہمراہ مدراس آئے اور یہیں مقیم ہوگئے - مولانا باقر آگاہ اور مولوي غلام محي الدین معجز سے فارسي پڑھي - عربي کي تحصیل ملک العلماء مولوي علاء الدین صاحب سے کي - اپنے حقیقي ماموں سید شاہ منصور قادری سے بیعت کي اور تمام سلسلوں میں خرقۂ خلافت پایا - شاعري میں مولوي سید خیر الدین فایق سے تلمذ تھا - بیعت ہونے سے پہلے بسمل تخلص کرتے تھے، مرشد کے حکم سے واقف تخلص اختیار کیا - چنانچہ ایک اردو غزل کے مقطع میں کنایتاً اس کو یوں ظاہر کیا ہے :—

سرِّ مخفي سے انا الحق کے نہ تھا میں واقف
جب تلک شیخ مرا حضرت منصور نہ تھا *

مدراس میں 'شہر استاد' کہلاتے تھے - نواب غلام محمد غوث خاں بہادر اعظم نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۴۱ تا سنہ ۱۲۷۲ ہجري) نے ایک مدرسہ مدراس میں قایم فرمایا تھا جس کا نام مدرسۂ اعظم رکھا - نواب صاحب موصوف کے انتقال کے بعد اس مدرسے کو سرکار انگریزي نے اپنے اہتمام میں لے لیا - مدرسہ ابتک حضرت اعظم کے نام مبارک سے منسوب چلا آتا ہے اور بدستور سرکاري انتظام ہے - غرض واقف بھي اس مدرسہ کے مدرس مقرر کئے گئے - اور محفل مشاعرۂ اعظم کے ایک حکم بھي تھے -

پ کے کلام کا یہ رنگ ہے :—

از سر حرف انا الحق شد به دست من عصا
حضرت منصور واقف تا بود هادي مرا *

چوں مردمک ز ترک تردد تمام عمر
آسایشے به سایۂ مژگانم آرزو است *

بے سوز دل بناے عمل استوار نیست
دیوار خشت خام گہے پایدار نیست *

بے مشقت نه فتد گوهر مقصود بکف
مدّتے سنگ پيِ لعل جگر سوخته است *

خاموشي است موجب سرسبزيِ دروں
صد بار ایں سخن بلب خویش پسته گفت *

مرد میداں نه کشد منت کس را واقف
بهر آب است کجا تیغ به باراں محتاج *

ہزاراں حیله انگیزد براے دادن نانے
مگر ہستم بخوانِ چرخ دوں نا خوانده مہمانے *

واقف - تذکرۂ گلزار اعظم کي تالیف کے وقت تک زنده تھے - مگر اُن کے انتقال کا صحیح سال معلوم نہوا -

فصل ہفتم

وہ فارسی شعراء جو کرناٹک میں پیدا ہوے

ابجدی

ابجدی تخلص - میر اسمعیل خاں نام - فرزند سید شاہ میر - بیجاپور وطن اسلاف - چنگل پیٹ علاقۂ مدراس مولد - سال ولادت معلوم نہوا -

ان کے والد ملا محمد ' مصنف تاریخ فرشتہ کے بہنوئی تھے -

ابجدی نے اپنے زمانے کے اساتذہ سے عربی اور فارسی پڑھی - تحصیل علم سے فارغ ہونے کے بعد نواب والاجاہ جنت آرام گاہ کی خدمت میں باریاب ہوے - آپ نے اپنے فرزندوں یعنی نواب عمدۃ الامراء بہادر اور نواب امیرالامراء بہادر کی تعلیم کے لئے ان کو مقرر فرمایا -

ابجدی کی طبیعت بہت موزوں واقع ہوی تھی - فارسی اور ہندی شعر کہتے تھے - آپ نے ایک دیوان اور پانچ مثنویاں تالیف کیں - نواب والاجاہ کے حکم سے مثنوی ' انور نامہ ' لکھی - نواب موصوف کو وہ مثنوی اتنی پسند آئی کہ ابجدی کو چاندی میں تُلوا دیا - اس چاندی کی قیمت چھ ہزار سات سو روپیہ ہوی اور چند خلعت بھی مرحمت فرماے - سنہ ۱۱۸۱ ہجری میں ملک الشعراء کا خطاب بھی عطا فرمایا -

آپ کے کلام کا یہ نمونہ ہے :-

دستک بدر سینہ زند دل ز طپیدن
شاید کہ در آید بت سیمیں بدن ما *
از سبک روحی چو بوی گل جہانے سر کنیم
با قدم ہرگز نگردد آشنا رفتار ما *
توبہ امشب بہ بزم یار شکست
عہد در موسم بہار شکست *

خوش است سوي زنخدان او نظر لیکن
به پاے خویش فتادن به چاه رسوائي است *
تا نه گردد دل دو پاره بر نیاید آرزو
دیده ام خورشید در چاک گریبان صباح *
برنگ شیشهٔ ساعت دلم را بادلش بستم
که راز هر یکے بر یک دگر پنهاں نمي ماند *
دل را به دام زلف گره گیر بسته اند
دیوانه را به حلقهٔ زنجیر بسته اند *
براے رفع گزند حوادث دوراں
شد است داغ دلم ابجدي مرا تعویذ *

ابجدي نے سنه ۱۱۹۳ ہجري میں قضا کي - جامع مسجد میلاپور کے صحن میں دفن هوے -

ذوقي

ذوقي تخلص - سید عبد اللطیف نام - غلام محي الدین عرف - فرزند حضرت سید شاہ ابو الحسن قربي قدس سرہ - بیجاپور وطن اسلاف - بیجاپور مولد - سال ولادت معلوم نہوا -

اپنے والد ماجد سے ابتدائي فارسي کتابیں پڑھیں - پھر عظیم الدین داماد محمد جعفر طالب علم ویلوري سے صرف ونحو عربي اور علم معقول کے چند رسالے پڑھے - ذهن و ذکاوت خدا داد تھي - اتني ہي تعلیم سے معقول و منقول کي مستند کتابوں کے مطالعہ کي استعداد پیدا کرلي - حقایق و معارف کے علوم سے بھي خوب واقفیت بہم پہنچالي -

حضرت ذوقي کے مزاج میں بڑي بے تکلفي تھي - ظاہري لباس و آرایش کا خیال نہ تھا - امیروں اور تونگروں کي بالکل پروا نکرتے تھے - وقت آخر تک طالبان حق کي تعلیم اور راہ نمائي میں مصروف رھے -

آپ کو تصنیف و تالیف کي طرف توجہ هوي تو علم فرائض - حساب - بیان - منطق - تصوف وغیرہ میں بہت سے رسائل لکھ ڈالے -

قصائد کے دو کثیر الحجم دیوان' غزلوں اور رباعیوں کا دیوان اور پانچ مثنویاں و مثنوي معجزۂ مصطفي آپ کے افکار آبدار کا نتیجہ ہیں - فصیح اللسان شاعر تھے - قدیم شعراء کي طرز پر کہتے تھے - آپ کي زود فکري غیر معمولي تھي - مولانا باقر آگاہ کا بیان ھے کہ ایک روز حضرت ذوقي نے میرے رو برو سات سو شعر موزوں کئے اور فرمایا کہ بارھا ایسا اتفاق ھوا ھے کہ مجھے ایک دن میں ہزار ہزار شعر کہنے پڑے ہیں -

علاوہ ان مثنویوں کے جن کا اوپر ذکر کیا گیا ھے' آپ نے ایک مثنوي بنام 'دُرّ بے بہا' تصنیف فرمائي - اس مثنوي میں اُس جنگ کے واقعات بیان کئے گئے ہیں جو نواب عمدۃ الامراء بہادر اور تنجاوریوں میں ھوي تھي - اسي مثنوي کے چند شعر ذیل میں درج کئے جاتے ہیں' جن سے آپ کے کلام کا اندازہ ھو سکے گا :-[1]

راندہ بارہ بسوي آں بارہ * آمد اندر خروش نقارہ
تیغ ھا درمیان تیرہ غبار * روز روشن نمود در شب تار
بارش گولہ از حضیض زمیں * ہمچو یاراں ز اوج چرخ بریں
چرخ را چرخ سر در افگندہ * کرگس آسماں سر افگندہ
برگ بید اندراں سوادستم * خصم را گشتہ برگ راہ عدم
آشکارا شد از میانۂ فوج * شعلہ بر شعلہ موج اندر موج
توپ ھا دود بر سر آوردہ * و ز سراں دود ھا بر آوردہ
بسکہ پیکاں تیر دل مي سُفت * الاماں الاماں اجل مي گفت
ریکلہ فتنہ ھا بپا کردہ * گُلہ از فرق مہ جدا کردہ
تا برد چیرہ دستیش بعدو * خورد پستول داروي نیرو
رفتہ برباد فتنہ چوں پریاں * از زمیں بر فلک تجاوریاں

سنہ ۱۱۹۴ ہجري میں آپ کا وصال ھوا - قلعۂ ویلور کي خندق پر اپنے والد ماجد کے پہلو میں دفن کئے گئے -

آگاہ

آگاہ تخلص - محمد باقر نام (نایطي و شافعي) - فرزند محمد مرتضی المعروف بہ محمد صاحب - بیجاپور وطن اسلاف - ویلور مولد - سنہ ۱۱۵۸ ہجري سال ولادت -

وطن میں فارسی اور عربی کی چند کتابیں پڑھیں - پھر طلب علم کی غرض سے ترچناپلی گئے اور ذہانت خدا داد سے پندرہ سال کی عمر میں نظم و نثر لکھنے پر قادر ہوگئے - انیس سال کی عمر میں حضرت سید شاہ ابوالحسن قدس سرہ سے بیعت کی اور آپ ہی سے اشعار کی اصلاح لیتے رہے - نعت و منقبت میں بہت سے قصائد و غزلیات اور مثنویاں لکھیں - اس وقت آپ نے اپنا کوئی تخلص قرار نہیں دیا تھا - پیر و مرشد کے انتقال کے بعد اپنے تمام اشعار غرق آب کردئے - شاعری سے کنارہ کش ہوگئے اور ترچناپلی سے چلے آئے - ایک دفعہ پھر ترچناپلی گئے اور نواب والاجاہ فرماں روای کرناٹک (سنہ ۱۱۸۴ تا سنہ ۱۲۱۰ ہجری) نے بڑے ادب اور تعظیم کے ساتھ ملاقات کی اور اپنے دوسرے فرزند نواب امیرالامراء بہادر کا اتالیق مقرر کرکے دو سو روپیہ ماہوار کا وظیفہ عطا کیا - کچھ روز بعد التور کی جاگیر' جس کی سالانہ آمدنی بارہ سو ہوں تھی' مرحمت فرمائی - جب نواب امیرالامرا بہادر مدراس آنے لگے تو آگاہ بھی ہم رکاب آگئے اور یہیں سکونت اختیار کی - مدراس پہنچ کر پھر شعر گوئی شروع کردی - نواب والاجاہ بہادر کے جو خطوط اہل حجاز کے نام جاتے تھے وہ سب آگاہ ہی لکھتے تھے - جب پہلا خط وہاں پہنچا' تو فصحاے وقت نے آپ کی انشا بہت پسند کرکے نواب والاجاہ کو محرر کی بہت تعریف لکھی - نواب صاحب اس سے ایسے خوش ہوے کہ اپنے فرزندوں نواب عمدۃ الامراء اور نواب امیرالامراء کو ایک سونے کے گہوارے کے ساتھ مولانا آگاہ کی خدمت میں روانہ کیا اور دونوں صاحب زادوں سے کہا کہ مولوی صاحب کو اس میں بٹھلاکر جُھلائیں - مولانا نے بڑے اصرار کے بعد یہ تحفہ تو قبول فرما لیا مگر جُھلائے جانے سے انکار کردیا -

آپ کے بہت سے شاگرد تھے - ان میں سے نواب تاج الامراء بہادر ماجد فرزند نواب عمدۃ الامراء بہادر اور اعزالدین خاں نامی نے بڑی

شہرت پائی، جیسا کہ ان دونوں کے حالات سے ظاہر ہوگا، جو اس کتاب میں درج ہیں۔

عربی فارسی اور ہندی میں آپ کی بہت سی تصانیف موجود ہیں۔ ان کے اشعار کی تعداد پچاس ہزار سے بھی زیادہ ھے۔
آپ کے کلام کا یہ رنگ ھے:—

الٰہی مطلع صبح تجلی کن دل مارا
چمن زار گل وادی ایمن کن گل مارا *
غم فراق تو از بسکه کاست جان مرا
عصا ز آه بود جسم ناتوان مرا *
بستم به طرۀ تو دل زار خویش را
آخر فگنده ام به سرت بار خویش را *
شگافے دردل از تیر نگاهے کرده ام پیدا
بسوی آں وفا بیگانه راهے کرده ام پیدا *
ز رشک آں که ساغر از لبش خورشید تابان است
ہلال آسا کند قالب تہی ماه تمام امشب *
برنگ غنچۀ شاخ بریده دل تنگم
که داغ آں گل رعنا به نو بهارم سوخت *
دور نبود شاخ رز گردد اگر مسواک شیخ
بسکه در دور نگاہت می کشی دارد رواج *
گر نمی داشت اثر جذب محبت آگاه
شمع را بر سر پروانه چرا گریاں کرد *

رباعی

ایراں بقیاس ہر سقیم الافکار
رجحاں دارد بهند جنت آثار *
نشنید که بر طبق احادیث آدم
در ہند فرود آمد و در ایران مار *

آگاہ سنہ ۱۲۲۰ ہجری میں جنت نصیب ہوے ۔ میلاپور کے راستے میں ہاتھی گنٹے کے پاس سپرد خاک کئے گئے ۔

معجز

معجز تخلص ۔ غلام محی الدین نام ۔ فرزند محمد ندیم اللہ نایطی ۔ اسلاف کا وطن پہلے مدینۂ منورہ تہا، پھر پانڈا پونڈا اور اس کے بعد بیجاپور تہا ۔ محمد پور (ارکاٹ) مولد ۔ سنہ ۱۱۷۳ ہجری سال ولادت ہے ۔

عربی میں قطبی اور میر تک اور فارسی درسی کتابیں اپنے زمانے کے استادوں سے پڑھیں ۔ سترہ برس کی عمر میں مدراس آئے اور اپنے بزرگوں کے قدیم تعارف کی وجہ سے محمد محفوظ خان بہادر شہامت جنگ، برادر نواب والاجاہ فرمانروای کرناٹک، کے مورد عنایت و عاطفت ہوے ۔ نواب امیر الامراء بہادر فرزند دوم نواب والاجاہ بہادر نے اپنے فرزند نواب عظیم الدولہ بہادر نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۱۶ تا سنہ ۱۲۳۴ ہجری) کی تعلیم ان کے سپرد کردی ۔ جب چند سال کے بعد نواب ممدوح کا انتقال ہوگیا تو نواب والاجاہ نے معجز کو اپنے ملازمین کے زمرے میں داخل فرمالیا اور اسی خدمت پر بحال رکھا اور اپنے فرزندوں اور دامادوں کو بھی بہ غرض تعلیم ان کے تفویض فرمایا ۔

نواب عظیم الدولہ بہادر رحمت مآب نواب کرناٹک نے اپنے عہد ریاست میں اپنے استاد کو مدارالمہام بنانا چاہا لیکن معجز نے قبول نہیں کیا اور کہا کہ "میں غلام محی الدین ہوں کسی اور کی بندگی نہیں کرونگا" اس پر نواب نے ایک سو چالیس روپیہ کا منصب جاری فرما دیا اور اپنے فرزند اکبر نواب اعظم جاہ بہادر کی تعلیم آپ کے سپرد کردی ۔ نواب رحمت مآب اپنے استاد کی بڑی تعظیم و تکریم کرتے اور مرتے دم تک خلوص کے ساتھ شاگردی کے حقوق بجا لاتے رہے ۔

شاعری میں آپ کو مولانا باقر آگاہ سے تلمذ تہا ۔

اشعار کا نمونہ یہ ہے :—

کند بے بال و پر تیر فلک را ترک چشم او

بہ تیر غمزہ چوں پیوند سازد قوس ابرو را *

صد مے کدہ چوں وقف ایاغ نگہ تست
یک دور کہ بے بادہ تباہ است دل ما *
عدم شخص خود نما شدن است
غنچہ را گل شدن فنا شدن است *
چشم عالی ہمتاں بالا نہ بیند از غرور
گرچہ اختر بر فلک باشد نگاہش بر زمیں است *
تکبیر اولیں است سلام وداع خویش
عشاق چوں نماز محبت ادا کنند *
ز پا افتادہ را عالی مقاماں پایہ می بخشند
کند بر عالم بالا بہ جذب خود سفر شبنم *

آخر عمر میں معجز تمام کاموں سے دست بردار ہوکر گوشہ نشیں ہوگئے تھے - سنہ ۱۲۲۹ ہجری میں وفات پائی -

بیخود

بیخود تخلص - سید امین غوث نام - فرزند سید محی الدین بیجاپوری - محمد پور عرف ارکاٹ مولد - سنہ ۱۲۱۰ ہجری سال ولادت -

کم سنی میں مدراس پہنچے - فارسی کی کتابیں حضرت سید شاہ حسین صاحب قادری مجرم قدس سرہ اور مولوی قادر بخش صاحب سے پڑھیں - عربی میں میبذی تک ملک العلماء مولوی علاء الدین صاحب سے مستفیض ہوے - سنہ ۱۲۳۵ ہجری میں حیدر آباد چلے گئے اور راجہ چندو لال کے شعراء کے زمرے میں داخل ہوے - کچھ دنوں بعد دہلی کا رخ کیا - پھر ان کا پتہ نہ چلا کہ کیا ہوے -

بڑے آزاد منش آدمی تھے - بدیہ گوئی میں اپنے ہم عصر شعراء میں ممتاز سمجھے جاتے تھے -

اُن کے کلام کا نمونہ یہ ہے :—

نیست در راہ طلب حاجت مشعل دگرم
ز آتش عشق سراپای من افروختہ است *

مصحف روي تو تفسير دگر مي خواهد
من چه گويم رخ زيباے تو ديدن دارد *
بدين اميد كه روزے بدامن تو رسم
غبار وار بكويت بسے گزر كردم *

بيخود كے انتقال كا سال نه معلوم هوا - بهر حال يه ثابت هے كه وه سنه ١٢٣٥ هجري تک بقيد حيات تهے - اس لئے كه اسي سن ميں حيدر آباد گئے تهے -

برهان

برهان تخلص - سيد برهان خاں هانڈي نام - فرزند سيد حسن هانڈي - بيجاپور وطن اسلاف - نتهر نگر (ترچناپلي) مولد - سال ولادت معلوم نهوا -

شرفاے اهل دكن ميں سے تهے - غلام حسين جودت كے فيض تعليم سے فارسي ميں اچهي استعداد حاصل كي - نظم و نثر كي اصلاح بهي ان هي سے ليتے تهے - فن انشاپردازي ميں ان كي بڑي شهرت هوي - ابتدا ميں شرفاے اهل نوايط كے يهاں منشي گري كرتے تهے - پهر نواب والاجاه فرمانرواے كرناٹک كے فرزند حسام الملک بهادر كي سركار ميں بمقام نتهر نگر ملازم هوے اور آپ كے حكم سے كتاب " تزک والاجاهي " تصنيف كي - چند روز كے بعد آپ كے همراه مدراس آئے اور يهيں سكونت اختيار كرلي - نعرهٔ حيدري ' انشاء برهاني ' منشآت بے نظير اور طوطي نامهٔ منظوم لكها -

كلام كا نمونه يه هے :—

فزود عزت عالي نژاد درپستي
دُرے است قطره كه رفت از سحاب در ته آب *
تپ دل درهوايش شعله جوش است
تمنا هرنفس محشر خروش است *

زدود عشق او ہرجا کہ داغ است
کدورت خانۂ جاں را چراغ است *
واي بر حال نا رسائي ها
زیستن بے تو سخت دشوار است *
برھاں بصد ہزار پریشاني زماں
از دامن تو دور نشد گر غبار شد *

سنہ ۱۲۳۸ ہجري میں جادہ پیماے ملک بقا ھوے -

رايق

رايق تخلص - غلام علي موسي رضا نام - حکیم باقر حسین خاں خطاب - فرزند حکیم رکن الدین حسین خاں نایطي - محمد پور (ارکاٹ) مولد - سنہ ۱۱۸۰ ہجري سال ولادت - تذکرۂ محبوب الزمن میں رايق کا مولد ادگیر بتلایا ھے اور سال وفات سنہ ۱۲۴۷ ہجري لکھا ھے - گلزار اعظم نے ان کا مولد ارکاٹ اور سنہ ۱۲۴۸ ہجري سال وفات بتایا ھے - چونکہ رايق کو دربار کرناٹک سے گہرا تعلق تھا اور صاحب گلزار اعظم وھیں کے فرمانروا تھے اس لئے اُن ہي کا بیان زیادہ قابل وثوق ھے -

نواب حیدر علي خاں فرماں رواے میسور کي معرکہ آرائي کے زمانے میں اُدگیر پہنچ کر وھاں کے جاگیردار سید عبد القادر خاں کے ملازم رھے - اُس کے بعد مدراس آے - مولانا باقر آگاہ کے فیض تعلیم سے فارسي نظم و نثر میں خاص مہارت پیدا کي - فن طب میں بھي بڑي شہرت پائي -

نواب عمدۃ الامراء بہادر فرماں رواي کرناٹک نے انھیں محمد پور میں منشي گري کي خدمت پر مامور فرمایا - نواب موصوف کي وفات کے بعد رايق دوبارہ مدراس آئے اور نواب عظیم الدولہ بہادر رحمت مآب نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۱۶ تا سنہ ۱۲۳۴ ہجري) کے زمرۂ اطبا میں داخل ھوگئے اور نواب ممدوح نے حکیم باقر حسین خاں کا خطاب دیا -

اخیر زمانے میں نواب اعظم جاہ بہادر رضواں مآب نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۳۴ تا سنہ ۱۲۴۱ ہجری) کے مصاحبوں میں داخل ہوے -

شاعر ہونے کے علاوہ بہت بڑے ادیب و انشاپرداز بھي تھے - ایک تذکرہ گلدستۂ کرناٹک کے نام سے نہایت فصیح و بلیغ لکھا ھے -

کلام کا نمونہ یہ ھے :—

بیاقوت جگر کن دیدم اسم شاہ جیلاں را
به این اسم معظم تو اما دیدم چو ایماں را *
به راہ مرگ رفتن اغنیا را سخت دشوار است
که فربه کے به آساني نماید قطع منزل ها *
سر کرد در بساط زمیں بازي فلک
یکسر برات میر ز حکم غلام سوخت *
شعر نا خوبت کند رسواے عالم گوش دار
چوں پسر ابتر شود نفریں پدر را مي کنند *
ہر دم از سوداے عشق آں بت انور جبیں
ہمچو ہندو شمع مي مالد به خاکستر جبیں *

رایق نے بقول تذکرۂ اعظم سنہ ۱۲۴۸ ہجري میں قضا کي - جناب 'والا' نے اُن کي تاریخ رحلت حسب ذیل کہي ھے مگر اُس سے سنہ ۱۲۵۱ نکلتے ہیں :—

داروي اجل چو خورد رایق * با بدرقۂ گلاب ایماں
سالش ز سربکا دلم گفت * حقا که ز دہر رفت لقماں

چونکہ اس تاریخ میں "بکا" کے سر یعني ب کا تعمیہ ھے ' اس لئے ب کے دو عدد مصرع تاریخ میں بڑھائے جائیں تو سنہ ۱۲۵۳ ہوتے ہیں - اس حساب سے تذکرۂ اعظم کے بیان اور قطعۂ تاریخ میں پانچ عدد کا فرق ھے -

بصارت

بصارت تخلص - غلام محي الدين نام - فرزند حکیم بدیع الدین ۔ ارکات مولد - سنه ۱۱۹۷ سال ولادت - ان کے والد نواب کرناٹک کي سرکار میں ملازم تھے - مگر دادا حکیم محمود حسین اپنے وطن سے باہر کہیں نہیں گئے - والد بہ ہمراہي نواب انورالدین خاں شہید ارکات پہنچے - بصارت نے علوم صرف ونحو عربي اور طب نظري و عملي حکیم شفائي خاں سے پڑھي - فارسي نظم و نثر کي اصلاح سید منان حسیني بینا اور دوسرے اساتذہ سے لیتے تھے - اپنے والد کے انتقال کے بعد ان ہي کي جگہ سرکاري شفا خانے میں بہ عہدۂ طبابت مامور ہوے - رنگیں مزاج، خوش تقریر اور چرب زبان تھے - اشعار کا یہ نمونہ ھے :-

گشت ویران دل من از ستم آہ و سرشک
خانۂ ہستي من کرد خراب آتش و آب *
آب گردیدہ ام از جوش گداز تب عشق
ہست بیرون درونم چو کباب آتش و آب *
مي کند صد جا توقف تا بہ چشمم مي رسد
شاید افتاد از تب دل آبلہ در پائے اشک *
لب تشنہ و تفسیدہ دھاں مردہ ام اي ابر
بر خاکم اگر اشک نہ باري عجب از تو *

سنہ ۱۲۶۴ ہجري میں اس دار فاني سے عالم جاوداني کي طرف سفر کیا - بینش نے جو شیعي تھے یہ تاریخي قطعہ کہا :-

دانشمندے نہاد چوں رو بعدم
نے نے کہ نجات یافت از بند الم *
تاریخ بحسب اعتقادش جستم
روحش گفتا : " غلام محي الدینم " *
۱۲۶۴ ھ

افسر

افسر تخلص - رضا حسین خاں نام - رضا حسین خاں بہادر خطاب - فرزند سعید حسین خاں جدي - ویلور مولد - سنہ ۱۲۱۹ ہجري سال ولادت -

خطۂ کرناٹک کے سر بر آوردہ جاگیرداروں میں سے تھے - سترہ برس کي عمر میں مدراس آئے - فارسي کتابیں مولوي واقف اوڑ عارف الدین خاں رونق سے اوڑ عربي میں میبذي تک مولوي صادق نقشبندي اوڑ افضل العلماء مولوي ارتضا علي خاں بہادر سے پڑھیں - فن شعر میں بھي واقف اوڑ رونق کے شاگرد تھے -

منشآت افسري - تحفۃ الانشا اوڑ مختصر سا دیوان اپني یادگار چھوڑي - طبیعت میں بلا کي تیزي تھي - اتنے زود فکر تھے کہ ایک ہي جلسے میں غزل بلکہ قصیدہ کہہ اٹھتے تھے -

کلام کا نمونہ یہ ھے :—

دلم آسودۂ زلف تو مزن شانہ دگر
خار در سینہ زند ہر سر دندانہ مرا *
بسکہ در شیشۂ دل عشق تو افسوں دارد
ایں پري خانہ بود کعبۂ و بتخانہ مرا *
جہاں پا مال عشقش حسن روز افزوں تماشا کن
بنازم دلبرے را ہردم اعجاز مبیں دارد *
گرفتارم بدست خیرۂ یعني دل شیدا
چگویم در بغل پیدا شد ایں دشمن خدا حافظ *
چو دیدم رنگ ھاي عالم افسر
دلے مي خواہم از ہستي رمیدہ *

آخر عمر میں امراض و افکار نے ان کے حواس مختل کردئے تھے - اگلي جودت و ذکاوت باقي نرھي تھي - سال وفات معلوم نہوا -

اتنا ضرور معلوم ھے کہ سنہ ۱۲۶۹ ہجری میں گلزار اعظم کی تالیف کے زمانے تک زندہ تھے -

تمنا

تمنا تخلص - سید محمد حسین نام - فرزند سید امام - وطن و مولد ترپاتور - سنہ ۱۲۱۳ ہجری سال ولادت - اپنے والد کے انتقال کے بعد دس برس کی عمر میں چتور پہنچے - وھاں کچھ فارسی پڑھی - پھر مدراس آکر افضل العلماء مولوی ارتضا علی خاں بہادر سے عربی کی تکمیل کی -

سنہ ۱۲۵۰ ہجری میں حافظ یار جنگ بہادر کی وساطت سے نواب کرناٹک کی سرکار میں ملازم ھوے - چندے تاریخ والاجاہی کی تصنیف میں لگے رھے - سنہ ۱۲۶۹ ہجری میں مدرسۂ اعظم کے فارسی مدرس مقرر ھوے - شرح بوستان المعروف بہ عندلیب بوستاں ' بدیع الصرف ' بدیع الانشا ' رسالۂ مناسک الحج موسوم بہ ذخیرۃ العقبیٰ فارسی میں اور رسالۂ زیارت مصطفی (صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ و سلم) ہندی میں تمنا کی یادگار ہیں - شاعری میں جناب افضل العلماء موصوف سے تلمذ رکھتے تھے -

کلام کا نمونہ یہ ھے :-

چشم ہر کس محو گلزار است و چشمم محو یار
ہر کسے مست شراب و من بہ ساقی پر خمار *
کشتۂ عشق تو گردید مباہی از خوں
بر سر خویش زدہ افسر شاہی از خوں *

تمنا کا سال وفات معلوم نہوا - سنہ ۱۲۶۹ ہجری تک تو زندہ رھے -

خالص

خالص تخلص - سید محمد نام - فرزند سید صفی اللہ قادری - أدگیر وطن و مولد - سنہ ۱۲۳۷ ہجری سال پیدایش - ان کے نسب کا

سلسله پندره واسطوں سے حضرت قطب ربّانی محبوب سبحانی سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی الله تعالی عنه تک پہنچتا ھے - ممالک دکن میں ان کی خاندانی شرافت مشہور ھے -

هوش سنبھالنے کے بعد خالص مدراس آئے اور یہاں مولوی شیریں سخن خاں راقم سے تمام درسی کتابیں پڑھیں - مشق سخن بھی اُن ہی سے کی - نواب غلام محمد غوث خاں بہادر نواب کرناٹک (سنه ۱۲۵۱ تا سنه ۱۲۷۲ ہجری) کی بزم مشاعرہ میں باریاب ھوے - نیز اس محفل کی منشی گری اور کتب خانۂ سرکاری کی مہتممی پر نام زد کئے گئے - فہم سلیم اور طبع رسا رکھتے تھے -

ان کے کلام کا نمونه یه ھے :—

خم ز بار منّت عشقش بود گردن مرا
یک بدخشاں ریخت لعل از اشک در دامن مرا *
خلعت عریانی از شاہ جنونم حاصل است
نیست خالص همچو عیسی حاجت سوزن مرا *
ز شمع روشنی گل کرد بر من این سخن خالص
تواں دریافتن نور دل از بیداری شب ها *
ریزد بجرم همسری مه جبین من
جلاد آسمان شفق خون آفتاب *
در گریه بوسهٔ لب جانانم آرزو است
نوشیدن شراب به بارانم آرزو است *
جواں به مقصد خود میر سد ز صحبت پیر
رود ز فیض کماں بر سر نشانه خدنگ *
تنگ می داری ز آغوشم چرا ای شعله رو
ماه را زیب دگر حاصل شود از هالهٔ *

خالص کے انتقال کا سال معلوم نہوا - سنه ۱۲۶۹ ہجری تک وہ زندہ تھے -

منوّر

منور تخلص - سید معین الدین نام - منور رقم خاں خطاب - فرزند سید عبد القادر خوشنویس - چتور وطن و مولد - سنہ ۱۲۱۷ ہجري سال ولادت -

آپ کے والد سرکار کرناٹک میں ملازم تھے - منور کم سني میں اپنے والد کے ہمراہ مدراس آئے اؤر یہیں مقیم ہوگئے - عربي اؤر فارسي کي ضروري تعلیم پائي - فن خطاطي میں کمال پیدا کیا - سنہ ۱۲۴۰ ہجري میں نواب کرناٹک کے دربار میں دار الانشا کے منشي مقرر ہوے - اس کے بعد کچہري دیواني مال کے منشي مقرر کئے گئے -

اس سے زیادہ آپ کا کوئي حال معلوم نہوا - آپ کے کلام کا یہ نمونہ ھے :—

بہ محفلے کہ رخش نور بخش انظار است
ہزار دیدہ چو آئینہ نقش دیوار است *
رو بروے جلوۂ رخسار آں خورشید رو
سر بسر آئینہ از خجلت در آب استادہ است *
مگر باشد ہواي شمع رویش در سرش ہردم
کہ آتش در جگر افتاد فانوس خیالي را *

سال وفات معلوم نہوا - تذکرۂ گلزار اعظم کي تالیف (سنہ ۱۲۶۹ ہجري) کے زمانے میں وہ زندہ تھے -

آگاہ

آگاہ تخلص - علي رضا خاں نام - ضیاء الدولہ خطاب - فرزند حسین دوست خاں بہادر شمس الدولہ عرف چندا صاحب - ارکاٹ مولد - سال ولادت معلوم نہوسکا - شرفاے اہل نوایط میں سے تھے - بڑے ذي مروت اؤر فیاض تھے - جب اپني ریاست میں خلل پڑا اؤر تمام کار و بار درھم ہوگیا تو میسور گئے - حیدر علي خاں والي میسور نے از راہ شرفا نوازي

بخشي گري کي خدمت عطا فرمائي - مدت تک اسي عهدے پر سرفراز اور میسور ہي میں مقیم تھے - ایک روز سواروں کا جایزہ لیتے ہوے ایک سوار سے کہا کہ "میں تجھکو یابو رکھنے کي اجازت نہیں دے سکتا" - سوار نے برجستہ جواب دیا کہ "جب کوئي نواب اپنے رتبے سے گرکر بخشي ہونا منظور کرلے تو کوئي سوار اگر گھوڑے کے عوض یابو رکھہ لے تو اُس پر کیوں اعتراض کیا جا سکتا ھے" یہ فقرہ سنکر ان کے دل پر سخت چوٹ لگي - نوکري چھوڑکر مرهٹہ واڑي کي طرف چل دئے - وهاں کے پیشواؤں میں سے بھاؤ نامي پیشوانے اُن کي مدد کي اور ان کي ضروریات کے موافق جاگیر دے دي - زمانۂ دراز تک وهاں ایسے پَیر باندھہ کر بیٹھے کہ مرکر ہي اُٹھے -

آگاہ کے یہ دو شعر بطور نمونہ حاضر ہیں :—

از دہر آنچہ حاصل اسباب کردہ ایم
قصرے بلند بر رہ سیلاب کردہ ایم *
بہ ہفتاد ودو ملت آشنا شد طبع آزادم
چراغم - محفلم - آئینہ ام حسن پري زادم *

آگاہ کا سال رحلت معلوم نہوا -

جوهر

جوهر تخلص - قادر حسین نام - فرزند شیخ داؤد جوهري - ناگور شریف مولد - سنہ ۱۲۳۳ ہجري سال ولادت ھے -

آپ میاں محمد قاسم عمدۃ التجار ناگوري کے بھانجے تھے - چھوٹي ہي عمر میں اپنے والد کے ہمراہ مدراس آگئے - جب ہوش سنبھالا تو شہر کے اہل علم و فضل سے فارسي درسي کتابیں پڑھیں - ان ہي حضرات سے مشق سخن بھي کي - شیریں سخن خاں راقم نے جوهر آپ کا تخلص تجویز فرمایا -

درسي کتابیں خوب از بر تھیں - جو کچھہ اپنے استادوں سے سنا تھا ' اسي طرح ان کتابوں کو اپنے شاگردوں کو پڑھاتے تھے -

نواب غلام محمد غوث خاں بہادر نواب کرناٹک نے جو محفل مشاعرہ قایم فرمائي تھي، اُس میں اکثر جوھر بھي شامل ھوتے تھے - نواب ممدوح کي سرکار سے انھیں کچھ تنخواہ بھي ملتي تھي -

کلام کا نمونہ یہ ھے :—

دل پُر جوش من دانست شرح جوھر فردش
چو آمد در نظر رنگ مسي بالاے آں لب ھا *

برد حسن عارض دلدار خط شد کسوف آفتاب یار خط *

بود جنوں زدۂ شوق ابروي تو از اں
ز جوھر است بزنجیر آب دریم تیغ *

ہلال وار شدہ جسم جوھر دلریش
ز بسکہ خوردہ ز دست تو زخم پیہم تیغ *

جوھر کا سال وفات معلوم نہوا - مؤلف عاصي کي بسم اللہ خواني یعني سنہ ۱۲۱۲ ہجري تک بقید حیات تھے -

فصل هشتم

فارسي گو شعراء جو مدراس میں پیدا ہوے -

افصح

افصح تخلص - حسین علي نام - محمود علي خاں خطاب - فرزند حاجي محمود علي خاں نایطي - ان کا مولد مدراس هے - سال ولادت معلوم نه هوسکا -

افصح کے حقیقي چچا حسین محمد خاں چودہري نواب والاجاہ بہادر فرماں رواي کرناٹک (سنه ۱۱۶۴ تا سنه ۱۲۱۰ ہجري) کے مدار المہام تھے - افصح نے اساتذۂ وقت سے فیض تعلیم اٹھایا -

جب سنه ۱۲۱۰ ہجري میں نواب عمدة الامراء بہادر المتخلص به ممتاز فرماں رواي کرناٹک هوے ' افصح نے حضرت ملک العلما بحر العلوم قدس سرہ کي وساطت سے نواب ممدوح کي خدمت میں باریاب هوکر اردو زبان میں ایک قصیدہ پیش کیا جس کا یه مطلع هے :—

ہر ذرۂ بے قدر کو خورشید بنانا
یه کام تو تیرا ہي هے ممتاز زمانا *

اس کے صلے میں نواب موصوف نے افصح کو افصح الشعراء کا خطاب عطا فرمایا - فن شعر میں مولانا باقر آگاہ سے تلمذ تھا - طبیعت میں تیزي ' شوخي اور ظرافت تھي -

کلام کا نمونه یه هے :—

از قتل دشمنان علي برمدار دست
بهر حمایت تو رسد صد ہزار دست *
نیست سروے که لب جو پیدا ست
نخل آهے ز گلستان من است *
دلا از پر تو مهر علي خورشید گردیدم
بیک جام ولایش مرشد جمشید گردیدم *

مخمور خار آں پری زادم
مثل آئینہ حیرت ایجادم *
جان من عشق مرتضی دارد
محو او گشتہ حیدر آبادم *

انصح کی تاریخ وفات معلوم نہ ہوئی ۔ سنہ ۱۲۱۰ ہجری میں نواب عمدۃ الامراء بہادر کی مسند نشینی تک زندہ تھے ۔

انور

انور تخلص ۔ نورالدین محمد نام ۔ نورالدین محمد خاں بہادر حشمت جنگ خطاب ۔ فرزند ابو المعالی خاں گوپاموی ۔ سنہ ۱۱۲۰ھ سال ولادت ۔

آپ کے نانا نواب محمد محفوظ خاں بہادر شہامت جنگ نواب والاجاہ فرماں روائے کرناٹک کے بڑے بھائی تھے ۔ انور نے اپنے زمانے کے علماء سے عربی و فارسی کی ضروری درسی کتابیں پڑھیں ۔ اس کے بعد نواب والاجاہ جنت آرام گاہ کے عہد میں پہلے تنجاور کی خانسامانی اور پھر نلور کی فوجداری پر مامور ہوئے ۔ بعد کو ونکٹاچلم عامل نلور کے قتل کے جرم میں چندرگیری کے قلعے میں قید ہوئے ۔ قید کے زمانے میں چھ مہینوں کی تھوڑی سی مدت میں قرآن مجید حفظ کرلیا ۔ نواب والاجاہ بہادر کے حضور میں اس واقعے کی اطلاع کے ساتھ معافی قصور کی عرضداشت پیش کی ۔ اتفاق سے وہ مہینا رمضان شریف کا تھا ۔ نواب صاحب نے حکم دیا کہ وہ ختم شبینہ سنائیں ۔ انہوں نے تعمیل حکم کی ۔ نواب صاحب قرآن مجید سنکر بہت خوش ہوئے اور انہیں دوبارہ نلور کی فوجداری مرحمت فرمائی اور پلنا ڈاورنگول کی فوجداری بھی اس کے ساتھ عطا فرمائی ۔

نواب عمدۃ الامراء بہادر فرماں روای کرناٹک نے انور کو محمد پور عرف ارکاٹ کا نائب صوبہ دار مقرر کیا اور حشمت جنگ کا خطاب بھی عطا ہوا ۔ ایک ہی سال کے بعد معزول ہوکر مدراس واپس آگئے ۔

انور شاعری میں مولانا باقر آگاہ کے شاگرد تھے۔ طبیعت بہت موزوں تھی اور حق یہ ہے کہ خوب کہتے تھے۔

نواب والاجاہ بہادر کی سترویں سالگرہ کے موقع پر انور نے یہ دو شعر مستزاد کے پیش کئے :—

از نقد بقاسکہ عطا کرد ترا — رب الارباب
کردی ہفتاد صرف در راہ خدا — با صدق و صواب
از وعدۂ ایزدی کہ یک را بعوض — دہ می بخشد
ہفصد حق تست بعد از ان لطف و عطا — و ھو الوھاب

دریا دل نکتہ رس نواب نے انور کا منہہ موتیوں سے بھردیا۔

انور کبھی کبھی دل بھی تخلص کرتے تھے۔ یہ ان کے اشعار کا نمونہ ہے :—

طپیدن ھاے دل می آرد از عشرت نوید اینجا
مگر قرباں شدن باشد مبارکباد عید اینجا *

تو در صد پردہ و من سوختم از پرتو حسنت
مگر آئینۂ آتش شد از عکس تو حائل ھا *

گفتمش کردی قرار وصل گیسو شاہد است
گفت این باور نمی آید کہ ہندو شاہد است *

طرّہ اش امشب پریشانست ای دل نالۂ
لیلۃ القدر است اظہار تمنا کردن است *

گریہ ام چشم ترا جوش سرور افزاید
سیر در عالم مستی بلب آب خوش است *

صحبت ناراستاں نار است سازد مرد را
می نماید چہرہ را مرآت نا ہموار کج *

مباد از نالہ ام چشمت شود بیدار می ترسم
من از بیداریِ این فتنہ ھا بسیار می ترسم *

سحر ز من گل و بلبل کند بگلشن مشق
یکی دریدن جیب و دگر کشیدن آہ *

انور نے سنہ ۱۲۱۲ ہجری میں راہ دار البقا اختیار کی - میلاپور کے راستے میں حضرت شیخ محمد مخدوم ساوی قدس سرہ کے گنبد کے پائیں سپرد خاک کئے گئے -

ماجد

ماجد تخلص - محمد علی حسین نام - تاج الامراء امیر الملک ذو الفقار الدولہ محمد علی حسین خاں بہادر ظفر جنگ خطاب - فرزند نواب عمدۃ الامراء بہادر فرماں روای کرناٹک (سنہ ۱۲۱۰ تا سنہ ۱۲۱۶ ھ) مدراس مولد - سنہ ۱۱۹۸ ہجری سال ولادت ھے -

نو سال کی عمر میں قرآن مجید ختم کرکے فارسی کی چند رسمی کتابیں بھی پڑھ لیں - اسی میں کچھ شعر و شاعری کے طرف توجہ ھوگئی اور قصائد عرفی، دیوان ناصر علی، دیوان اسیر اور چند اساتذۂ قدیم کا کلام بغور مطالعہ فرمایا اور شعر کہنا شروع کردیا - یہاں تک کہ قریباً چار ہزار شعر کا ایک دیوان مرتب کرلیا - جب اس پر نظر کرنے بیٹھے تو کچھ سُقم نظر آئے - دوستوں کے مشورے اور ترغیب سے سارے دیوان کو غرقِ آب کردیا - اب اساتذۂ متاخرین کے دیوانوں اور تذکروں کا مطالعہ شروع کیا اور شعر میں اُن ہی کی تقلید کی - مولانا باقر آگاہ کو اپنا کلام دکھاتے اور اصلاح لیتے تھے - جب مشق سخن بڑھ گئی تو اپنے آپ سے اتنے مطمئن ھوے کہ بعض موقعوں پر استاد آگاہ کی اصلاح کو نا پسند کرکے اپنے ہی شعر کو بحالہ بحال رکھنے لگے - اس گستاخی کی اطلاع اُستاد کو پہنچی تو اُنھوں نے شاگرد کی اصلاح سے ھاتھ کھینچ لیا - نواب عمدۃ الامراء بہادر کو یہ کیفیت معلوم ھوی تو آپ بہ نفس نفیس صاحب زادے کو مولانا آگاہ کی خدمت میں لے گئے - اُن کی خطا معاف کرائی اور بدستور اصلاح جاری رکھنے پر اصرار کیا - مگر یا تو مولانا اپنے شاگرد سے صاف نہیں ھوے یا یہ امر واقعہ

تھا کہ آپ نے حضور نواب صاحب سے یہ عرض کیا کہ "صاحب زادے کو اب اصلاح کي ضرورت باقي نہیں رھي ' ورنہ ضرور تعمیل حکم کرتا" ۔

اس واقعے کے بعد ماجد تبدیل مذھب کرکے شیعہ ھوگئے ۔ یہ اؤر بھي سونے پر سہاگا ھوا ۔ کچھ اختلاف مذہب ' کچھ اپني قابلیت کا غرّہ تھا کہ مولانا آگاہ کي نسبت بے ادبانہ جو کچھ چاہتے کہہ بیٹھتے ۔ اسي پر بس نہیں کیا بلکہ اُستاد کے دیوان پر جابجا اعتراضات کئے ۔ ایک قول یہ بھي ھے کہ یہ فعل اُن کے کسي مصاحب کا تھا ۔ بہر حال جب اُس کي اطلاع مولانا کو پہنچي تو اُنھیں اتنا صدمہ ھوا کہ ماجد کے حق میں بد دعا کي اؤر فرمایا کہ "دیکھہ لینا عنقریب علي حسین نوجواني میں دنیا سے ناشاد و نامراد اٹھہ جائیگا" ۔ چنانچہ یہي ھوا کہ وہ عین عنفوان شباب میں کہ اٹھارہ برس کے تھے رحلت کرگئے ۔ اس کے علاوہ جب سنہ ۱۲۱۶ ہجري میں نواب عمدۃ الامراء بہادر کا انتقال ھوا تو سرکار انگریزي نے ماجد کو نواب نہیں بنایا اؤر خود براہ راست ملک کرناٹک کو اپنے قبضے میں لے لیا اؤر نواب عمدۃ الامراء بہادر کے حقیقي بھتیجے نواب عظیم الدولہ بہادر ' (فرزند نواب امیر الامراء بہادر) کو محض اعزازي نواب بنا دیا ۔

خاندان انوریہ میں ماجد جیسا نازک خیال شاعر کوئي اؤر پیدا نہیں ھوا ۔ عجیب دماغ تھا ۔ بلا کي طبیعت تھي ۔ نامور شاعروں اؤر با کمال استادوں کے چالیس دیوان شروع سے آخر تک پڑھہ کر ان پر تنقید کي ۔ کسي پر اعتراض کیا اؤر کسي کو اصلاح دي ۔

قصائد کا ایک دیوان ' غزلیات کے دو دیوان اؤر ایک مثنوي ماجد کي بلند فکري اؤر علوے تخیل کي نشانیاں ہیں ۔ ان میں کہیں ماجد تخلص کیا ھے اؤر کہیں حسین ۔

اُن کے کلام کا یہ نمونہ ھے :—

اگر راحت طلب باشي اسیر رنج خواہي شد
کہ خفتن برق باشد خرمن عیش زلیخا را *

در فراقت راحتم با رنج مي گردد بدل
بے تو ام مانند چراغ خانه چشم شـير را *

نيست در ديوان سودا همچو من بيتے که يار
بر سـرم زد نقطه هاے انتخاب از سنگ ها *

ماجد از کف هيچگه مگذار دامان وطن
از شکستن دور باشد تا بود گوهر در آب *

نبود عجب اگر ز پدر خوب شد پسر
ماجد ز سنگ شيشه و آئينه بهتر است *

کس به تقليد چوں بزرگ شـود
کوه تصوير را گراني نيست *

جان من در طپش از درد دل زارے هست
نيست آرام دراں خانه که بيمارے هست *

محفل صاف دلاں نيست به ساماں محتاج
خانهٔ آئينه نبود به چراغاں محتاج *

شبے که در کفم آں گيسوي زر افشاں بود
بکوچه هاے کف دست من چراغاں بود *

مسافران عدم را چه لذتے است بخواب
که هر که چشم به پوشـيد گاه باز نکرد *

ز بس نازک دماغ است آں پري ، در محفل و صلش
به عرض حال چوں چشم بتاں گوياي خاموشـم *

به پيشم آمدي وا کردم از خميازه آغوشے
مکن هرگز تغافل ايں اشارت را چو مي داني *

ماجد نے سنه ۱۲۱۶ هجري ميں وفات پائي - 'اميرالملک ماجد نو جوان رفت ' تاريخ وفات هوي -

مختار

مختار تخلص ـ محمد انور نام ـ سیف الملک انور الدوله محمد انور خاں بہادر حسام جنگ خطاب ـ فرزند سوم نواب والاجاہ فرماں روائے کرناٹک ـ سنہ ۱۱۶۶ سال پیدایش ھے ـ آپ بہت بڑے شاہ سوار تھے ـ عالی گوھر شاہ عالم ثانی بادشاہ دہلی نے آپ کو بذریعۂ فرمان منصب شش ہزاری ذات و شش ہزار سوار، خلعت ملبوسی خاص، جیغہ و سر پیچ مرصع، ماہی و مراتب، پالکی جھالردار اوڑ خطابات مندرجۂ بالا سے سرفراز فرمایا تھا ـ سادات و فقرا سے آپ کو دلی عقیدت تھی اوڑ ان کی خدمت کو اپنی سعادت و فلاح دارین کا باعث جانتے تھے ـ

آپ نے فارسی کی درسی کتابیں میر اسمعیل ابجدی اوڑ میر علی مردان یکدل سے پڑھی تھیں ـ بعد کو فن عروض و قافیہ، علم عقاید و فقہ اوڑ طب میں بھی استعداد پیدا کی ـ خوش نویس بھی بہت اچھے تھے ـ شاعری میں ابجدی سے تلمذ تھا ـ ایک چھوٹا سا دیوان اپنی یادگار چھوڑا ـ

کلام کا یہ رنگ ھے :—

آئین دلبری نبود بے حجاب را
جز رنگ بوے نیست گل آفتاب را *

از بوالہوس محبت قلبی طمع مدار
نتواں گرفت از گل کاغذ گلاب را *

بسکہ ضعف و ناتوانی آشنایم گشتہ است
جادہ از بے طاقتی زنجیر پایم گشتہ است *

بہر قطع آرزو ھاے جہاں از خاطرم
جنبش مژگان جاناں کار صد شمشیر کرد *

بہ نیم غمزہ توانی کہ قتل عام کنی
نعوذ باللہ اگر غمزہ را تمام کنی *

سنه ۱۲۱۸ ہجري میں اس تنگناے عالم فاني سے فُسحت آباد عالم باقي کے طرف رحلت کي - نعش ترچناپلي بهیجي گئي اوٗر نواب والاجاه بہادر کے پائین دفن کي گئي -

اسد

اسد تخلص - اسد الدین نام - اسد الدین خاں بہادر خطاب - فرزند علاء الدین خطیب مسجد میلاپور - مدراس مولد - سنه ۱۱۷۷ ہجري سال ولادت -

اسد کے نسب کا سلسله حضرت خواجه عثمان هاروني ' پیر و مرشد حضرت خواجهٔ بزرگ خواجه معین الدین چشتي اجمیري رضي الله تعالی عنهما تک پہنچتا هے -

میر ابجدي سے عربي اوٗر فارسي درسي کتابیں پڑهیں - پهر اوٗر اساتذهٔ عصر سے استفاده کیا - اپنے زمانے کے فاضلوں میں شمار هوتے تهے - اعلی درجے کے انشا پرداز تهے - فن خوش نویسي میں بهي کمال حاصل تها -

نواب عمدة الامراء بہادر فرماں رواے کرناٹک نے از راه قدرداني اُن کو منشي گري کي خدمت مرحمت فرمائي - خان بہادر کا خطاب بهي دیا -

غزل ذیل اسد کے کلام کا نمونه هے :-

شمس یک قبهٔ ایوان من است * ماه یک شمع شبستان من است
صبح یک چاک گریبان من است * شام یک آه پریشان من است
بسکه از درد فراقش گریم * بحر یک قطرهٔ طوفان من است
مهر با این همه نور افشاني * پر تو ماه درخشان من است
هفت اوراق سپهر گرداں * فردے از دفتر عصیان من است
نیست بر چرخ بریں ابر سیاه * گرد افشاندهٔ دامان من است
اے اسد عشق علي مي دارم * بس همیں مایهٔ ایمان من است

نواب عمدة الامراء بہادر کے انتقال کے بعد اسد بوجه پیرانه سري خانه نشیں هوگئے - سنه ۱۲۳۴ ہجري میں آسایش دوامي کے لئے دنیا سے بلا لئے گئے -

(To be continued).

نامی

نامی تخلص، غلام اعزالدین نام۔ غلام اعزالدین خاں بہادر مستقیم جنگ خطاب فرزند حامد علی خاں گوپاموی۔ مدراس مولد ۱۱۸۱ہجری سال ولادت (غلام علی ۱۱۸۱) آپ کا تاریخی نام ہے۔

عربی میں قطبی اور میر تک اور فارسی تمام درسی کتابیں مختلف اساتذہ عصر سے پڑھیں۔ فن شعر میں مولانا آگاہ سے تلمذ تھے۔ استاد کے بڑے منظور نظر تھے۔ عربی، فارسی اور ریختہ میں شعر کہتے تھے۔ چنانچہ مثنوی خسرو و شیریں اور مثنوی لیلیٰ و مجنون ریختہ میں آپ کی تصنیف ہیں۔ بعض بزرگان دین کے کشف و کرامات و حالات بھی نظم کئے۔ کبھی نامی اور کبھی مستقیم تخلص کرتے تھے۔ ہمیشہ مذاہب باطلہ کی تردید فرماتے رہتے تھے۔

نواب عمدۃ الامراء بہادر فرماں روائے کرناٹک کے زمانۂ دولت میں نامی کی قسمت ایسی چمکی کہ نواب بہادر نے ان کو ملک الشعراء کا خطاب مرحمت فرمایا۔

ان کے فارسی کلام کا نمونہ یہ ہے:۔

بندۂ حسینیم و شد سرگشتگی عنوانِ ما　　کاکلِ خوباں بود بسم اللہ دیوانِ ما

مگر از کشتۂ آں غنچہ لب حرفے بہ لب دارد　　کہ خوں آلودہ دیدم ہمچو گل منقارِ بلبل را

نیست از جورِ عدو روشن ضمیراں را خلل　　ایمن از آسیبِ گل گیر است شمعِ ماہتاب

بہ کاکلش نہ رسد زلف مہ وشانِ دگر　　کہ ہر شبے نہ بود ہمسرِ شبِ معراج

گر نیست سیر لالہ رخاں در سرِ طاؤس　　پُر داغ چرا شد چو دلم پیکرِ طاؤس

چشم من دُر بہ یادِ درویش ریخت　　می تواں گفت، ہست دریا دل

زشورِ حشر ترساند اگر زاہد نہ می رنجم ‏ ‏ ‏ بہ عشقِ قندِ لعلش از مریدانِ شکر گنجم

نہ یابی حق بغیر از دردِ دل زین سبحہ گردانی ‏ ‏ ‏ بہ از صد دانہ باشد دانۂ اشکے اگر داری

بجز عشقش نہ دارد این دلِ دیوانہ تقصیرے ‏ ‏ ‏ بغیر از زلف در پایش نہ باید کرد زنجیرے

نامی نے ۱۲۸۴ھ ہجری میں انتقال کیا۔

ناظر

ناظر تخلص. غلام عبدالقادر نام. قادر عظیم الدّین خاں بہادر خطاب. فرزند غلام محی الدّین معجز. مدراس مولد ۱۲۰۲ ہجری سال ولادت ہے۔

فارسی اپنے والد اور میر جعفر علی سے اور چند عربی کتابیں اپنے زمانے کے اساتذہ سے پڑھیں۔

نواب عظیم الدولہ بہادر نواب کرناٹک نے اپنے ابتدائی زمانے میں ناظر کو دربار کا منشی اور کتب خانۂ سرکاری کا داروغہ مقرر کیا اور قادر عظیم الدّین خاں بہادر کا خطاب مرحمت فرمایا۔

جب نواب اعظم جاہ بہادر رضواں مآب اپنے زمانۂ ریاست میں حضرت قادر ولی اور حضرت نتھر ولی قدّس اسرارہما کی مزارات کی زیارات کے لئے تشریف لے گئے تو ناظر کو بھی ساتھ لیا اور ان کو روزانہ حالاتِ سفر قلم بند کرنے پر متعین فرمایا. واپسی کے بعد ناظر نے یہ سفر نامہ بنام "بہار اعظم جاہی" مرتب کرکے نواب ممدوح کی خدمت میں پیش کیا۔

اس سفر نامے کے علاوہ شرح بوستان مسمّٰی بہ "گلدستان" شرح یوسف زلیخا مسمّٰی بہ "روضۂ دل کشا" اور شرح سکندر نامہ بھی لکھی۔

اشعار کا نمونہ یہ ہے:

تیرِ مژگاں راہدف کردی بہ من ‏ ‏ ‏ حقِ این الطاف بر من مو بمو است

دیدهٔ ناظرِ ما ابر صفت می گرید　　برق ساں می زند آں شوخ ستمگر چشمک

چوں گشت یارِ من بہ خطِ سبز جلوہ گر　　بر خطِ دل برانِ جہان خط کشیدہ ام

بستہ ام خاطرِ خود با زلفت　　مثل زنجیر مکن در بدرم

۱۲۴۳ھ ہجری میں ناظر نے وفات پائی۔

بینش

بینش تخلص۔ سیّد مرتضیٰ نام۔ فرزند میر صادق علی حسینی۔ مدراس مولد۔ ۱۲۲۶ھ ہجری سال ولادت ہے۔

آپ نے فارسی کی تمام کتب متداولہ اور شرح ملا جامی تک عربی کتابیں اساتذۂ عصر سے پڑھیں۔ آپ کی ذہانت، خوش تقریری اور حاضر جوابی مشہور ہے۔ فن شعر میں اپنے بھائی ثاقب اور مولوی واقف کے شاگرد تھے۔

نواب غلام محمد غوث خاں بہادر، نواب کرناٹک نے "مجلس مشاعرۂ اعظم" قائم فرمائی تو بینش حیدرآباد سے آکر میر مجلس کی اجازت سے اس میں شریک ہوئے۔ چند روز کے بعد نواب بہادر کی سرکار سے اُن کی کچھ تنخواہ بھی جاری ہوگئی۔

۱۲۶۵ھ میں بینش نے نجفِ اشرف، کربلائے معلّٰی اور کاظمین شریفین کی زیارات کے ارادے سے نواب ممدوح الشان سے تین سال کی رخصت لی۔ مشاعرے میں آکر آئندہ نہ حاضر ہو سکنے کا معذرت نامہ ۱۹ اشعار کا پڑھا اور روانہ ہوگئے۔ اثنائے سفر میں سخت بیمار ہوئے۔ اللہ اللہ کرکے کربلائے معلّٰی پہنچے۔ شہر میں داخل ہوتے ہی روح نے اس قفس عنصری کو چھوڑ دیا۔ خوش قسمت ایسے تھے کہ

روضۂ مقدّسہ کا صحن مدفن کے لئے نصیب ہوا۔ اور یوں اُن کے اِس شعر کا مضمون صادق آیا۔ جس کو وہ برسوں پہلے لکھ چکے تھے:

بینشؔ بہ کربلاست بہ یادِ تو یا حسینؑ پابند گرچہ ہست بہ ہندوستاں ہنوز

یہ بیان تذکرۂ گلزار اعظم سے ماخوذ ہے۔ لیکن تذکرۂ محبوب الزمن میں لکھا ہے کہ "بینشؔ ۱۲۶۵ھ میں مکۂ معظمہ گئے۔ حج و زیارت سے مشرّف ہوکر ایک سال بعد مدراس واپس آئے اور وطن میں انتقال کیا" یہ بالکل خلاف واقعہ ہے۔ بینشؔ نہ حرمین شریفین گئے نہ وہاں سے واپس آئے۔ بلکہ صحیح واقعہ یہ ہے کہ وہ عراق گئے تھے اور کربلائے معلّٰی میں انتقال ہوا۔ بینشؔ جناب نواب غلام محمدؐ غوث خاں بہادر کے درباری، ملازم اور مدراسی الاصل تھے۔ لہٰذا گلزار اعظم کا بیان زیادہ معتبر ہو سکتا ہے۔

بینشؔ نے ایک تذکرہ بہ نام "اشارات بینشؔ" لکھا تھا جو نوّاب موصوف کے سرکاری مطبع میں طبع ہوا ہے۔

کلام ملاحظہ ہو:

تیرِ تو گزشت از لبِ من، زخم عیاں نیست کشتی بہ ادائے کہ خبر نیست قضا را

ز مشرق تا بہ مغرب سیر دارم ہمچو کوکب نہ سازد راہ گم روشن دل از تاریکی شب

آزادہ ز بند تو در روزگار نیست عنقاست طائرے کہ بہ دامت شکار نیست

نہ بوَد حسن خداداد بہ ساماں محتاج کے بہ آرائشِ ظاہر شدہ قرآں محتاج

صبر از دل، دل زمن، من از دیارم جُدا کس مبادا در جہاں چوں من پریشاں روزگار

درصنعت ذوبحرین و ذو قافیتین می فرماید:

سپرد شد از روئے تو بازارِ گل زرد شد از خوی تو رخسارِ گل

شمس

شمس تخلص۔ غلام عبدالقادر نام۔ شمس الدولہ۔ غلام عبدالقادر خاں بہادر اعتضاد جنگ خطاب۔ فرزند نوّاب عظیم الدولہ بہادر رحمت مآب نواب کرناٹک مدراس مولد۔ سنہ ۱۲۳۱ھ سال ولادت ہے۔

آپ کو بہترین علماء عصر و فضلاء دہر سے تلمذ تھا۔ ظاہری وجاہت کے ساتھ حسن اخلاق سے بھی متصف تھے۔ چہرے سے امارت کے آثار نمایاں اور بات چیت سے فراست کے اطوار عیاں تھے۔

ایک دفعہ بعض دوستوں کی ترغیب سے حیدر آباد گئے، مگر کچھ دن تکلیف اٹھاکر واپس چلے آئے۔

فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں ایک مختصر سا دیوان اور (۱) انشاء بہارِ اعظم (۲) انشائے شمسی آپ کی یادگار ہیں۔

کلام یہ ہے:

سیرِ سنبل نہ کند جمع دلم را ہرگز یادِ زلفِ تو مرا بس کہ پریشاں دارد

چو نبض آخر طبیبان راطپیدن می شود پیدا اگر بینند ایں حالِ پریشانے کہ من دارم

ہمچو سودازدگان حرف پریشان گویم کردہ آشفتہ زبس کاکلِ پیچان کسے

نصیب کیست یا رب زان جبینِ عیار سرگوشی مگر آن حلقۂ گوشش کند با یار سرگوشی

دانم عنانِ صبرم یکسر رود ز دستم ترکم نہاد اکنوں پا در رکاب نیمے

سنہ ۱۲۶۶ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ مسجد والا جاہی ترلکھیٹری مدراس کے صحن میں دفن ہوئے۔

علیم

علیم تخلص۔ محمد علیم اللہ نام۔ مفید الدولہ محمد علیم اللہ خان بہادر پیروز جنگ خطاب۔ فرزند نوّاب عظیم جاہ بہادر غفران مآب (اوّل پرنس آف آرکاٹ) مدراس مولد سنہ ۱۲۴۰ھ سال ولادت ہے۔

فارسی کی چند درسی کتابیں پڑھنے کے بعد ہی شعر گوی کی طرف طبیعت مائل ہوگئی۔ بینشؔ سے تلمذ تھا۔ خط شکستہ بہت اچھا لکھتے تھے۔

آپ کا کلام منتشر تھا۔ آپ کے انتقال کے بعد آپ کے علاتی بھائی۔ عمدۃ الدّولہ محمد نور اللہ خان بہادر جرأت جنگ نے مرتب کیا۔

نمونۂ کلام یہ ہے :۔

اگر طالع بود بیدار، غفلت کارہا دارد   کہ رہبر بہتر از خواب گران نبود زلیخا را

شوخیٔ آن مژۂ بے پروا   طائرِ شوقِ مرا بال و پراست

بردار دل ز ہر دو جہان بایگانہ بند   چون تیر از دو خانہ نظر بر نشانہ بند

گر تو می خواہی کنی سیرِ عدم   محو دیدارِ میانِ یار باش

داغ ہائے دلِ من گلزار است   در خزان طرفہ بہارے دارم
زشک گل رنگ ز چشم ریزد   در نظر لالہ عذارے دارم

رباعی در تاریخ جلوس نواب غلام محمد غوث خان بہادر المتخلص بہ اعظم نواب کرناٹک :۔

بنشست برادرنگِ شہ اعظم ما   فرخندہ شود از کرم رب مجید
تاریخ جلوس از سر آداب بدان   بردوش ولایت قدم غوث رسید[1]
۱۲۵۸ھ

---

[1] اس مصرعہ سے بہ طریقۂ ذیل تاریخ حاصل کی گئی ہے :
"دوش ولایت" = ۷۵۸
قدم غوث (یعنی ش) = ۵۰۰

۱۲۶۶ھ میں انتقال کیا۔

حیران

حیران تخلص۔ محمد محی الدین نام۔ مدراس مولد۔ ۱۲۱۱ہجری سال ولادت ہے۔

حیران کے دادا فقیر محمد کرنول کے باشندے اور نواب عمدۃ الامرا بہادر زمان روائے کرناٹک کے داروغۂ مطبخ تھے۔ عربی و فارسی کی استعداد بہت اچھی تھی۔ شاعری میں مستقیم جنگ بہادر نامی نیز بعض دیگر اہل زبان حضرات سے مستفیض ہوئے۔ فارسی نحو اور محاورہ دانی میں انھیں کامل دستگاہ حاصل تھی چنانچہ اس فن میں آپ کی کتاب تحقیق القوانین اس کی زبردست شاہد ہے یہ کتاب طبع ہو چکی ہے۔ زبان اردو کے دقایق کی تنقیح اور علم موسیقی میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔

ابتدا میں انگریزوں کے منشی تھے۔ اسی تقریب سے مختلف شہروں کی سیر کی چند روز حیدرآباد میں بھی قیام رہا۔ آخر مدراس واپس آئے۔

۱۲۵۵ہجری میں حرمین شریفین (زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً) کی زیارت سے مشرف ہو کر وطن واپس ہوئے۔

کلام یہ ہے:

محوِ دیدن دیدہ ام چون دیدۂ تصویر شد	اشتیاقِ دیدنت از بسکہ دامن گیر شد

کجاست بے تو قرارے بہ جانِ محزونم	کہ یادِ لیلیٔ زلفِ تو کرد مجنونم

زآسایشِ عمر بیگانہ گشتہ	ہرآں کس کہ شد آشنائے جوانی

گریزانم از اختلاطِ عزیزاں	کشیدم زبس رنج ہائے جدائی

۱۲۶۷ہجری میں وفات پائی۔

احقر

احقر تخلص. سیّد نظام الدین نام. فرزند سیّد عبد القادر خوش نویس. مدراس مولد اور سنہ ۱۲۰۳ ہجری سال ولادت ہے۔

فارسی کی درسی کتابیں مولانا باقر آگاہ، معجز، مستقیم جنگ نامی اور اظفری جیسے نامور اساتذہ سے پڑھیں[1]. فن شعر میں بھی ان ہی حضرات سے استفادہ کیا۔ خوش نویسی اور نقاشی کا فن اپنے والد سے حاصل کیا۔

نواب عظیم الدولہ بہادر رحمت مآب نواب کرناٹک (سنہ ۱۲۱۶ھ تا سنہ ۱۲۴۳ ہجری) نے از راہ قدر دانی احقر کو محکمۂ عالیہ کی میر منشی گری عطا فرمائی اور اپنے خلف اکبر نواب اعظم جاہ بہادر رضوان مآب کی مصاحبت پر بھی سرفراز فرمایا۔ بعض حاسدوں کی شرارت و پرخاش سے مجبور ہو کر سنہ ۱۲۲۴ ہجری میں اپنی خدمتوں سے مستعفی ہو کر ملیبار چلے گئے۔ وہاں راجہ رام راج بہادر شمشیر جنگ نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور میر منشی بنا دیا۔ اس تقریب سے وہیں سکونت اختیار کرلی۔

فارسی اور اردو میں شعر کہتے تھے۔ ایک چھوٹا سا دیوان بھی مرتب کیا تھا۔ اس کے علاوہ فن انشاء میں ایک رسالہ بنام نظام الانشاد لکھا تھا۔

ان کی شاعری کا نمونہ یہ ہے:۔

میل تقوے کے شود ناصح منِ مستانہ را　　خوشۂ انگور دانم سبحۂ صد دانہ را

در شگفتن شد برنگِ گل دلِ ما چاک چاک　　با بہار آمد خزاں ہیہات در بستانِ ما

دل او سنگ و منم پنبہ و عشقش فولاد　　چوں دریں وقت بود فرصتِ تدبیر مرا

---

[1] ان سب حضرات کا ذکر خیر اس تذکرے میں موجود ہے۔

مے پرستی زازل شغل دوام است مرا سرنوشتم بہ حقیقت خط جام است مرا

محتاج ناتواناں زورآورانِ دہراند تیرِ رواں نہ گردد تا چلّہ باکماں نیست

رباعی

احقر ز جہاں وفا نہ جوئیم بجا است دست از ہوس و طمع نہ شوئیم خطا است

ایں ہستیِ ما را کہ چو نقش است برآب گر ہم نفسِ حباب گوئیم رواست

احقر کا صحیح سال وفات معلوم نہ ہوا۔ مگر اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ تذکرۂ گلزار اعظم کی تالیف کے وقت سنہ ۱۲۶۹ ہجری تک بقید حیات تھے۔

احمدی

احمدی تخلّص۔ غلام احمدی نام۔ منشی احمدی عرف۔ فرزند اسد الدّین خاں بہادر اسد۔ مدراس مولد۔ سنہ ۱۲۱۵ ہجری سالِ پیدائش ہے۔

فارسی کی درسی کتابیں اپنے والد نیز میر قطب الحسینی اور مولوی واقف سے پڑھیں۔ اُن کی ذہانت اس واقعے سے معلوم ہوتی ہے کہ ایک روز وہ زمانۂ طالب علمی میں اپنے والد سے خاقانی کی مثنوی تحفۃ العراقین پڑھ رہے تھے کہ نواب فخر الامراء اعظم جاہ بہادر رضوان مآب نواب کرناٹک کے عقد کی خبر سنی۔ احمدی نے با دنیٰ تامل کہا کہ "نکاح فخر الامراء" اس عقد کی تاریخ ہے۔ حاضرین سُن کر دنگ رہ گئے اور احمدی کی بہت تعریف کی۔ (۱۲۳۴ھ)

شروع میں "اہل بقایائے کرناٹک" کی کچہری میں وقائع نگاری کی خدمت پر مامور ہوئے۔ پھر مدّتوں قوی جنگ بہادر (جو نواب کرناٹک کے عزیزوں میں سے تھے) کی وکالت کرتے رہے۔

سنہ ۱۲۶۲ ہجری میں مجلس مشاعرۂ اعظم میں داخل ہوئے۔ اور نواب اعظم کی سرکار میں ملازم رہے۔

احمدی نے فارسی اور ہندی کا ایک دیوان مرتب کیا تھا۔
اس کے علاوہ مثنوی بحر غم مصنفۂ جناب ابو طیب خان والا کا ترجمہ بنام "غم نامہ" اردو میں کیا تھا۔
کلام ملاحظہ ہو:

در باغ تماشائے تو تخم دلم افتاد — من چشم به راہم که چه آخر ثمر آرد

بغیر سرزنش از سخت دل نه یابی زر — شرر چگونه بر آید بجز شکستن سنگ

از تمنائے وصالش داغ حسرت رو نمود — بر در دیر و حرم پیشانی خود سوده ام

احمدی کے انتقال کا صحیح سال معلوم نہ ہوا۔ البتہ وہ تذکرۂ گلزار اعظم کی تالیف کے وقت سنہ ۱۲۶۹ ہجری تک زندہ تھے۔

اظہر

اظہر تخلص۔ عبد القادر نام۔ فرزند منشی غلام حسین خان۔ مدراس مولد سنہ ۱۲۰۳ھ سال ولادت ہے۔

فارسی میں اپنے والد تیز خان عالم خان بہادر فاروق اور مولوی غلام محمد مفتی مچھلی بندر کے شاگرد تھے۔ عربی صرف و نحو کچھ تو ان ہی صاحبوں سے اور کچھ مولوی قادر بخش صاحب سے پڑھی۔

مولوی شجاع الدین حسین صاحب کے مرید ہوئے اور خلافت پائی۔

یوروپین سرداروں کے پڑھانے پر بمشاہرۂ پندرہ ہون (ساڑھے باون روپیہ) ماہوار پر ملازمت شروع کی۔ پھر کمشنر کی کچہری میں ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار پر میر منشی ہوئے۔ وہاں سے وجیا نگر کے علاقے میں منصف ہو کر گئے۔ سنہ ۱۲۵۵ ہجری میں حج و زیارت کے لئے حرمین شریفین

گئے۔ واپس آنے پر تعلقۂ کلگیری کی منصفی پر تقرر ہوا۔
اشعار کا نمونہ یہ ہے۔

دل را مکن بہ صحبتِ اہلِ زمانہ بند مثلِ حباب در بہ رخ از ہر کرانہ بند

بہ محرابِ دو ابروی تو دل در سجدہ می باشد مبادا از مردمِ چشمت خلل اندر نماز افتد

صبح دم چون نالہ انگیزد دلِ شیدائے من آسمان ریزد ز انجم اشک بر غوغائے من

دل ما را بہ نگاہے ز کف آسان بردی حیف این جنس گران مایہ چہ ارزان بردی

اظہر کے انتقال کا صحیح سال معلوم نہ ہوا۔ لیکن یہ سنہ ۱۲۶۹ ہجری تک زندہ تھے۔

بلیغ

بلیغ تخلص۔ شاہ محمدؐ روح اللہ نام۔ فرزند شاہ محمدؐ نور اللہ نقشبندی خوش نویس۔ مدراس مولد۔ سنہ ۱۲۳۰ھ سال ولادت ہے۔

بلیغ کے نسب کا سلسلہ چھ واسطوں سے حضرت شیخ احمد سرہندی مجدّد الف ثانی قدّس سرّہ العزیز تک پہنچتا ہے۔ اِن کے والد نوّاب کرناٹک کی سرکار میں ملازم تھے۔

کم سنی ہی میں ابتدائی کتابیں اپنے ماموں سیّد قادر بادشاہ سے پڑھیں پھر کتبِ متداولہ مولوی حسن علی ماہلی اور حاجی محمدؐ محی الدّین حیران سے پڑھیں۔ ان ہی اساتذہ سے فن عروض و قافیہ، بیان و بدیع، نجوم و رمل و قانون حاصل کیا۔ مولوی شہاب الدّین کی خدمت میں عربی پڑھی۔ اپنے والد سے خوش نویسی سیکھی۔ اور اُن ہی سے سلوک میں خرقۂ خلافت پایا۔

بہت ذہین، مہذب، چرب زبان اور فصیح اللسان تھے۔ نواب غلام محمد غوث خان بہادر نواب کرناٹک کے مشاعرے کے اراکین میں بھی شامل تھے۔

کلام کا اندازہ اشعار ذیل سے ہوتا ہے:

تا بہ بزمِ خود بہ رنگِ شیشہ جا دادی مرا ۔۔۔ لب بہم ناید چو جام از خندۂ شادی مرا

ازنگاہِ چشمِ مے گونت رہائی مشکل است ۔۔۔ پا بہ زنجیر است شیدائے تو زین موج شراب

منت کجا بہ زخمِ دل از مشک تر گرفت ۔۔۔ چون شانہ آن کہ خدمت زلفش بسر گرفت

تا گذشت روان قافلۂ اشک بہ کوبش ۔۔۔ ہر نالہ کہ برخاست ز دل بانگِ جرس شد

بینم چہ گونہ صبح بنا گوشت اے نگار ۔۔۔ از کاکلِ تو ہست شبے درمیان ہنوز

زخمِ روشن دل نہ گردد بہ ز درمان کسے ۔۔۔ کے شود چاک سحر از سوزن عیسیٰ رفو

بامن از دود مان دل سوزی ۔۔۔ شمع ماند است رشتہ وارے

بلیغ ۱۲۶۹ھ ہجری تک زندہ تھے مگر سال وفات معلوم نہ ہوا۔

بہجت

بہجت تخلص۔ محمد تاج الدین نام۔ فرزندِ غیاث الدین خاں خوش نویس۔ مدراس مولد۔ ۱۲۱۴ھ سال ولادت ہے۔

بیس سال کی عمر عموماً تعلیم ختم کر دینے کا زمانہ ہوتا ہے۔ مگر آپ نے اس سن میں تحصیل علم شروع کی اور بتیس سال کی عمر میں فارغ ہوئے فارسی زبان کی قابلیت اعلیٰ درجے کی تھی۔

۱۲۴۵ھ ہجری میں حکومت برطانیہ کی طرف سے دو سو روپیہ ماہوار کے مشاہرے پر اضلاع چنگل پیٹ، سیکاکول اور پالم کوٹہ میں مفتی مقرر ہوئے اور برسوں ان خدمات پر سرفراز رہے۔ آپ کے حسنِ مروّت اور خوش مزاجی کی شہرت تھی۔ طبیعت بھی بہت موزوں پائی تھی۔ فارسی اور ہندی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ فن تاریخ گوئی میں خوب مہارت تھی۔ نواب غلام محمدؐ غوث خاں بہادر اعظم نواب کرناٹک کے ختنہ کا مصرعۂ تاریخ کہا:

ع۔ برآوردند گل از شمعِ کافور

۱۲ ھ ۴۲

حسب ذیل کتابیں آپ کی تصنیفات سے ہیں:

(۱) رسالۂ فن صرف (۲) تاج القواعد (فارسی صرف و نحو) (۳) مجمع البحرین (فن عروض و قافیہ) (۴) چمنستان (شرحِ گلستانِ سعدیؒ) (۵) شرحِ مسلّم قاضئ مبارک پر عربی حاشیہ۔

کلام کا یہ نمونہ ہے:

تا خانہ کردہ است کمان ابروئے بہ دل   برتن بہ رنگِ تیر خلد مو بہ مو مرا

چرا اے سرو قد جوئی لب جو   بہ چشمِ من بیا جائے تو این است

در غمت یوسفؑ نہ کردے گریہ چشمِ او سپید   ہمچو تو می داشت گر یعقوبؑ فرزندے دگر

بہر زحمت مردمکِ اہلِ نظر گردہ ہجوم   طرفہ شورِ نمکستان است برین خوانِ نمک

بہجت زتیرہ بختیِ خود دم زنم چسان   آن چشم سرمہ سا شدہ مہرِ دہانِ من

رباعی

دل در پئ وصلِ تو بہ صد سوز و گداز   چون نے بہ نوائے نالہ باشد دمساز
یارب شبِ ہجر را نہ باشد پایاں   ہم سلسلہ آمدہ بہ گیسوئے دراز

بہجت کا سال وفات معلوم نہ ہوا۔ لیکن ۱۲۶۹ھ ہجری تک زندہ تھے۔

حشمت

حشمت تخلص۔ انور حسین نام۔ نور الدین محمد خان بہادر حشمت جنگ خطاب۔ فرزند انور علی خاں بہادر۔ مدراس مولد۔ ۱۲۰۴ھ ہجری سال ولادت ہے۔

آپ کے والد نواب سراج الدولہ محمد انور الدین خان بہادر شہید، صوبہ دار کرناٹک کے پوتے تھے۔ اور چونکہ یہ اپنے چچا، نور الدین محمد خان بہادر انور کے متبنیٰ تھے۔ اس لئے نواب عظیم الدولہ بہادر رحمت مآب نواب کرناٹک (۱۲۱۶ھ تا ۱۲۳۴ھ ہجری) نے وہی خطاب آپ کو مرحمت فرمایا۔

درسی کتابیں اپنے زمانے کے استادوں سے پڑھیں۔ فارسی میں مرزا عبد الباقی وفا سے اور ریختہ میں مستقیم جنگ بہادر نامی سے اصلاح سخن لیتے اور دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔

نمونۂ کلام یہ ہے:

بے تعلق باش گرداری وصالِ وہوس   مانعِ رفتن شود آید چو دامن زیر پا

سودائے چرخ دور نہ شد گرچہ ہر سحر   سازد علاجِ خویش ز معجون آفتاب

افتد بہ خاک ہر کہ کشد سر بر آسمان   این نکتہ شمع سوختہ پیشم نشستہ گفت

احتیاطِ نیک و بد اندر جہان پیدا بود   خار را می پرورد گل از محبت در کنار

ہست بر آبادی و ویرانہ یکسان فیضِ ابر   نیست عالی ہمتان را با کسے در دل غبار

گر تیر جگر دوزِ تو آید بہ تنِ من　　　　از ہر لب زخمے سر پیکان تو بوسم

سنہ ۱۲۶۹ ہجری میں وفات پائی۔

راغب

راغب تخلص۔ سیّد احمدؐ نام۔ میر مبارک اللہ خان بہادر خطاب۔ فرزند سیّد عاصم خان بہادر مبارز جنگ ۔ مدراس مولد۔ سنہ ۱۲۰۳ھ سال ولادت ہے۔ لفظ "راغب" سے پیدایش کی تاریخ نکلتی ہے ۱۲۰۳ھ

راغب کے دادا سیّد معصوم خان، عبداللہ خان (مصاحب نواب آصف جاہ) کے داماد تھے۔ وہ امام نامی قصبہ سے جو بلخ کے علاقے میں ہے حیدرآباد آئے۔ راغب کے باپ حیدرآباد سے مدراس پہنچکر نواب والا جاہ جنّت آرام گاہ، فرمان روائے کرناٹک کی سرکار میں بعہدۂ فوجداری ملازم ہوئے۔ شدہ شدہ مدار المہامی تک ترقی پائی ۔ خان بہادر اور جنگ کے خطاب سے بھی سرفراز ہوئے۔

راغب نے مولانا باقر آگاہ اور مولوی فایق کے سامنے زانوئے شاگردی تہ کیا۔ فن شاعری میں بھی ان ہی دونوں حضرات سے فیض پایا۔

بڑے عالی فکر اور روشن خیال شاعر تھے۔ آخر عمر میں بیماریوں کے سبب جسمانی طاقت بہت کچھ زائل ہوگئی تھی۔ اس لئے اگلی سی جودت و ذکاوت باقی نہ رہی۔

ایک فارسی دیوان اور دو مثنویاں، بنام ساقی نامہ و فراق نامہ لکھیں۔ اُن کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام میں پختگی، رنگینی اور فصاحت ہے۔ نمونہ حسبِ ذیل ہے۔

آخر رسید زلف سیاہت بہ دادِ ما　　　　زین لیلتہ المراد برآمد مرادِ ما

چون گل نرگس نمی آید بہم مژگانِ ما　　　　در تلاشِ کیست یارب دیدۂ حیرانِ ما

نوشتن نامہ سوی نے سوائے آرزو دارم　　قلم سازید یاران بعد مُردن استخوانم را

گریۂ من پاک کرد آلودہ دامانِ مرا　　پنبہ شد چشمِ سپیدم داغِ عصیان مرا

مصفا مشربان را بے کسی آبِ گہر بخشد　　کہ شد گردِ یتیمی انتہائے وصفِ گوہرہا

گشتہ راغب صفحۂ دیوانِ من　　نرگستان از ہجومِ صادہا

کے بجز زندانِ فانوس است جا پروانہ را　　رشتۂ شمع است چون زنجیر پا پروانہ را

کے جدا می شود ز ما راغب　　سایہ آسا سیاہ بختیٔ ما

دل از خیالِ خطِ او غبار آلود ہست　　چگونہ اشک نہ ریزم کہ خانہ پُر دود است

سرور رہنت نہادن و مردن گناہِ من　　ناکردہ التفات گزشتن گناہِ کیست؟

مسکنم گشت نقشِ پائے کسے　　جای گیرم بہ فلک پایاں گھاٹ

ساقی بیا کہ بہرِ تو دستِ دعا مدام　　از برگِ تاک بر لبِ انگور شد بلند

بہ زیرِ سایۂ زلفِ تو نیست آرامم　　چو اہلِ بیتِ رسالت مسافرِ شامم

باقی است کار و بارِ بہار از غبارِ من　　بیہودہ نیست رستنِ گل از مزارِ من

در شرحِ اشتیاق چہ حاجت بہ التماس　　این جا چو خامہ است سخن با گریستن

اے لختِ دل تو گرم بہ مژگان رسیدۂ ‏ ‏ ‏ ‏ این جانشین بہ سایۂ دیوار اندکے

سنہ ۱۲۶۹ ہجری میں راغب کو سفر آخرت پیش آیا۔ میلاپور کے راستے میں حضرت شیخ محمدؒ مخدوم ساوی قدّس سرہٗ کی درگاہ کے متصّل اپنے والد کے مقبرے میں ہمیشہ کے لئے محوِ خواب ہیں۔

راقم

راقم تخلص۔ محمدؐ حسین قادری نام۔ افضل الشعرا شیریں سخن خان بہادر خطاب فرزند نجم الدّین حسین قادری خوش نویس۔ ملازم سرکار نواب کرناٹک۔ مدراس مولد۔ سنہ ۱۲۴۳ ہجری سالِ ولادت ہے۔

آپ حضرت مولوی محمدؐ حسین شہیدؒ المعروف بہ امام صاحب قدّس سرہٗ کی اولاد میں سے تھے۔

عربی کی تمام تحصیلی کتابیں امام العلما قاضی الاسلام قاضی الملک مرحوم اور افضل العلما مولوی ارتضا علی خان بہادر خوشنود سے پڑھیں۔ فارسی میں اپنے حقیقی چچاؤں یعنے شایق علی خان شایقؔ اور مولوی واقفؔ کے شاگرد تھے۔ فن شعر میں پہلے شایق سے پھر سیّد ابو طیّب خان والاؔ سے اصلاح لیتے تھے۔ جناب والاؔ کے منظور نظر شاگردوں میں سے تھے۔ نواب غلام محمدؐ غوث خان بہادر نوابِ کرناٹک کے ہم سبق ہونے کا بھی آپ کو فخر حاصل تھا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ تذکرۂ گلزار اعظم کی تالیف میں نواب صاحب موصوف نے راقم کو شامل رکھا۔ انھوں نے بھی اُس کی ترتیب میں سعی بلیغ کی۔ اور جب مجلس مشاعرہ قائم ہوی تو راقم کو اس کا میر مجلس بناکر افضل الشعرا شیریں سخن خان بہادر کے خطاب سے سرفراز کیا۔

راقم نے ذیل کی کتابیں تالیف کیں:

(۱) رسالۂ میزان الاشعار (۲) اعظم الصناعت شرح معمّیاتِ حدائق البلاغت (۳) مختصر دیوان بھی ترتیب دیا۔ کلام کا یہ رنگ ہے:

شود مانی رقم پرداز تصویر دهانت را   بدست آرد به جای خامه گر موی میانت را

ز گفتگوی بد خصم دل نمی ترسد   خطر ز باد نه باشد چراغ آئینه را

لب کشاید به شکر شمشیرت   بارک اللہ زخم کاری ما!

زنهار به کف گوهر مقصود نیابی   تا دانه کنی همچو صدف دست دعا را

قانعم تا از تعلق داد آزادی مرا   شد به رنگ سرو یکسان ماتم و شادی مرا

نسب یا سم سیه شیر است دندان می زند بر من
بیاض دیدهٔ آهو نماید صبح مطلب را

یافت ز شبنم نمک بر جگر خویش گل   قسمت خوبان بود غم گر از خوان صبح

کشید هر که درین بحر سر ز پا افتاد   همین صدا ز شکست حباب می آید

رتبهٔ عالی نسب از عجز افزون تر شود   قطره از بالا به پستی چون اسد گوهر شود

برگ و بار درد از نخل وجودم گل کند   کز هوائے آه و آب گریه ام شاداب شد

در بزم خلوت او چون باریاب گردید   دانست راقم ما شد فتح باب نیمے

یقینم شد ز آئین حباب این امر وجدانی
که ترک خویشتن باشد دلیل قرب یزدانی

راقم کے انتقال کا سال معلوم نہ ہوا۔ لیکن ۱۲۶۹ھ تک زندہ تھے۔

رونق

رونق تخلص۔ غلام محی الدّین نام۔ عارف الدّین خان خطاب۔ فرزند حافظ محمدؐ معروف برہان پوری۔ مدراس مولد۔ اور ۱۱۹۳ھ سالِ ولادت ہے۔

آپ نے فارسی کتابیں غلام محی الدّین متجر سے پڑھیں۔ شاعری میں باقر آگاہ سے تلمذ اختیار کیا۔ مدّت تک محمدؐ صادق خان شیرازی متخلص بہ کوکب کی صحبت میں رہے۔ اور فارسی محاوروں کی تحقیق میں بڑی کوشش کی۔

بیش سال کی عمر میں نواب عمدۃ الامراء بہادر فرمان روائے کرناٹک کی سرکار میں ملازم ہوئے اور نوّاب موصوف کے فرزند امیر الملک ماجد کے مصاحب مقرر کئے گئے۔ ماجد کی وفات کے بعد برداشتہ خاطر ہوکر مدراس کو خیرباد کہا۔ کڑپہ، بلھاری، چتور وغیرہ میں منشی گری کی خدمت سے زندگی بسر کرتے تھے۔ برسوں اس خدمت کے تعلق سے سر تھامس منرو سابق گورنر مدراس کے ساتھ سفر میں رہے۔ اس کے بعد حیدر آباد چلے گئے۔ زمانۂ دراز تک وہاں قیام رہا۔

۱۲۶۶ھ میں وطن واپس آئے۔ نوّاب غلام محمدؐ غوث خان بہادر نوّاب کرناٹک کی سرکار میں ملازم اور مشاعرۂ اعظم میں داخل ہوئے قادر الکلام شاعر تھے۔ ہر قسم کی نظم بہت اچھی کہتے تھے۔ افسوس ہے کہ بوجہ پیری و ضعیفی دماغی طاقت بالکل جواب دے چکی تھی۔ اخیر عمر میں اکثر گوشہ نشین اور یاد الہیٰ میں مشغول رہا کرتے تھے۔

کلام کا اندازہ ذیل کے اشعار سے ہوتا ہے:

صبحِ بہار جوش زند از فنائے ما   چون گل شگفتگی است بہ چاکِ قبائے ما

طبعِ آزادان شود وارستہ از بندِ خطر | در گزشتن آتش و آب است یکسان سایہ را
می کند افتادگی آزاد از بندِ خطر | شیر با این رعب کے سازد ہراسان سایہ را

گر بہ محفل صفتِ تیشہ فرہاد کنید | سینہ چاکان زسر ناخنِ ما یاد کنید

کریمان را عجب تسخیرِ دل ہا است | خطوطِ دستِ احسان دام کردند

کے بہ آسانی دہم از دست دامانِ فراق | بعد ازین دستِ من و چاکِ گریبانِ فراق

گرہ شود چو تبا شیر اشک در مژہ ام | اگر بہ فرقتِ آن نے سوار گریہ کنم

رونق کا سالِ وفات معلوم نہ ہوا۔ تالیف گلزارِ اعظم کے وقت تک زندہ تھے۔ تذکرۂ محبوب الزمن کے مؤلف نے لکھا ہے کہ حیدر آباد میں اِن کا انتقال ہوا۔ مگر یہ نہ بتایا کہ یہ واقعہ کب پیش آیا۔

فاروق

فاروقؔ تخلص۔ محمدؐ معروف نام۔ خان عالم خان بہادر خطاب، فرزند محمدؐ جان جہان خان بہادر فاروقی۔ مدراس مولد۔ اور ۱۲۰۰ھ ہجری سالِ ولادت ہے۔

مختلف فنون اور متعدّد زبانیں جانتے تھے۔ فارسی، عربی، ترکی، اور انگریزی میں ایسی مزاولت تھی کہ اِن زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ وفورِ ذہانت و ذکاوت اور کثرتِ مطالعہ کی بدولت بہت تھوڑی مدّت میں یہ استعداد حاصل کرلی تھی۔

ریختہ میں اظفری سے اور فارسی میں اپنے خسر مستقیم یار جنگ بہادر نامی سے اصلاح لیا کرتے تھے۔ ریاضی اور موسیقی میں بھی

ماہر تھے۔

۱۲۴۵ھ میں مولوی محمد علی صاحب واعظ رام پوری مدراس آئے تو فاروق اُن کے ایسے معتقد ہوئے کہ اُن سے بیعت کر لی اور اُن کے خلیفہ ہو گئے۔

کلام کا نمونہ یہ ہے۔

دور از تو زیستن چہ بود آرزو مرا — دم ہمچو خنجرے گزرد از گلو مرا

عجب نبود پسر گر قبلہ روئے پدر گردد — کہ دارد پیشِ یوسفؑ پیر کنعان بر زمین او را

سرشت بندہ زخاک است و بازگشت نجات
روم زخاک درت اے ابوتراب کجا!

ہر حبابش بہ گرہ عنبر سارا بندد — گر فتد پرتوِ آن زلفِ گرہ گیر در آب

نگر ندامتِ پروانہ سوختن دارد — کہ شمع می گزد از شعلہ بار بار انگشت

نہ رود دردِ سر ہندیں از مردن ہم — بر سرِ گور درین جا ست بہ صندل محتاج

رباعی در مدح چہار یار کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین

صدر شہ بیتِ دین عتیق با زین — فاروقؓ عروض و ابتدا ذوالنورینؓ
ضرب است بہادرے کہ تقطیع نمود — نظم اعدا بہ خیبر و بدر و حنین

فاروق نے ۱۲۷۱ ہجری میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

اعظم

اعظم تخلص۔ محمد غوث نام۔ امیر الہند والا جاہ عمدۃ الامرا مختار الملک

عظیم الدولہ، نواب محمد غوث خان بہادر شہامت جنگ خطاب۔ فرزند امیر الہند، اعظم جاہ، فخر الامراء، مدار الملک، روشن الدولہ نواب محمد منور خان بہادر، بہادر جنگ سپہ سالار صوبہ دار کرناٹک (۱۲۳۴ھ تا ۱۲۴۱ھ) مدراس مولد۔ اور ۱۲۳۹ھ ہجری سال ولادت ہے۔

آپ کے آبائی نسب کا سلسلہ تیئس واسطوں سے خلیفۂ ثانی امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ والدۂ ماجدہ نواب ضیاء الدولہ بہادر کی صاحب زادی اور نواب ضیاء الملک بہادر حیدر آبادی کی پوتی تھیں۔ نانہالی سلسلہ چھبیس واسطوں سے سیّد الشہدا خامسِ آلِ عبا سیّدنا حضرت امام ہمام حسین علیٰ جدہ وعلیہ السّلام تک پہنچتا ہے۔

تاریخ ولادت ۲۹، ذوالحجہ (۱۲۳۹ھ ہجری) روز چہارشنبہ دس بجے صبح ہے

اس دُرِّ یتیم کا سن پندرہ ہی مہینوں کا تھا کہ والد ماجد کو دار البقاء کا ناگزیر سفر پیش آیا۔ چہلم کے دوسرے ہی روز سرکار برطانیہ کی طرف سے آپ کرناٹک کے نواب اور آپ کے حقیقی چچا نواب عظیم جاہ بہادر سترہ سال تک کے لئے ریاست کے نایب مختار مقرر کئے گئے۔

آپ کی تعلیم کا سلسلہ پانچ سال کی عمر سے شروع ہوا۔ حافظ محمد مکی اور اُن کے فرزند حافظ عبد الولی سے قرآن مجید ختم کیا۔ فارسی کی ابتدائی کتابیں غلام محی الدین خوشنویس اور اُن کے فرزند مولوی جلال الدین حسین خاں سے پڑھیں۔ خطاطی کی تعلیم خوشنویس موصوف اور عنایت حسین خاں خوش نویس سے پائی۔ پھر سیّد ابو طیب خاں والا آپ کی تعلیم پر مقرر ہوئے اور اُنھوں نے یہ کتابیں پڑھائیں:

(۱) بوستان (۲) انشاء خلیفہ (۳) زلیخا (۴) گلشن سعادت (۵) سہ نثر ظہوری (۶) پنج رقعہ (۷) مینا بازار (۸) رسائل طغرائے مشہدی (۹) انشاء بیدل (۱۰) انشاء نعمت خان عالی (۱۱) سکندر نامہ (۱۲) مثنوی راسخ (۱۳) اخلاق جلالی (۱۴) دیوانِ مظہر (۱۵) دیوان غنی (۱۶) دیوان ناصر علی۔

(۱۷) دیوانِ اسیر

عربی میں شرح ملا جامی تک مولوی جمال الدین احمد صاحب سے اور عقائد، فقہ، حدیث بہ قدر ضرورت قاضی الملک بہادر اور ارتضا علی خان بہادر سے پڑھیں۔ مولانا آزاد بلگرامی کا پہلا عربی دیوان بھی ان ہی سے پڑھا۔ ۱۲۵۸ھ میں فارسی گو شعراء کا ایک مختصر تذکرہ موسومہ صبح وطن اعظم لکھا۔ ۱۲۶۵ ہجری میں ایک اور تذکرہ تالیف کیا۔ جس میں شعراء کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں۔ اور اس کا تاریخی نام گلزارِ اعظم ہے۔

۱۲۶۰ ہجری میں ایک مجلس شعراء قائم فرمائی۔ راقم کو اُس کا میر مجلس بنایا۔ جن کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔

آپ اہلِ کمال کے بڑے قدر دان اور پرلے درجے کے فیاض تھے۔ مکہ معظمہ (زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً) میں اب تک آپ کی بنوائی ہوی رباطیں مشہور ہیں۔ مدرسہ اعظم، کتب خانہ عام اہلِ اسلام مدراس اور لنگر خانۂ مدراس آپ کی فیاضی کی زندہ یادگاریں ہیں، جو اپنے بانی کے حق میں دعائے مغفرت کر رہی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی سچی مدح کے لئے مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔

فنِ شاعری میں والا موصوف سے تلمذ تھا۔ آپ نے تھوڑے ہی عرصے میں ایک فارسی دیوان مرتب فرمایا۔ شاعری میں سید شاہ ناصر علی سرہندی (قدس سرہٗ) کی تقلید فرماتے اور اس فن میں اُن ہی کو اپنا پیشوا مانتے تھے۔ مولوی محمد مہدی واصف نے اپنے تذکرۂ معدن الجواہر میں جتنے اعتراضات شاہ صاحب پر کئے ہیں۔ اُن سب کے جوابات نواب اعظم نے اپنے تذکرے میں دیے ہیں۔

آپ بڑے ذہین و طباع تھے۔ گھنٹے دو گھنٹے کی فکر میں ایک غزل کہہ لینی معمولی بات تھی۔ ایک مرتبہ ایک ہی رات میں حضرت سید الشہداء امام ہمام حسین علی جدہ و علیہ السلام کی منقبت میں ۷۴ شعر کا ایک قصیدہ موزوں فرمالیا۔

یوں تو آپ کے چشمۂ فیض سے ہر فن اور ہر مذاق کے لوگ سیراب ہوتے رہتے تھے، مگر شعراء کی بالخصوص بڑی قدر افزائی فرماتے تھے۔

آپ کے فارسی اور ریختہ اشعار کا ایک مختصر مجموعہ بہارستانِ اعظم کے نام سے انتقال کے بعد شائع ہوا ہے۔ ذیل کے اشعار اسی سے انتخاب کرکے پیش کئے جاتے ہیں:

کند غرقِ ندامت طبع صافِ من زلالی را　　زند ناخن بہ دل ہر مصرعِ شوخم ہلالی را

بکن از بادۂ عشق کسے مملو دل خود را　　نباشد پیش مستاں حرمتے مینائی خالی را

مے می شود بہ غیر تو گر ساغرے زنم　　چوں دانۂ انار گرہ در گلو مرا

نمی دارد ثباتے نشۂ مے خانۂ دنیا　　زگل ساغر کباب از سنبل و مے شبنم است این جا

نیست این چہرہ نمایاں زپسِ برقعِ سرخ　　آفتابے است کہ در زیرِ شفق پنہاں است

مکار تخم ہوای بہ دل چو پیر شدی　　قدِ خمیدۂ تو داسِ کشتِ امید است

دوراں بہ سنگِ تفرقہ درہم کند وصال　　بادام توام این سخنم دست بستہ گفت

غرور می کند آخر برائے نانِ محتاج　　شنیدہ کہ ہما شد بہ استخوان محتاج

دل رفت و طفلِ اشکم گردید بے محابا　　عید است چون زمکتب اُستاد رفتہ باشد

وی قلقلِ مے بے تو مرا بانگِ عسس شد　　مے خوردم و چون شحنہ گلوگیر نفس شد

پیری رسید و مُرد دلِ ازعشق بازآئے　　　سیماب کشتہ رانکند کشتہ باز کس

تا بہ سایم بر درت اے شافعِ محشر جبین　　　گشتہ جسم من بہ رنگ ماہ نو یکسر جبین

بے زبانم کرد آخر سرد مہری ہائے او　　　ہمچو اشکِ شمع زیرِ لب گرہ شد گفتگو

شود ز گریۂ مستانہ بختِ من بیدار　　　بلے ز آب شود ہوشیار خواب زدہ

۲۴ محرم الحرام ۱۲۷۲ھ ہجری (مطابق ۱۸۵۵ء) کو بعالم جوانی بتیس ۳۲ برس کی عمر میں دفعتاً ملک عدم کو سدھارے۔ اپنے دادا نواب عظیم الدولہ بہادر رحمت مآب نوابِ کرناٹک (۱۲۱۶ھ تا ۱۲۳۴ھ ہجری) کے مقبرے میں جو مسجد والا جاہی ترملکھیڑی (مدراس کے احاطے میں واقع ہے) اپنی والدۂ ماجدہ کے مزار کے پہلو میں سپرد خاک کئے گئے "سرِغیب" ۱۲۷۲ اور "مظلوم بمردی" ۱۲۷۲ آپ کی رحلت کے مشہور تاریخی مادے ہیں۔[۵۱]

[۵۱]. تذکرے کے لئے اگر غیر متعلق نہ سمجھا جائے تو یہ قصۂ درد سننے کے قابل ہے کہ نواب بہادر مرحوم کی کوئی اولاد نرینہ نہیں تھی۔ اس لئے ہندوستان کے گورنر جنرل لارڈ ڈلہوزی کے عہد حکومت میں یہ طے ہوا کہ صلح نامہ ۱۸۰۱ء ذاتی تھا۔ اس کے شرائط نواب عظیم الدولہ بہادر کے جانشینوں تک رعایتاً جاری رہے۔ اب چونکہ کوئی وارث نہیں رہا ہے۔ اس لئے کرناٹک کی مسند نشینی کا خاتمہ کیا جائے۔ اور نواب عظیم جاہ بہادر (نواب مرحوم کے حقیقی چچا) اور دوسرے ارکینِ خاندان کے نام وظیفے مقرر کر دیئے جائیں۔ چنانچہ کمپنی نے جنابہ نواب خیرالنساء[ع] بیگم صاحب محل خاص

[ع] حیدر آباد دکن کے امیر ضیاء الدولہ بہادر کی صاحبزادی تھیں۔ ۱۲۶۴ھ میں آپ کی شادی نواب مرحوم کے ساتھ ہوئی۔

کی چھے ہزار روپیہ اور محل ثانی، جنابہ اعظم النساء بیگم صاحبہ کی چار ہزار روپیہ پنشن اور دیگر متعلقین اور ملازمین کی حسب مدارج تنخواہیں مقرر کردیں۔

نواب مرحوم کے قرضے کے لئے محل کا اسباب ایک معتمد کے تفویض کیا گیا۔ نواب مرحوم کی زمین اور عمارتوں کا نیلام عام کیا گیا۔ اور خود گورنمنٹ نے ان سب کو ساڑھے پانچ لاکھ روپے میں خرید لیا۔

نواب عظیم جاہ بہادر نے (جن کا حال آگے آتا ہے) ملکۂ وکٹوریہ قیصر ہند کی بارگاہ میں ریاست کے لئے اپنا دعوےٰ پیش کیا۔ مقدمے کی پیروی کے لئے پارلیمنٹ میں اپنے وکیل مسٹر ڈاسن کو انگلستان بھیجا۔ پارلیمنٹ کے ممبروں میں بعض آپ کے حامی تھے اور بعض مخالف آخر وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا۔ کثرت رائے سے یہ طے پایا کہ ریاست کرناٹک کا خاتمہ کردیا جائے۔ نواب عظیم جاہ بہادر کی اشک شوئی کی گئی کہ (بتاریخ ۲۱ اپریل ۱۸۷۱ء مطابق محرم ۱۲۸۸ھ ہجری) لارڈ نیپیر گورنر مدراس نے اُن کو پرنس آف آرکاٹ کا خطاب اور پچیس ہزار روپیہ ماہانہ وظیفہ بنام "ٹائیٹل گرانٹ" یا "اسٹیٹ" مقرر کردیا۔

اور جنوبی ہند کے اول درجے کے امیر تسلیم کئے گئے۔ نواب عظیم جاہ نے گورنمنٹ سے یہ بھی تسلیم کرالیا کہ جب تک ہندوستان میں حکومت برطانیہ باقی رہے۔ آپ کا نصف ماہانہ وظیفہ۔ یعنی مبلغ ساڑھے بارہ ہزار روپیہ ماہوار، آپ کے جانشین، نیز آپ کے فرزندوں اور دختروں کی اولاد کو دیا جایا کرے۔ چنانچہ یہی ہوتا چلا آرہا ہے۔

مختصر یہ ہے ع:

کہ آن قدح بشکست و آن ساقی نہ ماند

نظیر

نظیرؔ تخلص۔ قادر علی نام۔ قادر علی خان بہادر منوّر جنگ خطاب۔ فرزند نجف علی خان بہادر۔ مدراس مولد۔ ۱۲۳۲ھ ہجری سالِ ولادت ہے۔

آپ نواب والا جاہ جنت آرام گاہ فرمان روائے کرناٹک کے حقیقی نواسے اور ناچیز مؤلف تذکرۂ ہذا کے والد کے ماموں تھے۔

فارسی کتابیں اپنے والد ماجد اور میر مہدی صاحب ثاقبؔ کی خدمت میں پڑھیں۔ عربی و ریاضی میں بھی مہارت تھی۔ انگریزی، تامل، اور تلنگی بھی جانتے تھے۔ کچھ دنوں ثاقب صاحب سے اشعار پر اصلاح لیتے رہے۔

۱۲۶۶ھ ہجری میں حرمین شریفین زاد ہما اللہ شرفاً و تعظیماً کی زیارت کے لئے گئے۔ دو سال کے بعد مدراس لوٹ آئے۔ اسی سال مسلمان لڑکوں کی تعلیم کے لئے ایک مدرسۂ اسلامیہ قائم کیا۔ پان سات سال کے بعد دوبارہ مکۂ معظمہ روانہ ہوئے اور وہیں کے ہو رہے۔ بڑے مخیر، فیاض اور متقی بزرگ تھے۔
کلام کا انتخاب یہ ہے:

فاش می گوید حباب از خندہ دایم این سخن مشکلِ مرگ است آساں دربلاتن دادہ را

ہمتِ بخشش نہ باشد در نمد پوشاں نظیر باز گیرد ابر از دریا متاع دادہ را

قسمتِ کس غیرِ خاک از گردشِ دوراں نہ شد شیشۂ ساعت کند خود را تہ و بالا عبث

بزم روشن گہر آں نیست بہ ساماں محتاج خانۂ دیدہ نہ باشد بہ چراغاں محتاج

تیرہ باطن را ز روشن دل نہ باشد جز خلاف می رود از مہر دائم سایہ راہِ انحراف

دیدہ بے نور شود گر روَم از محفلِ مے ہست تارِ نگہم چوں خطِ ساغر در چشم

فتند در دامن سنگیں دلاں پاداش ظلم آخر — بر کاہ آسیا خود دانہ را سائیدہ سائیدہ

شوخیٔ زلف و رخش را پایہ می باشد یکے — گرمیٔ رفتار مہر و سایہ می باشد یکے

۱۲۸۳ھ ہجری میں بمقام مکۂ مکرمہ انتقال فرمایا۔ اور وہیں مدفون ہوئے۔

خادم

خادم تخلص۔ غلام مرتضیٰ نام۔ ممتاز الملک غلام مرتضیٰ خان بہادر عظیم جنگ خطاب۔ فرزند عبدالغفار خان بہادر ثابت جنگ۔ مدراس مولد ۱۲۲۲ھ سال ولادت ہے۔

آپ نواب والا جاہ جنت آرام گاہ کے پوتے ہیں۔

ہوش آنے کے بعد اپنے زمانے کے اساتذہ سے فارسی پڑھی۔ طبیعت بہت موزوں تھی۔ اردو میں زیادہ اور فارسی میں کم کہتے تھے۔ صاف گوئی کی طرف طبیعت مائل تھی۔

ذیل کے اشعار سے کلام کا اندازہ ہوگا:

این است محبت کہ بر آشفت بسے را — بسم اللہ، اگر حوصلۂ ہست کسے را؟

یثرب ہمہ ایمان من باشد نجف رضوان من
بطحا فدایش جان من، من بندہ ام بغداد را

از من این است وصیت چو سپارید بہ خاک — دوستاں، روی مرا جانب بغداد کنید

بدار خرقۂ سالوس زاہد بہ گرو — بگیر جام مے و انّ ربنا الغفور

نیاز بندہ با ناز خداوندان چہ خوش باشد — بپا سری رود از من تو گر دستے بسر داری

۱۲۷۵ھ ہجری میں سفر آخرت پیش آیا۔ حضرت مرتضیٰ بادشاہ صاحب قدّس سرہٗ کے گنبد کے احاطے میں جو مسجد انوری کے پہلو میں واقع ہے، دفن ہوئے۔

واصف

واصف تخلص۔ (مولوی) محمد مہدی نام۔ فرزند محمد عارف الدین خان رونق۔ مدراس مولد اور ۱۲۱۷ھ ہجری سالِ ولادت ہے۔

فارسی اور عربی مدراس کے علماء و فضلاء سے پڑھی۔ انگریزی میں بھی اچھی مہارت تھی۔ شاعری میں اپنے والد ماجد سے اصلاح لیتے رہے۔

کم سنی میں اپنے والد کے ہمراہ مختلف اضلاع کو دیکھا۔ سترہ برس کی عمر میں پھر مدراس آکر قیام فرمایا۔ پہلے مولوی تراب علی نامی کی وساطت سے ایسٹ انڈیا کمپنی کے مدرسے میں نو وارد انگریزوں کی تعلیم پر مامور ہوئے۔ سترہ سال اس خدمت کو عمدہ طریقے سے ادا کرتے رہے۔ پھر وظیفہ لے کر اس کو چھوڑا۔ اور اپنے طور پر تعلیم و ترجمہ کا کام گھر پر کرتے رہے۔

ایک مرتبہ ترچناپلی گئے۔ وہاں مولوی سیّد جام واعظ کے ہاتھ پر بیعت کر کے صاحبِ موصوف سے خرقۂ خلافت پایا اور وعظ کی اجازت بھی حاصل کی۔

۱۲۶۳ھ ہجری میں جب نواب غلام محمد غوث خان بہادر اعظم نواب کرناٹک نے محفلِ مشاعرۂ اعظم قائم کی تو واصف اس میں داخل ہوئے، محکمۂ عالیہ کی مترجمی بھی کرتے تھے۔

اردو اور فارسی کی کئی کتابیں آپ کی تصنیف سے ہیں۔ جن میں ایک تذکرہ معدن الجواہر بھی ہے۔ اس تذکرے میں بعض شعراء کے کلام پر اعتراضات کئے ہیں۔ ان کے تشفی بخش جوابات نواب اعظم نے تذکرۂ گلزارِ اعظم میں دیئے ہیں۔

نواب ممدوح کے انتقال کے بعد واصف حیدرآباد گئے۔ اور

وہاں سرکاری نوکر ہو گئے۔ ۱۲۷۰ھ میں ایک اور مختصر سا تذکرہ عربی میں بنام "حدیقۃ المرام" لکھا۔ جس میں علماء و فضلاء اور امراء و شعراء کے حالات درج کئے ہیں۔

کلام کا نمونہ یہ ہے:

کشتیِ جاں تا در آبِ تیغ او انگندہ ام ۔۔۔ بادبانے گشتہ موج جوہرِ آہن مرا

مطربا پردۂ ساز است دریں جادر کار ۔۔۔ دختر رز شدہ در مجلسِ رنداں گستاخ

گردشِ چشم سیاہش سرمۂ آواز شد ۔۔۔ چوں ستم ہائے رقیباں کرد فریادی مرا

شایانِ گوشِ گل گہرِ اشکِ بلبل است ۔۔۔ کے نوبہار منّتِ دُرِ ثمیں کشد

خواب بختِ من نہ خواہد دید روی انقطاع ۔۔۔ رشتۂ آمال صرف پردہائی خواب شد

تا بُتِ من شد بہ چمن جلوہ گر ۔۔۔ تا یہ رگِ گل شدہ زُنّارِ گل

۱۲۹۰ھ ہجری میں بمقام حیدر آباد سفر آخرت پیش آیا۔ مرحوم کے فرزند متخلص بہ والا نے یہ تاریخ رحلت لکھی:

مہدی واصف رجب کی تیسویں ۔۔۔ فضلِ حق سے مورد رحمت ہوئے

سالِ رحلت اُن کا والا نے کہا ۔۔۔ "آج واصف داخلِ جنت ہوئے"

۱۲۹۰ھ ہجری

عظیم

عظیم تخلص۔ غلام محمد علی نام۔ نواب عظیم جاہ سراج الامراء عمدۃ الملک اسد الدولہ غلام محمد علی خاں بہادر ذوالفقار جنگ خطاب۔ فرزند دویم

نواب عظیم الدولہ بہادر رحمت مآب نواب کرناٹک (۱۲۱۶ تا ۱۲۳۴ھ)
مدراس مولد اور ۲۴، محرم ۱۲۱۷ ہجری تاریخ مولود ہے۔

حافظ محمدؐ مکی مرحوم سے قرآنِ مجید حفظ کیا۔ عربی اور فارسی مولوی وجیہ اللہ طالب، سراج العلماء مولوی محمد سعید اسلمی اور دیگر اساتذہ سے پڑھی۔

اپنے بڑے بھائی نواب اعظم جاہ بہادر رضوان مآب کے عہد دولت میں آپ ہی ریاست کے مدارالمہام تھے اور اپنے بھتیجے نواب غلام محمدؐ غوث خان بہادر کے زمانۂ نابالغی میں ۱۲۴۱ھ سے ۱۲۵۰ھ تک آپ ہی ریاست کے نائب و مختار رہے۔

مؤلف تذکرۂ ہٰذا کو یہ فخر حاصل ہے کہ آپ اُس کی نانی کے حقیقی چچا تھے (اللّٰہم اغفرہ) صوم و صلواۃ کے پابند، متقی و پرہیزگار تھے علماء و مشائخین سے زیادہ خلوص تھا۔ بیشتر اوقات تفسیر و حدیث کی کتابیں آپ کے مطالعے میں رہتی تھیں۔ بڑے سخی اور علم و ہنر کے بڑے قدردان تھے۔

موزونی طبیعت سے آپ نے صرف یہ کام لیا کہ نعت و منقبت ہی میں شعر کہتے تھے۔

کلام کا اندازہ ذیل کے اشعار سے ہوتا ہے:

درکون و مکاں نیست بجز پرتو نورت   حق دید ہر آں کس کہ بہ دیداست حضورت

اے خواجۂ عالم بہ تو امید عظیم است   گاہے نہ رسد بر دلِ من ہیچ کدورت

خداوندا نمائی روضۂ او   کہ بے شک بہتر از عرشِ بریں است

بندۂ بے نظیر ربِّ احد   نیست در دو جہاں مگر احمدؐ

تابع بود زمانہ و اہلش بہ حکمِ او　　حاکم بر اولیائے کرام است محی دیںؔ

۱۴ر جنوری ۱۸۷۴ء بروز چہار شنبہ تہتر ۷۳ سال کی عمر میں رحلت فرمائی۔ اپنی والدۂ محترمہ کے مقبرہ واقع کشنا پیٹ میں سپرد خاک کئے گئے۔

احسنؔ

احسنؔ تخلص۔ سید محمد اسحٰق نام۔ شمس العلماء طرازش خان بہادر خطاب۔ فرزند سید محمد قاسم نواز خان بہادر۔ مدراس مولد اور ۱۲۲۹ھ سال ولادت ہے۔

علماء و فضلاء عصر کے فیض سے آپ کا شمار جید علماء میں تھا۔ شیریں سخن خاں راقمؔ اور واقفؔ سے مشق سخن کی۔ نواب غلام محمد غوث خان بہادر اعظمؔ کے دربار کے زبردست شاعر تھے۔ اور اِن ہی کی سرکار سے طرازش خان بہادر' خطاب پایا۔ نواب صاحب کی وفات کے بعد برسوں زندہ رہے۔ گورنمنٹ برطانیہ سے شمس العلماء کا خطاب ملا۔ مدراس کے اکثر نامی گرامی علماء کو آپ کی شاگردی کا فخر حاصل ہے۔

مدتوں ہز ہائنس پرنس آف آرکاٹ کے یہاں صدر المہام اوقاف کے عہدے پر فائز رہے۔

اشعار کا نمونہ یہ ہے:

ز مژگانِ تنر خود رفتہ ام چوں آستانت را　　غبار از من بہ خاطر رہ نہ یابد پاسبانت را

از پئے تست اشک باری ہا　　بر تو وقف است نہر جاری ہا

امید جان شیریں داشتم احسنؔ نہ دانستم　　بہ کامم زہر ریزد خطِ سبزِ شکّریں لب ہا

خطِ جام است گر در نظرش ہالۂ ماہ　　دلِ مستانہ کہ در جوش و خروش است امشب

داغہا دادہ بہ دل منتظرِ گریہ بود　　دانہ افشاندہ غمت ہست بہ باراں محتاج

باید ترا چگونہ زعشقِ مجاز کس　　گیرد چساں نشکار ز تصویر باز کس

دہد حلاوتِ دیگر بہ جانِ ما ہر دم　　ہزار بار چشیدیم آبِ زمزمِ تیغ

۱۳۱۱ھ ہجری میں اس جہانِ ناپائدار سے عالمِ بقا کا کوچ کیا۔

اکرم

اکرؔم تخلّص۔ محمد ذاکر علی نام۔ معتمد خان بہادر خطاب۔ فرزند مولوی حسن علی ماہلی حسؔن۔ مدراس مولد اور ۲۸، ربیع الاول ۱۲۴۴ھ تاریخ پیدائش ہے۔

فارسی اور عربی کافیہ تک اپنے والد سے پڑھی۔ والد کے انتقال کے بعد تھوڑے دنوں تعلیم کا سلسلہ بند رہا۔ پھر جناب ابو طیّب خان والؔا کے زمرۂ تلامذہ میں داخل ہوئے۔ لیکن والا نے اپنے تلمیذ رشید نوّاب غلام محمدؐ غوث خان بہادر اعظم نواب کرناٹک سے درخواست کی کہ اکرم کو آپ اپنی شاگردی کا فخر بخشیں نوّاب صاحب نے اپنے والا مرتبت استاد کے حکم کی تعمیل کی۔ اور اکرم کو تمام درسی کتابیں از سرِ نو پڑھائیں۔ پھر ان کو بزم مشاعرہ میں داخل کر کے عزت افزائی کی۔ آخر میں مدد گار میر مجلس دیوانی مالی بنا کر معتمد خاں بہادر کے خطاب سے سرفرازی بخشی۔

اکرم کے فارسی اشعار کا ایک مجموعہ بھی شایع ہو چکا ہے۔

کلام کا یہ رنگ ہے:

ازیک نظارہ بردِ دلِ لختِ لختِ ما؛ موجِ نگاہِ اوشدہ سیلابِ رختِ ما

اشک می ریزم زچشم و آہِ سردے می کشم شد عجب آب و ہوا حاصل ازیں گلشن مرا

کے تیرہ بخت را ثمر از صافِ دل رسد گردوں نہ شد سپید ز صابونِ آفتاب

می سزد گر رتبہ ام باشد بہ ہم طرحانِ خویش طبعِ عالی حاصل از شاگردیِ نوّاب شد

شاید کہ ہست درغمِ او ناتواں ہنوز دارد عصا بہ کفِ فلک از کہکشاں ہنوز

نوّاب غلام محمدؐ غوث خان بہادر اعظم کے انتقال کے بعد اکرم برسوں زندہ رہے۔ مگر سالِ وفات معلوم نہ ہوا۔

ثاقب

ثاقب تخلص۔ میر مہدی نام۔ فرزند میر صادق علی حسینی مدراس مولد اور ۱۲۲۳ھ ہجری سال ولادت ہے۔

آپ کے اجداد مشہد مقدس کے رہنے والے تھے۔ ان میں سے بعض گلبرگہ شریف میں آکر مقیم ہو گئے۔ ثاقب کے حقیقی دادا سیّد ابراہیم حسینی نواب والا جاہ جنّت آرام گاہ کے زمانۂ حکومت میں مدراس آئے اور یہیں قیام کرلیا۔ ثاقب کے والد تاریخ گوئی میں بڑی شہرت رکھتے تھے اور نواب عظیم الدولہ بہادر رحمت مآب نواب کرناٹک کی سرکار میں ملازم تھے اور اُن کے چھوٹے بھائی بینش بھی اپنے وقت کے مشاہیر شعرا میں تھے۔

ثاقب نے فارسی کی ابتدائی کتابیں اپنے باپ اور دادا سے پڑھیں۔ اور کُتبِ متداولہ دوسرے اساتذہ سے۔ مشقِ سخن

مولوی واقف اور میر مبارک اللہ خان راغب سے کی۔ فن خطاطی میں بھی آپ کو کمال تھا۔ بارہا حیدر آباد گئے اور ایک مرتبہ وہاں جاکر میر بندہ حسین خان تمر سے ملّا ظہوری کا دیوان پڑھا۔ مشاعرۂ اعظم قائم ہوا تو ثاقب بھی اس میں داخل ہوئے۔ نواب اعظم انہیں کچھ ماہوار تنخواہ بھی عطا فرماتے تھے۔

ثاقب خوش مزاج اور نیک خلق تھے۔ گفتگو بہت نرمی سے کرتے تھے۔ ایک دیوان مرتب کر کے اس کو طبع کرایا ہے جو اب نایاب ہے۔ کلام کا یہ ڈھنگ ہے:

تافت آں ماہ۔ روز یاری ما — بر فلک رفت شور زاری ما
گل بر شاخ بودہ را ماند — بہ خدنگ تو زخم کاری ما
بہ جواب کسے نہ پردازیم — کوہ شد پست بردباری ما

در شب ہجرت چو ایں سوز دلم پروانہ دید — از زبان شمع کرد اقرار استادئ ما

گر نہ گیرد فیض از کم پایگاں عالی دماغ — بہر نفع سر چرا مالند روغن زیر پا

لیلۃ القدر خریدار شود از چشمش — کہ سیہ روزی من سرمہ فروش است امشب

مانی چو نقش قامت آں نازنیں کشد — بالا رساندہ آہ الف بر زمیں کشد

کف دریوزہ آبرو دیم ریخت — ثاقبا داد از ستد بانشہ

در چمن اے یار شکر خندہ ات — شد نمک بر سینۂ افگار گل

لب آں خوب رو ہر کشتۂ را می دہد جانے — عجب کز چشمۂ خورشید جوشد آب حیوانے

آپ کے انتقال کا سال دریافت نہ ہو سکا۔

باب دوّم

ریختہ گو دکنی شعراء

فصل اوّل

وہ ریختہ گو دکنی شعراء جن کی ولادت، نشو و نما اور ترقی دکن میں ہوئی

سلطان محمدؒ قلی قطب شاہ

سلطان محمدؒ قلی قطب شاہؒ ابن ابراہیم قطب شاہ۔ تاجدار گلکنڈہ۔ گلکنڈہ مولد اور ۹۵۷ہجری سال ولادت ہے۔

۹۸۹ہجری میں سریر آرائے گلکنڈہ ہوئے۔ ابراہیم عادل شاہ والئ بیجاپور کے ہم عصر تھے۔

یہ بادشاہ بڑے علم دوست اور ہنر پرور تھے۔ خود بھی شاعر تھے۔ اور شاعروں کے قدردان بھی۔ فارسی اور ریختہ دونوں میں شعر کہتے تھے۔ فارسی میں قطب شاہ اور ریختہ میں معانی تخلص تھا۔ آپ کا دیوان اصنافِ سخن سے مملو ہے۔ اس کے متعلق صاحب گلِ رعنا رقم طراز ہیں کہ:

"اس (محمدؒ قلی قطب شاہ) کا مکمل دیوان نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانے اور کتب خانۂ آصفیہ میں اور ایک ضخیم کلیات اصناف سخن سے مملوٗ موجود ہے۔ جو قطب شاہی خاندان کا شاہی نسخہ ہے۔

اِن کے کلام کو اس لحاظ سے دیکھو کہ اردو شاعری کا سب سے قدیم تر نمونہ ہے، جو ہم تک پہنچا ہے۔ اس سے پہلے کا کوی شعر کم از کم میری نظرِ قاصر سے نہیں گزرا۔"

ان ہی دیوانوں سے یہ جواہر ریزے پیش کئے جاتے ہیں۔

پیا ہوں میں حضرت کے ہت آب کوثر   تو شاہاں اُپر مجھ کلس کر بنایا

سدا تو مدح نبیؐ و علیؓ کہ کہتا ہے   معانی شعر ترا تو لکھے ہیں دست بہ دست

خورشید کہ اُپر سے ہے ابرو ہلال عید   اوس ابروان کو سجدہ کیا ہے وصال عید

اکتیس ۳۱ سال حکومت کرکے ۱۰۲۰ھ ہجری میں اس دنیائے فانی سے منہ موڑ لیا۔ ترسٹھ ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔

سُلطان محمدؐ قطب شاہ

سلطان محمدؐ قطب شاہ۔ فرزند محمد امین۔ محمدؐ قلی قطب شاہ کے بھتیجے داماد اور جانشین تھے ۱۰۰۱ھ سال ولادت ہے۔

سلطان موصوف کی پرورش و تربیت اِنھیں کے چچا نے کی اور ۱۰۲۰ھ ہجری میں اپنے چچا کی وفات کے بعد گلکنڈہ کے بادشاہ ہوئے۔

جوان صالح، متقی، فیّاض، ذی مُروّت اور شاعر تھے۔ فارسی میں ظل اللہ اور ریختہ میں قطب شاہ تخلص کرتے تھے۔

آپ کا مکمل دیوان بھی نواب سالار جنگ کے کتب خانے میں موجود ہے۔ کلام کا نمونہ یہ ہے:

پیا سانولا من ہمارا بھولایا   نزاکت عجب سبز رنگ میں دکھایا

بکرید عید آیا صلوات بر محمدؐ   آنند علم اجایا صلوات بر محمدؐ

ان جانے میں جو انی گیا، پند نا سُنا   قرآن اور حدیث سوں ترکیب کر کلام

۱۰۳۵ھ ہجری میں اس دنیائے دنی سے کوچ کیا۔

سلطان عبداللہ قطب شاہ

سلطان عبد اللہ قطب شاہ بن سلطان محمدؒ قطب شاہ۔ ۱۰۲۳ھ سال ولادت ہے۔ اپنے والد کی جگہ بارہ سال کی عمر میں تخت پر بیٹھے۔ رونقی نے تاریخ جلوس کہی:

مزین شد جہانے از جلوس شاہ عبداللہ

۱۰۳۵ھ

علم و ہنر کے بڑے قدر دان تھے۔ برہان قاطع، جو فارسی لغت کی بڑی مستند کتاب ہے، اسی بادشاہ کے نام سے تالیف ہوی اور مؤلف کی خوب قدر افزائی کی گئی۔ خود بھی شاعر اور صاحبِ دیوان تھے۔ نمونۂ کلام یہ ہے:

گفتم کہ خال و زلف کیا ہے سو بول مُنجکو   گفتا کہ زلف دامِ ہور خال سو ہے دانہ

اے پری پیکر ترا مکھ آفتاب   دیکھتا ہوں تو رہے نا مجہ میں تاب

قند اور نبات گلتا ہے اجھوں   دے نہ سک تیرے مٹھے لب کا جواب

(از گل رعنا)

محرم ۱۰۸۳ھ ہجری میں انتقال کیا۔

ولی

ولیؔ تخلص۔ ولی اللہ نام۔ شمس الدّین لقب۔ اورنگ آباد دکن مولد۔ (تخمیناً) ۱۰۶۹ھ ہجری سال ولادت ہے۔

یہ وہی ولی ہیں جو اب تک اردو کے بادا آدم کہے اور مانے جاتے ہیں۔

ان کے سال ولادت اور مولد کے متعلق بڑا اختلاف ہے۔ آزاد نے اِنھیں گجرات کا اور میر محمد تقی میرؔ نے اپنے تذکرے میں اورنگ آباد کا باشندہ بتایا ہے۔ مؤلف محبوب الزمن اور احسنؔ مارہروی، مرتبۂ کلیات ولی بھی اُنھیں اورنگ آبادی ہی قرار دیتے ہیں۔ اِن کے دکنی ہونے اور گجراتی نہ ہونے کے ثبوت میں اِنھیں کا یہ شعر پیش کیا جا سکتا ہے۔

ولی ایران و توراں میں ہے مشہور — اگرچہ شاعر ملک دکن ہے

یہ بھی صحیح طور پر تحقیق نہیں ہے کہ یہ کس خاندان سے ہیں۔ مصنف آبِ حیات نے علامہ[۵] وجیہ الدین علوی کی نسل سے بتایا ہے۔

مؤلف محبوب الزمن کا بیان ہے کہ ولی بیس برس کے سن میں تحصیلِ علم کے لئے گجرات گئے اور مدرسہ احمد آباد گجرات میں ضروری تحصیل کی۔ سنی المذہب تو تھے ہی، چند روز کے بعد نورالدین محمد صدیق سہروردی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پھر احمد آباد کے ایک بزرگ زادے سید ابوالمعالی کے ہمراہ بزرگانِ دین کی زیارت کے لئے دہلی اور سرہند گئے۔ دہلی میں شاہ سعد اللہ گلشن سے ملے اور اُن کو اپنا کلام سنایا۔ یہ طریقۂ نقشبندیہ کے ایک نامور بزرگ اور بڑے پُرگو شاعر تھے۔ نکات الشعراء میں لکھا ہے کہ "میاں صاحب فرمود ایں ہمہ مضامین فارسی، کہ بیکار افتادہ اند، در ریختۂ خود بکار بہ بر

۵۔ "علامہ وجیہ الدین کا خاندان گجرات میں اپنے فضل و کمال اور فیض رسانی کے لحاظ سے بہت معزز و ممتاز سمجھا جاتا تھا۔ گجرات پر مغلوں کا قبضہ ہو جانے کے بعد اچھے اچھے گھرانوں کے لوگ پریشان ہو کر بیجاپور، احمد نگر، برار اور برہان پور چلے گئے۔ ان ہی نقل مکان کرنے والوں میں شاہ اسد اللہ، علامہ وجیہ الدین کے پوتے بھی تھے، جنھوں نے بیجاپور میں بود و باش اختیار کی تھی۔ اگر یہ صحیح ہے کہ ولی کو علامہ وجیہ الدین کے خاندان سے نسبت تھی تو کیا عجب ہے کہ یہ شاہ اسد اللہ سے کوئی واسطہ رکھتے ہوں"۔ (گل رعنا)

از تو کہ محاسبہ خواہد گرفت"۔

"گل رعنا" میں لکھا ہے کہ ولی، محمد شاہ بادشاہ کے زمانے میں دہلی آئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ دہلی میں ان کا جی لگ گیا تھا۔ چنانچہ اُن کا یہ شعر اِس کا شاہد ہے:

دل وَلی کا لے لیا دِلّی نے چھین　　جا کہو کوئی محمد شاہ سوں

آخر اورنگ آباد واپس چلے آئے۔ اور یہاں ۱۱۴۱ھ ہجری میں شہدائے کربلا کے حال میں ایک مثنوی "دہ مجلس" لکھی۔ اُس کے خاتمہ میں لکھتے ہیں:

ہوا ہے ختم جب یو درد کا حال　　تھا گیارہ سو پہ اکتالیسواں سال

کہا ہاتف نے یو تاریخ مقبول　　وَلی کا ہے سخن حق پاس مقبول

مولانا آزاد اور مؤلف گل رعنا لکھتے ہیں کہ وَلی نے تصوف میں ایک رسالہ "نورالمعرفت" تصنیف کیا ہے جس میں انھوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ میں نور الدین محمد صدیقی کے مریدوں کا خاکِ پا اور سعد اللہ گلشن کا شاگرد ہوں۔

اُن کے کلام کا نمونہ یہ ہے:

نہ پوچھو عشق میں جوشش و خروشِ دل کی ماہیت
بہ رنگِ ابر دریا بار ہے رومال عاشق کا

خبرداری سے اس معشوق کے کوچے میں جا اے دل
کہ اطراف حرم میں ہے ہمیشہ ڈر حرامی کا

دیکھ کر تجھ نگاہ کی شوخی　　ہوشِ عاشق رمِ غزال ہوا

صنم کے لعل پر وقتِ تکلّم　　رگِ یاقوت ہے موجِ تبسّم

زندگی جامِ عیش ہے لیکن　　فائدہ کیا اگر مدام نہیں

گنا ہونکے سیہ نامے سے کیا غم اس پریشاں کو — جسے وہ زلف دست آویز ہو روزِ قیامت میں

کیا غم ہے اُس کو گرمیِ خورشیدِ حشر سے — بخت سیاہ جس کے سر اوپر ہے سائباں

اور مجھ پاس کیا ہے دینے کو — دیکھ کر تجھ کو روہی دیتا ہوں

غرورِ حسن نے تجھ کو کیا ہے اِس قدر سرکش — کہ خاطر میں نہ لاوے تو اگر تجھ گھر ولی آوے

دل چھوڑ کے یار کیونکہ جاوے — زخمی ہے شکار کیونکہ جاوے

دشمنِ دیں کا دین دشمن ہے — راہ زن کا چراغ رہزن ہے

کہاں ہے آج یارب! جلوۂ مستانۂ ساقی — کہ دل سے تاب جی سے صبر سر سے ہوش لیجاوے

جلد چل ٹک عشق کی رہ میں کہ تا پہنچے کہیں — کاہلی کو رہ نہ دے سالک کہ منزل دور ہے

غنیمت بوجھ ملنے کو ولی کے — نگاہِ پاک بازاں کیمیا ہے

ولی ۱۱۵۵ھ ہجری میں بمقام احمد آباد واصل بہ حق ہوئے۔ اور وہیں دریا خان کے گنبد کے سامنے سپرد خاک کئے گئے۔

داؤد

داؤد تخلص۔ مرزا داؤد نام۔ اورنگ آباد مولد۔ سال تولد معلوم نہ ہوا۔

اپنے زمانے کے فضلا اور شعراء کی خدمت میں تعلیم و تربیت پائی۔ آصفی نے لکھا ہے کہ شعر میں ولی کا تتبع کرتے

تھے؛ چنانچہ خود بھی جا بجا اس طرف اشارہ کیا ہے۔ مثلاً:
کہتے ہیں سب اہل سخن اِس شعر کو سُن کر تجھ طبع میں 'داؤد' ولی کا اثر آیا
ان کا ایک چھوٹا سا دیوان بھی ہے، جس میں تقریباً پانچ سو اشعار ہیں۔ منتخب کلام کا نمونہ یہ ہے:

قانونِ شفا نطق میں ہے یار کے موجود اے دل نہ ہو محتاج طبیباں سے دوا کا

مجھ بزم میں رقیب عبث سرکشی نہ کر شعلہ پڑا ہے شمع پہ مجھ سوزِ آہ کا

دستِ رنگیں کو دیکھ کر تیرے رنگ مہندی چھپا ہے پاتوں پات

مرا احوال چشمِ یار سے پوچھ حقیقت درد کی بیمار سے پوچھ

اے زاہداں! اُٹھاؤ جبیں کو زمین سے جو سرنوشت ہے اُسے کاں تک مٹاؤ گے

داؤد ۱۱۶۸ھ ہجری میں راہیِ ملکِ بقا ہوئے۔ لچھمی نراین شفیق نے تاریخ رحلت کہی ہے:
بلبل گلزار معنی طوطیٔ رنگیں بیاں از غم آباد جہاں بگزشت چوں تیر از کماں
مصرعِ تاریخ نوشتش گفت با من ہاتفے گو "بر فتہ میرزا داؤد فانی از جہاں"
۱۱۶۸

سراج

سراج تخلص۔ میر سراج الدین نام۔ اورنگ آباد مولد۔ سال ولادت معلوم نہ ہوا۔

اورنگ آباد کے صحیح النسب سادات میں سے ہیں۔ اور وہیں نشو و نما اور تعلیم و تربیت پائی۔

مصنف گل رعنا کا بیان ہے کہ "میر محمد تقی میر نے نکات الشعرا میں اور میر حسن نے اپنے تذکرے میں لکھا ہے کہ

سراج سید حمزہ کے شاگرد تھے"۔ مگر اس کی تصدیق اہل دکن نہیں کرتے۔ خود سراج نے فارسی کے دیوانوں کا انتخاب کیا ہے، اُس کے دیباچے میں کچھ اپنے حالات بھی لکھے ہیں۔ اُن میں بھی اس کا ذکر نہیں کیا۔

عالمِ شباب ہی میں، سراج کی طبیعت میں جذب کی سی کیفیت پیدا ہوگئی تھی۔ سات سال تک سر و پا برہنہ حضرت برہان الدین غریب قدس سرہ العزیز کے روضے کے گرد گشت لگاتے تھے۔ اور مستی کے عالم میں فارسی اشعار کہا کرتے تھے۔ سات برس کے بعد سید عبدالرحمن چشتی (متوفی ۱۱۶۱ھ) کے ہاتھ پر طریقۂ چشتیہ میں بیعت کی۔ مدتوں مرشد کی صحبت سے فیض اٹھاتے رہے۔ اپنے پیر بھائی، عبدالرسول خان کی تحریک سے ریختہ کی طرف توجہ کی اور پانچہزار اشعار کا ایک دیوان مرتب کیا۔ اس کے شایع ہوتے ہی دکن میں اُن کی شاعری کا چرچا ہوگیا۔ اور سب نے بالاتفاق تسلیم کیا کہ دکن میں ولی کے بعد سراج کے پایہ کا کوئی شاعر نہیں۔

فارسی اور ریختہ دونوں میں شعر کہتے تھے۔ خوش فکر شاعر تھے۔ شعروں میں درد ہوتا تھا۔ صاحب سلوک اور پاکیزہ مشرب بزرگ تھے۔

آخر عمر میں شعر گوئی ترک کرکے بالکلیہ تزکیہ نفس میں مشغول ہوگئے۔ ہر ہفتہ ایک مجلس سماع منعقد کرتے تھے، اُس میں شہر کے علماء اور مشایخ اور ہر طبقے کے لوگوں کو شرکت کا اذنِ عام تھا۔ اِس مجلس میں اُنھیں کی غزلیں گائی جاتی تھیں۔

ایک انتخاب دیوان شعراء فارسی، ایک دیوان فارسی اور ایک ریختہ آپ کی یادگار ہیں۔ دونوں زبانوں کے کلام کا انتخاب ذیل میں درج ہے:

کلام فارسی:

گل بے رنگ حقیقت کہ بہ دامانم بود ‌ ‌ ‌ ہمچو اشک از مژۂ خویش چکیدہ دیدم

نماز عشق ادا کردنی است عاشق را ‌ ‌ ‌ خوشم کہ دست ز جان شستم و وضو کردم

آتشے در دلِ واسوختہ افتاد سراج ‌ ‌ ‌ باز سیماب ز خاکستر اکسیر چکید

کلام ریختہ:

ڈورے نہیں ہیں سُرخ تری چشم مست کے ‌ ‌ ‌ شاید چڑھا ہے خون کسی بے گناہ کا

نہیں ہے تاب مجھے تیرے سامنے جانا ‌ ‌ ‌ کہاں سراج، کہاں آفتاب عالم تاب!

مجھ نگینِ داغ دل پر نقش ہے حرف وفا ‌ ‌ ‌ عشق کی اُمت میں ہوں مُہر نبوت کی قسم

نہ پوچھو خود بہ خود کرتا ہوں تعریف اسکی قامت کی ‌ ‌ ‌ کہ یہ مضمون مجھ کو عالم بالا سے آتے ہیں

یاد رکھ اے دلِ خوں گشتہ کہ جوں تکمۂ لعل ‌ ‌ ‌ جامہ زیبوں کے گریباں کا گلوگیر نہ ہو

خبرِ تحیّرِ عشق سُن نہ جنوں رہا نہ پری رہی ‌ ‌ ‌ نہ تو تُو رہا نہ تو میں رہا جو رہی سو بیخبری رہی

شہِ بیخودی نے عطا کیا مجھے اب لباسِ برہنگی ‌ ‌ ‌ نہ خرد کی بخیہ گری رہی نہ جنوں کی پردہ دری رہی

چلی سمتِ غیب سے اک ہوا کہ چمن سرور کا جل گیا ‌ ‌ ‌ مگر ایک شاخ نہالِ غم جسے دل کہیں سو ہری رہی

ترے جوشِ حیرتِ حُسن کا اثر اس قدر سے یہاں ہوا ‌ ‌ ‌ کہ نہ آئینے میں جِلا رہی نہ پری میں جلوہ گری رہی

کیا خاک آتشِ عشق نے دلِ بے نوائے سراج کو ‌ ‌ ‌ نہ خطر رہا نہ حذر رہا جو رہی سو بیخطری رہی

روز جمعہ ۴؍ شوال ۱۱۷۷ ہجری کو سراج جادہ پیمائے عالم بقا ہوئے۔
میر اولاد محمد ذکاؔ نے یہ تاریخ کہی:

چراغ دودۂ آلِ عبا سراج الدین | کہ بود روشن ازو محفل سخن دانی
نمود چارم شوالِ وصبح آدینہ | بہ شمع انجمن عمر دامن افشانی
زتیرہ بزم جہانِ فنا بہ دارِ بقا | فروغ ناصیۂ خویش کرد ارزانی
کشید شعلۂ تاریخ سر زطبع ذکا | سراج بزم ارم را نمودہ نورانی
۱۱۷۷ھ

ہاشمی

ہاشمی تخلص۔ شاہ ہاشم نام۔ بیجاپوری الاصل۔ تاریخ ولادت معلوم نہ ہوی۔

مادر زاد نابینا اور علی عادل شاہ والی بیجاپور (۹۶۵ھ تا ۹۸۸ھ ہجری) کے زمانے کے شاعر تھے۔ ان کی ذکاوت و ذہانت مشہور تھی۔ ہندی میں شعر کہتے تھے۔ کلام میں اثر، رنگینی اور شگفتگی ہوتی تھی۔ قصۂ یوسف و زلیخا انھوں نے دکنی زبان میں منظوم کیا ہے۔ بہت خوب اور مشہور ہے۔ کلام کا نمونہ یہ ہے:

رضا گر مجھ کو دیتے ہو کرونگی گھر میں جا دارو | اگر مجھ ہو دیگی فرصت صبح پھر آونگی چھوڑو
اگر کوی آکے دیکھیگا تو دل میں کیا کہیگا وہ | مجھے بدنام کیا کرتے ابھی میں جاونگی چھوڑو

۱۱۹۰ھ ہجری میں وفات پائی۔ لیکن محبوب الزمن میں لکھا ہے کہ "ہاشمی علی عادل شاہ والی بیجاپور کے عہد کے شاعر تھے"۔ چونکہ بادشاہ موصوف نے ۹۸۸ھ میں انتقال کیا۔ اس لیے یہ سال رحلت ۱۱۹۰ھ غلط معلوم ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ ۹۹۰ھ ہجری ہو۔

فتوّت

فتوّت تخلص۔ خواجہ عنایت اللہ نام۔ فرزند نواب لشکر جنگ۔ اورنگ آباد مولد۔ سال ولادت نہ معلوم ہوا۔

اپنے زمانہ کے علماء سے عربی اور فارسی تحصیل کی۔ شاعری اور انشا پردازی میں بھی کمال پیدا کیا۔ فارسی اور ریختہ دونوں میں شعر کہتے تھے۔ اس فن میں سید سراج اورنگ آبادی کے شاگرد تھے:

فارسی کلام ملاحظہ ہو:

آتش ہجر تو اے ظالم نفس در سینہ سوخت　　دل بہ یادِ اختلاط و اُنست دیرینہ سوخت

کراماتِ نگاہِ مست او از چشم خود دیدم　　ہمیشہ بوئے مے می آید از خاکِ شہید انش

اردو اشعار کا نمونہ یہ ہے:

کھلے ہیں داغ سب دل کے گلستاں اسکو کہتے ہیں　　مرا ٹکڑے ہوا سینہ خیاباں اسکو کہتے ہیں

بزم سے شعلہ صفت گردہ زرہ پوش اُٹھے　　دل سوزاں سے مرے آہ شرر جوش اُٹھے

دور میں اس ساقی کیفی کے مے نوشوں میں ہم　　مدتیں گزریں کہ ہیں مشہور مدہوشوں میں ہم

یہ سبک روحی مجھے معلوم ہے بادِ صبا　　خاک پر جوں نقش پا ہیں خانہ بر دوشوں میں ہم

باغ میں جا خوب روئے تاک کے سائے تلے　　دل کو آخر گم کئے انگور کے خوشوں میں ہم

اُس لبِ لعل کا گر عکس پڑے آنکھوں میں　　دانۂ اشک مرا جوں گلِ مرجاں پھولے

یہ نہ معلوم ہوا کہ فتوت نے کب انتقال کیا۔

فصل دوم

وہ شعرا جو مختلف شہروں سے دکن میں آئے اور یہیں کے ہو رہے

منّت

منّت تخلص۔ میر قمرالدین نام۔ قصبۂ سونی پت (از مضافات دہلی) مولد۔ سال ولادت (تخمیناً) ۱۱۵۹ھ ہجری ہے۔[1]

منّت نے دہلی میں نشو و نما پائی۔ تحصیل علم کے بعد حضرت مولانا فخرالدین اورنگ آبادی ثم الدہلوی قدس سرہٗ العزیز کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ دہلی میں جب تک رہے سنی المذہب تھے۔ لکھنؤ جا کر شیعہ ہو گئے۔ اور امرائے لکھنؤ کی مدح میں قصائد کہہ کر بیش بہا عطیّات پائے۔ پھر کلکتے گئے۔ گورنر جنرل کی تعریف میں قصیدہ پیش کیا اور ملک الشعراء کا خطاب پایا۔

۱۲۰۰ھ ہجری میں حیدر آباد آئے۔ حضور نظام نظام علی خان والی حیدر آباد دکن (۱۱۷۵ھ تا ۱۲۱۸ھ ہجری) کے حضور میں قصیدہ پیش کیا۔ اس کے صلے میں دس ہزار روپیہ کا گراں قدر عطیہ، جو نقد و جنس پر مشتمل تھا، اور دو سو روپیہ ماہوار کا منصب عطا ہوا پھر ایک طویل سیر و سفر کے بعد دوبارہ لکھنؤ پہنچے اور راجہ ٹکیت رائے کے مصاحب ہو گئے۔ چند روز کے بعد پھر کسی کام سے کلکتے گئے۔ وہیں ۱۲۰۸ھ ہجری میں انتقال کیا۔ اُس وقت اُن کی عمر اُنچاس سال کی تھی۔ یہ روایت کہ اُنھوں نے لکھنؤ میں

[1] مؤلف گلشن بے خار نے لکھا ہے کہ انتقال کے وقت منت کی عمر انچاس سال کی تھی۔ مؤلف محبوب الزمن کہتے ہیں کہ اُن کا انتقال ۱۲۰۸ھ ہجری میں ہوا۔ اس حساب سے انکا سال ولادت ۱۱۵۹ھ ٹھیرتا ہے۔

وفات پائی بالکل غلط ہے:

انھوں نے ذیل کے اشعار میں اپنی تصنیفات کی تعداد بتائی ہے:

درین عمر دہ مثنوی گفتہ ام — بہ آئین و طرز نوی گفتہ ام
چو اشعارِ من در عدد می رسد — شمارِ قصائد بہ صد می رسد
بود شعرِ من در غزل سی ہزار — زہا نصد رباعی گرفتم شمار

فارسی کے زبردست شاعر تھے۔ نثر میں ایک کتاب بنام شکرستان، سعدیؒ کی گلستان کی طرز پر لکھی ہے۔ کبھی کبھی ریختہ میں بھی فکر فرماتے تھے۔ نمونۂ کلام یہ ہے:

اِس آنے کا کیا لطف ہے پیارے — ہر دم جو کہو کہ جائینگے ہم

گر اُس لبِ جاں بخش کی میں بات سناؤں — عیسےٰ بھی جو کچھ بولے تو صلوات سناؤں

قدم رکھ گیا کون سینہ پر اپنے — گلِ داغ میں آج مہندی کی بو ہے

منّت ایسے کو دل دیا تو نے — اے مری جان! کیا کیا تو نے

مدّعی اُس سے سخن سازِ بہ سالوسی ہے — پھر تمنّا کو یہاں مژدۂ پابوسی ہے

بیان

بیاؔن تخلص۔ خواجہ احسن اللہ نام۔ دہلی مولد۔ والد کا نام اور سال ولادت معلوم نہ ہوا۔

بیان نے مرزا جان جاناں علیہ الرحمہ سے تعلیم پائی اور آپ ہی سے مشق سخن کی۔ حضرت مولانا فخر الدین اورنگ آبادی ثم الدہلوی قدّس سرّہ العزیز کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔

نواب نظام علی خان آصف جاہ ثانی فرماں روائے دکن (۱۱۷۵ھ تا ۱۲۱۸ھ ہجری) کے عہد ریاست میں حیدر آباد آ گئے اور اپنی عمر کا آخری حصّہ اِن ہی کی سرکار میں بڑی عزت سے گزار دیا۔

نیک خلقی، خوش طبعی اور پاک سیرتی کی وجہ سے ہر دل عزیز تھے۔ کلام کا نمونہ یہ ہے:

کوئی کسی کا بیاں آشنا نہیں دیکھا
سوا اُس کے اِن آنکھوں نے کیا نہیں دیکھا

مصلحت ترکِ عشق ہے، ناصح
لیک یہ ہم سے ہو نہیں سکتا

خانماں کچھ ہم بھی رکھتے تھے کبھو لیکن بیاںؔ
اب یہی در ہے، یہی گھر، خانۂ اُلفت خراب

کہتا نہیں میں عرش پہ اے نالہ جا پہنچ
کانوں تلک تو اُس کے تو اے نارسا پہنچ

ہم سرگزشت کیا کہیں اپنی کہ مثلِ خار
پامال ہو گئے ترے دامن سے چھوٹ کر

صاف مُنہ پر میں نہیں کہتا کہ ہوگا اُس کے پاس
ورنہ کیا واقف نہیں میں دل مرا ہے جس کے پاس

رسوا ابھی سے کرتی ہے اے چشمِ تر مجھے
آنا ہے اُس کی بزم میں بار دگر مجھے
آیا ہوں اُس گلی سے ابھی دم نہیں لیا
پھر لے چلا ہے یہ دلِ وحشی اُدھر مجھے

ہزاروں قصرِ جنّت کے برابر میں سمجھتا ہوں
اگر گردون دوں آسودہ زیرِ خاک رہنے دے
فرشتوں کی عبادت کا مصلّی ہے مرا دامن
اگر آلودگی دنیا کی اُس کو پاک رہنے دے

شبِ فراق کی دہشت سے جان جاتی ہے
یہی ہے صبح سے دھڑکا کہ رات آتی ہے

سنہ۱۲۱۳ ہجری میں بمقام حیدر آباد دکن انتقال کیا۔ اُن کے شاگرد رائے گلاب چند نے تاریخ رحلت کہی" استاد از جہان رفت"

لطف

لطف تخلص۔ مرزا علی خاں نام۔ سال ولادت اور دیگر حالات معلوم نہ ہوئے۔

ان کے اسلاف کا وطن استر آباد تھا۔ وہاں سے ہندوستان آئے اور دہلی میں سکونت پذیر ہوئے۔ لطف کی نشو و نما دہلی ہی میں ہوی اپنے زمانے کے علماء سے تحصیل علم کی، فاضل یکتا اور شاعر غرا ہوئے۔

دہلی سے بنگالہ گئے۔ وہاں سے نواب نظام علی خاں آصف جاہ ثانی (سنہ۱۱۷۵ تا سنہ۱۲۱۸ھ) کے عہد دولت میں حیدر آباد پہنچے۔ نواب موصوف اور اعظم الامراء دیوان دکن کی مدح میں قصائد پیش کئے۔ چار سو روپیہ ماہوار منصب اور ایک پالکی کے عطیہ سے سرفراز ہوئے۔ اعظم الامراء نے بھی بڑی قدر افزائی کی۔ جب میر عالم وزیر ہوئے تو انھوں نے از راہِ قدر دانی لطف کو اپنی مصاحبت میں رکھ لیا۔

سنا گیا ہے کہ لطف نے ریختہ گو شعرا کا ایک تذکرہ بھی لکھا تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ اس کا نام تک نہ معلوم ہوا۔

کلام کا یہ انداز ہے:

نہ پہنچی ضعف سے لب تک دعا ہی، ورنہ سدا　　درِ قبول تو اس آرزو میں باز رہا

جو عمر خضر ہو شاید تو وصل ہووے نصیب　　یہ زندگی جو تھی اس میں تو امتحان رہا

ساقی لگا دے خُم مرے مُنہ سے، کہ بار بار　　احسان کون کھینچے سبو اور ایاغ کا

کیا کم ہے سلطنت سے سگ کوی یار گر　　قانع ہو استخواں پہ ہمائے ہما کی طرح

ہے یہ بھی نئی چھیڑ، شب وصل میں دلدار | پوچھے ہے وہ کتنی رہی شب کچھ نہیں معلوم

لطف نے ۱۲۴۳ھ ہجری میں انتقال کیا۔

نصیر

نصیر تخلّص۔ نصیر الدین نام۔ فرزند شاہ غریب دہلی وطن۔ سال ولادت معلوم نہ ہو سکا۔

آپ کے والد صوفی مشرب، گوشہ نشین تھے۔ درویشی کے باوجود امیرانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ نصیر نے اپنے والد ہی کے سائے میں ناز و نعمت سے پرورش اور اپنے زمانے کے اساتذہ سے ضروری تعلیم پائی۔ حالانکہ تمام درسی کتابیں بھی ختم نہ کی تھیں، مگر فن شاعری میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ شاہ محمدی مائل سے تلمذ تھا، مگر آزاد کا بیان ہے کہ آپ نے شیخ قیام الدین قائم سے مشق سخن کی تھی۔ میر حسن کا قول ہے کہ شاہ قدرت اللہ کو کلام دکھاتے تھے۔ گلشن بہار میں بھی ان کو قدرت ہی کا شاگرد لکھا ہے۔ دہلی کی تباہی کے بعد نصیر مرشد آباد جاکر وہیں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ ممکن ہے کہ ابتدا میں شاہ محمدی مائل اور شیخ قیام الدین قائم سے اصلاح لی ہو۔ اور مرشد آباد میں سکونت کے بعد شاہ قدرت اللہ کے شاگرد ہو گئے ہوں۔

دہلی سے ایک مرتبہ لکھنؤ اور تین بار حیدر آباد گئے اور وہاں سے دہلی آ گئے۔ چوتھی مرتبہ مہاراجہ چندو لال[1] بہادر دیوان

---

[1] مہاراجہ چندو لال کا خطاب "راجہ راجایان مہاراجہ بہادر" تھا۔ آپ قوم کے کھتری تھے۔ آباد و اجداد کا وطن پنجاب تھا۔ آپ کے پردادا کا نام مول چند تھا۔ یہ نواب آصف جاہ اول کے ساتھ حیدر آباد گئے تھے۔ آصف جاہ اول نے اُن کو کروڑگیری کے محکمہ کا افسر اعلیٰ مقرر فرمایا تھا۔ ان کے فرزند لچھمی رام اور پھر ان کے فرزند نانک رام اسی خدمت پر مقرر ہوتے چلے آئے۔ یہی نانک رام مہاراجہ چندو لال کے چچا ہیں۔ اُن ہی نے مہاراجہ کے والد کے انتقال کے بعد پرورش کیا۔ اور اچھی تعلیم دلوائی۔ نانک رام کے انتقال کے بعد ان کے صاحب زادے لکھپت رای موروثی عہدے پر مقرر ہوئے (بقیہ صفحہ آئندہ پر)

دکن نے سات ہزار روپیہ زادِ راہ کا خرچ بھیجکر آپ کو دہلی سے حیدر آباد بلوالیا اور پچیس روپیہ یومیہ (ساڑھے سات سو روپیہ ماہوار) مقرر فرمایا۔ بلدۂ حیدر آباد میں امرا و عاید سلطنت آپ کی بڑی عزت کرتے تھے۔ وہاں کے بہت سے شعرا نے آپ کی شاگردی کا فخر حاصل کیا۔

آپ آخر عمر تک حیدر آباد ہی میں مقیم رہے۔ آپ کی ذات میں بہت سی خوبیاں جمع تھیں۔ شعروں میں اکثر سنگلاخ زمین اختیار کرتے تھے۔ دقیق الفاظ کو اِس سلاست کے ساتھ باندھتے تھے کہ حیرت ہوتی ہے۔ بدیہ گوئی اور حاضر جوابی میں کمال حاصل تھا۔ مشاعرے میں بہت بلند آواز سے پڑھتے تھے۔ کلام کا یہ نمونہ ہے:

زیبِ تن گرچہ ہے گل پیرہنِ سرخ ترا — لیکن انجام یہ ہوگا کفنِ سرخ ترا
ہے مری آہ یہاں نخلِ گلستانِ خلیل — رخِ گلنار وہاں ہے چمنِ سرخ ترا
سچ بتا تو مجھے سوفارِ خدنگِ قاتل — لہو کس کس کا پیے گا دہنِ سرخ ترا

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ) دو ہی برس کے بعد وہ سورگ باش ہوے تو مہاراجہ چندو لال کو یہ خدمت ملی۔ مہاراجہ اچھے تعلیم یافتہ، ذہین، فہیم، محنتی، جفاکش، اپنی سرکار کے بہی خواہ، سرکاری کام میں حزم و احتیاط برتنے والے تھے اور ہر جزوی و کلّی کام کو بذاتِ خود کرتے تھے۔ انھوں نے اپنی کارکردگی سے دربارِ آصف جاہی میں رسوخ و نفوذ پیدا کرلیا۔ ۱۲۱۳ھ ہجری میں کڑپہ وغیرہ ممالکِ مفتوحہ کا انتظام ان کو سپرد ہوا اور خطاب راجہ بہادر عطا ہوا۔ ۱۲۱۹ھ ہجری میں پیشکاری جیسے عہدۂ جلیلہ پر ترقی کی۔ اس زمانے میں نواب منیر الملک وزیر تھے۔ ان کی وجہ سے سارا انتظام ملکی و مالی مہاراجہ کے ہاتھ میں آگیا۔ ۱۲۲۵ھ میں مہاراجہ بہادر کا خطاب، ہفت ہزاری منصب، نوبت، گھڑیال، جواہر گراں بہا اور جاگیر سے سرفرازی پائی۔ ۱۲۴۵ھ ہجری میں راجہ راجایاں کا خطاب ملا۔ اگرچہ عہدہ وہی پیشکاری کا رہا۔ مگر وزارت اور دیوانی کے تمام کام پر ان ہی کا قبضہ تھا۔ نواب منیر الملک صرف برائے نام خطاب و جاگیر رکھتے تھے۔

مہاراجہ کی داد و دہش اتنی زبان زدِ عام ہے کہ اس کے لکھنے کی چنداں حاجت نہیں۔ انتہا ہے کہ شمالی ہندوستان میں حیدر آباد چندو لال کا کہلاتا ہے۔ کم و بیش پچاس سال تک پیشکاری کرنے کے بعد ۱۲۶۰ھ ہجری میں مستعفی ہوے اور ۱۲۶۱ھ میں بیاسی برس کی عمر پاکر انتقال کیا۔ فارسی اور ریختہ دونوں میں طبع آزمائی کرتے تھے اور شاداں تخلص تھا۔
(ماخوذ از گل رعنا)

سقفِ فلکِ کہنہ میں کیا خاک لگاؤں | اے ضعفِ دل! اس آہ کا تھم اُٹھ نہیں سکتا
دل پر ہے مرے خیمۂ ہر آبلہ استاد | کیا کیجیے کہ یہ لشکرِ غم اُٹھ نہیں سکتا
ہر جا متجلّی ہے وہی پردۂ غفلت | اے معتکفِ دیر و حرم اُٹھ نہیں سکتا

نکلی تھی دمِ تیشہ زنی سنگ سے آواز | فرہاد یہ دشمن ہے تری جان کا لوہا

قدم نہ رکھ مری چشمِ پُر آب کے گھر میں | بھرا ہے نوح کا طوفاں حباب کے گھر میں

دیکھ لیتی جو اُٹھا کر ترے کیا ٹوٹتے ہاتھ | لیلیٰ ایسا تو نہ تھا پردۂ محمل بھاری

دل کا کیا مول بھلا زلف چلیپا ٹھیرے | تیری کچھ گانٹھ گرہ میں ہو تو سودا ٹھیرے
جنبشِ لب پہ قیامت ہے کہ جی اُٹھے ہم | آج اک بات میں تم رشکِ مسیحا ٹھیرے

سنہ ۱۲۵۴ ہجری میں اس جہانِ فانی کو الوداع کہا۔ حضرت شاہ موسیٰ قادری رحمہ اللہ کے روضے میں، جو حیدر آباد دکن کے نامور مشایخ میں سے تھے، سپرد خاک ہوے۔ آپ کے ایک شاگرد نے "چراغ گل" سے تاریخ ۱۲۵۴ رحلت نکالی۔

مسرّت

مسرّت تخلص۔ شیخ وزیر علی نام۔ باشندۂ دہلی۔ سالِ ولادت معلوم نہ ہوا۔

شاعری میں عزت اللہ خاں عشق سے تلمذ تھا۔

سنہ ۱۲۲۹ ہجری میں حیدر آباد گئے۔ چند سال وہیں مقیم رہے مہاراجہ چندو لال نے ان کے نام دو روپیہ روزانہ مقرر کر دیا تھا۔

یہ شعر ان ہی کا ہے:

اگرچہ روتے روتے کھوئیں آنکھیں   نہ رکھا دیدۂ خوں بار پر ہاتھ

۱۲۵۷ھ ہجری میں عالم بقا کی راہ لی۔

عزلت

عزلت تخلص۔ میر عبدالعلی نام۔ فرزند سید سعد اللہ سلونی۔ وطن قصبۂ سلون ملک اودھ سال پیدائش معلوم نہ ہوا۔

آپ شاہ پیر محمدؒ سلونی کے نواسے اور خود عالم جیّد اور فاضل متبحّر تھے۔

ابتدا میں اپنے والد سے تعلیم پائی۔ بڑے ذہین اور طبّاع تھے بہت جلد استعداد کامل پیدا کرلی۔ موسیقی اور مصوری میں بھی کمال پیدا کیا۔ بڑے ہوئے تو وطن سے حج کے لئے نکلے اِس فریضے سے فارغ ہوکر سورت آئے اور وہیں مقیم ہوگئے۔

پہلے فارسی کہتے تھے، بعد کو ریختہ کی طرف توجہ کی اور اُس میں ایسی ترقّی کی کہ اُستاد مانے جانے لگے۔ ۱۱۶۴ھ ہجری میں دہلی گئے۔ سُراج الدین علی خان آرزو اور میر محمدؒ تقی میرؔ سے ملے۔ میر صاحب نے اُن کے متعلق نکات الشعراء میں یہ رائے ظاہر کی ہے:

"نسبتے تمام بہ سخن دارند۔ از اسالیبِ کلام شاں واضح می گردد کہ بہرۂ بسیارے از دردمندی دارند"

دہلی سے مرشد آباد کا رُخ کیا۔ تھوڑی مدّت کے بعد دکن گئے اور اورنگ آباد میں سکونت پذیر ہوئے۔ نواب ناصر جنگ نظام الدولہ کا زمانہ تھا۔ انھوں نے از راہِ قدر دانی تنخواہ مقرر کردی۔ اُن کی شہادت کے بعد حیدر آباد چلے آئے۔ نواب صلابت جنگ آصف الدولہ نے جاگیر میں دو گاؤں عطا فرمائے۔

کلام کا نمونہ ملاحظہ ہو:

جلایا مصحفِ دل تونے کیوں برقِ تغافل سے   جو سچ بولوں تجھے جھوٹی قسم کھانے کو کام آتا

سیہ روزی میں میری قدر کو احباب کیا جانیں　　اندھیری رات میں کس کو کوئی پہچانتا ہیگا

بجز رفاقتِ تنہائی آسرا نہ رہا۔　　سوائے بے کسی اب اور آشنا نہ رہا

سدھارے گل کہاں سونے پڑے ہیں گلستاں اپنے
گئی ہیں بلبلیں کیدھر جلا کر آشیاں اپنے

خاطر یاراں میں ہے ہم خاکساروں کا غبار　　صاف ہے شکوہ دلوں میں کیا محبت خاک ہے

اے بلبل اتنی رو کے دعا ہر سحر تو مانگ　　حق تیری آہ سرد چمن کی صبا کرے

۱۸۹۰ھ ہجری میں انتقال کیا۔ حیدر آباد میں میر مومن کے دائرے میں دفن ہوئے۔

کرم

کرم تخلص۔ شیخ غلام ضامن نام۔ قصبہ کوتانہ ضلع میرٹھ وطن۔ والد کا نام اور سال ولادت معلوم نہ ہوا۔

حصولِ علم وغیرہ کے لئے کچھ دنوں دہلی میں مقیم رہے۔ پھر حیدر آباد چلے گئے اور برسوں یہاں سکونت پذیر رہے۔ اُن کا شمار بڑے شعرا میں تھا۔ پیرانہ سالی کے باوجود طبیعت میں شگفتگی اور ظرافت تھی۔ حکیم مومن خان دہلوی کے شاگرد تھے۔ فارسی اور ریختہ دونوں میں شعر کہتے تھے۔ اشعار کا نمونہ یہ ہے:

تیر نا خوردہ شمار رشک سے کیا کیا تڑپا　　استخوانوں میں مرے دیکھ کے پیکاں تیرا

ہاتھ ہوویگا مرا اور ترا داماں ہوگا　　چاک جب صبح قیامت کا گریباں ہوگا

نسبت ہے میرے داغ سے کیا گُل کو عندلیب گو آہِ سرد و بادِ سحر دونوں ایک ہیں
روزِ شمارِ جان شبِ ہجر کو کرمؔ، نے شام اُسے، نہ اس کو سحر دونوں ایک ہیں

اے طفلِ اشک! دیکھ کے برباد کیجیو ہر پارۂ جگر ورقِ انتخاب ہے

اُس کو شہرت کی تمنّا مجھے رسوائی کی ہر کوئی آرزوئے نشو و نما رکھتا ہے

گھبرا کے لگے دیکھنے وہ اپنے بنا گوش جب اشک مری آنکھوں کے دُردانہ سے نکلا

افسوس ہے کہ کرمؔ کی تاریخ وفات نہ معلوم ہوئی۔

ممتاز

ممتازؔ تخلص۔ فضل علی نام۔ والد کا نام اور سالِ ولادت معلوم نہ ہوا۔ آپ دہلی کے شیخ زادوں میں سے تھے وہیں پیدا ہوئے اور نشو و نما پائی۔

پہلے قرآنِ مجید حفظ کیا۔ حصولِ تعلیم کے بعد مرزا رفیع سوداؔ سے مشقِ سخن کی اور بڑے شاعر ہوئے۔ آخر عمر میں دکن گئے تھے۔ تذکرۂ میر حسن سے اتنا ہی پتہ چلتا ہے۔ ایک مثنوی لاٹھی نامہ بھی لکھی تھی۔ جس کے چند اشعار بطورِ نمونہ یہ ہیں:

ہوتی ہے دنیا میں جو کچھ تحفہ چیز
سب سے ہے ممتاز کو لاٹھی عزیز

کوچ و مقام اس کا ہے سب اپنے ہاتھ
جب کہیں چلیے، تو ہے بے عذر ساتھ

ہاتھ میں رکھتے ہیں اسے ہوشمند
ڈرتے ہیں سب اس سے درندا و گزند

اتنا کم آزاد اور ایسا شفیق،
اور بھی کوئی ہے کسی کا رفیق

چوب نہیں، دل بر خوش خو ہے وہ
یار ہے وہ، قوّتِ بازو ہے وہ

اس کے گھرانے پہ جو کیجیے خیال
چھوٹے بڑے جتنے ہیں سب ذی کمال

کوئی تو ہے خامۂ معجز طراز
کوئی ستم گر ہے نے نغمہ ساز

کوئی تو ہے ہمسر تیغ و قلم
تاہم بزرگاں، بہ بزرگی علم

اس کے گھرانے کو بڑائی قدیم
دال ہے اعجاز عصائے کلیم،

غزلیات کا نمونہ یہ اشعار ہیں :-

ہزار مرتبہ دیکھا ستم جدائی کا
ہنوز حوصلہ باقی ہے آشنائی کا

ڈروں میں کس لئے رنجش سے پیار میں کیا تھا
میں اب خزاں کو جو روؤں بہار میں کیا تھا

جفا سے یار نے کس طرح کر دیا مایوس
اور اپنی خاطر امیدوار میں کیا تھا

ترے ہی واسطے آئے عدم سے ہم یاں تک
وگرنہ ہستیٔ ناپائدار میں کیا تھا

بال و پر توڑ کے جب تو نے قفس کو سونپا
وہیں آخر ہوئی صیاد رہائی کی ہوس

طالب وصل بتاں پھر بھی ہوا ہے ممتاز
دل میں باقی ہے کچھ اک داغ جدائی کی ہوس

ہمارے رونے میں دل سے بخار اُٹھتا ہے
کہ جیسے پانی کے چھڑکے غبار اٹھتا ہے

ہے ان دنوں دل نالاں فرنگ کا گھڑیال
رہے رہے کبھی آپ ہی پکار اٹھتا ہے

عشق میں عرض تمنا مانع دیدار ہے
میرا ہی دست دعا منہ پر مرے دیوار ہے

دل کے لے جانے سے کچھ خاطر پر اپنے تو نہ لا
چپ تو رہ ممتاز پھر دیویگا آخر یار ہے

یاد اس شوخ کی اس دل میں بھری رہتی ہے
لوگ کہتے ہیں کہ اس گھر میں پری رہتی ہے

مت ہنر پر تو ہو نازاں مدد بخت ہے شرط
قابلیت جو ہے ممتاز، دھری رہتی ہے

بے نیازی عشق کی وہ کچھ تمھارا ناز یہ
اس کا کیا انجام ہوگا، جس کا ہے آغاز یہ

فصل سوم

وہ ریختہ گو شعرا جو مدراس میں پیدا ہوئے

نصرتی

نصرتی تخلص۔ محمدؐ نصرت نام۔ کرناٹک مولد۔ سال ولادت معلوم نہیں۔

صاحب محبوب الزمن نے لکھا ہے کہ نصرتی حاکم کرناٹک کے عزیزوں میں سے تھے، لیکن اُنھوں نے یہ نہیں بتایا کہ کس حاکم کے عزیز تھے اور کیا رشتہ تھا۔ اتنا ثابت ہوتا ہے کہ وہ سنی المذہب اور حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رحمہ اللہ کے خاندان کے کسی بزرگ کے مریدوں سے تھے۔ متوکّلانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ امرا کی مدح سے جو فتوحات انھیں حاصل ہوتیں اُن ہی سے اپنے ذاتی مصارف چلاتے۔ طبیعت میں داد و دہش بہت تھی۔ جو کچھ ملتا آدھا غریبوں اور فقیروں پر خرچ کردیتے تھے۔

مدّت تک کرناٹک میں مقیم رہے۔ پھر دکن کی سیر کرتے ہوئے بیجاپور پہنچے۔ علی عادل شاہ کا عہد تھا۔ بادشاہ نے اُن کے نام بھاری منصب جاری فرمادیا۔

گل رعنا میں لکھا ہے کہ زبیری نے "بساتین السلاطین" بیجاپور میں ان کا ذکر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نصرتی کی تصانیف میں گلشن عشق ایک مثنوی ہے جس میں "منوہر کنور"

اور "مدمالتی" کے عشق کا قصہ نظم کیا ہے۔ دوسری کتاب شاہ نامۂ فردوسی کا ہندی جواب علی نامہ ہے، جس کو انھوں نے ۱۰۷۶ھ میں تصنیف کیا تھا۔ اس میں علی عادل شاہ کی فتوحات اور اُس کے کارنامے نظم کئے ہیں۔ تیسرا مجموعۂ قصائد اور چوتھا دیوان ہے۔

علی نامہ بڑے پائے کی کتاب ہے۔ جس زمانے میں لکھی گئی ہے۔ اُن دنوں اس کا بڑا چرچا اور رواج تھا۔ مگر آج کل اہل دکن بھی اسے دقیق سمجھتے ہیں۔ اسی کتاب پر بادشاہ نے نصرتی کو خلعت اور ملک الشعرا کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ دکن کے ہندی گو شعرا میں صرف یہی ایک ملک الشعرا ہوے ہیں۔

نصرتی کے کلام میں مضمون آفرینی کے ساتھ فصاحت اور شیرینی بہت ہے۔ علی نامہ کا یہ انداز ہے:

حمد

دھنی تو تجھ سے ہے مسجد و دیر کا — نہیں ہے کوئی صلح ہور بیر کا
ترا دھیان دائم دھرے دل میں پور — جتا جن و انسان وحشی و طیور
کتی کہہ سکے حمد کوئی بے شمار — کہ دریا کوئی تیر جاتا ہے پار

منقبت

زہے بیشۂ لامکاں کا دلیر — علیؓ ولی او خدا کا ہے شیر
محبّاں کے دل میں ترا جب یقیں — جنم جگ ہے ایماں کوں حصن حصیں
تو اک کوٹ ہے برج جس کے تمام — او بارہ اماماں علیہ السلام

مدح علی عادل شاہ

قلم آج جو مجھ جہاں گیر ہے — صفت شہ کی لکھنے کی تاثیر ہے
ہر اک دیپ تجھ دیپ آنا ضرور — کہ سب ملک اندھارا دکن پر ہے نور
ترا چتر خورشید کا سائباں — منگے تجھ علم کا پناہ آسماں

مذمت طمع

طمع اہلِ عزّت کوں کرتی ہے خوار — کرے جگ میں بے قول و بے اعتبار

طمع نام و ناموس کا کال ہے　　طمع جیوں کوسکہ کے بھونچال ہے
طمع بخت سے چھین ہو ندا کرے　　طمع ساؤ کو بنت کلو ندا کرے

خاتمۂ کتاب

سخن کا بڑا قدر ہے شہ کے پاس　　کہ جوہر پرکتا ہے جوہر شناس
کتا ہو سخن مختصر بے گمان　　کہ یو شاہ نامہ دکن کا ہے جان

نصرتی کے اشعار کا یہ رنگ ہے:

ناداں سے نصیحت کے بچن بول نکو　　پانی منے کھاری تو شکر گھول نکو
تجھ عشق کے دریا منے جن تیر گیا ہے　　وو گوہر مقصود کماں کر سو لیا ہے

ملک الشعرا نصرتی نے ۱۰۹۵ھ ہجری میں کارکنان قضا کو اپنی جان سونپ دی۔

ممتاز

ممتاز تخلص۔ غلام حسین نام۔ عمدۃ الامراء معین الملک اسدالدولہ حسین علی خان بہادر ذوالفقار جنگ سپہ سردار خطاب۔ فرزند نواب والا جاہ فرماں روائے کرناٹک۔ مدراس مولد۔ محرم ۱۱۶۱ھ ہجری (مطابق ۱۷۴۸ء) سال ولادت ہے۔

آپ نواب والا جاہ (۱۱۶۴ھ تا ۱۲۱۰ھ ہجری) کے خلف اکبر تھے درسی کتابیں اساتذۂ سرکاری سے ختم کیں۔ طبیعت بہت موزوں پائی تھی۔ اردو میں شعر کہتے تھے۔

عالی گوہر شاہ عالم بادشاہ دہلی کی پیشگاہ سے خطابات مذکورۂ بالا کے علاوہ منصب ہفت ہزاری ذات وہفت ہزار سوار و خلعت فاخرۂ ملبوس خاص معہ جیغہ و سرپیچ و ماہی مراتب و پالکی جھالر دار عطا ہوئے۔

نواب والا جاہ بہادر نے ۱۲۱۰ھ ہجری مطابق ۱۷۹۵ء میں انتقال فرمایا۔ ان کے بعد آپ مسند آرائے کرناٹک ہوئے۔

جناب ممتاز کا ذکر کسی تذکرے میں نہیں ہے۔ جو کچھ یہاں تحریر

ہوا ہے تزک والا جاہی سے مختصراً لیا گیا ہے۔ آپ کے قلمی دیوان سے ذیل کے منتخب اشعار درج کئے جاتے ہیں:

یا رب! یہ تماشا ہے عجب بوالعجبی کا
اُمّی ہے مُدرّس ترے علم وہبی کا

لختِ دل منہ سے نکلتے ہیں ابھی بات کے ساتھ
پوچھ مت رازِ صبا! غنچہ کی خاموشی کا

تدبیر سے وہ مِٹ نہیں سکتا ہے زینہار
جو کچھ قلم نے دفترِ تقدیر پر لکھا

جسمِ آدم تین عنصر سے نہیں حاصل ہوا
آگ جب دل میں پڑی تب آدمی کامل ہوا

خلقتِ انساں کے آگے سے ہے عاشق کا ظہور
جب لگے آدم بنانے کو تو پہلے دل ہوا

ہے خار پا مجھے انگشت راہبر اے خضرؑ
نہیں ہوں تجھ سے میں محتاج رہنمای کا

ہے اپنے دل میں عشق رخِ گل عذار کا
باندھا ہے ہم نے گانٹھ میں موسم بہار کا

مے مدرسے ہیں خوار ہے مے خانے میں کتا
حرمت کہیں کسو کی نہیں قدرداں سے دور

سجدہ کردں پہ نقشِ قدم پاؤں جس طرف
تیری ہے یہ نماز، خدا کی جدا نماز
بحرِ کرم کا جوش نہیں منحصر بہ زہد
کیا چیز ہم ہیں اور ہماری ہے کیا نماز

نامہ بر آگاہ جب ہووے تو نامہ کیا ضرور
نامۂ حق تھا پیمبرؐ کو زبانِ جبرئیل

دل جو کہتا ہے سو کرتا ہوں، ملامت نہ کرو
ساتھ میں مرشد کامل کو لیے پھرتا ہوں

دوست ہوتا ہے جہاں میں ایک جیوں ذاتِ خدا — وہ تو ناداں ہیں جو کرتے ہیں شمارِ دوستاں

مجھ سے نہ رکھیو کوہ کنی کی کبھی امید — میں حالِ بے وفائیِ شیریں شنیدہ ہوں

شراب خواری کو شیخ اس سوا نباہ نہیں — نمک ملا کے پیو مے تو کچھ گناہ نہیں

جب سے آدم کو کیا ابلیس بے جرم آشنا — آدمی تب سے گنہ کرنے میں بے تقصیر ہے

جان کر اپنے کو نادان بننا ممتاز — یہ ہی اک وقت میں اک طرح کی دانائی ہے

شیخ کو تقوے عوض باغِ ارم چاہیئے — یہاں تو خداوند کا فضل و کرم چاہیئے

شراب ہو چکی، مینا میں مے سے بو نہ گئی — ہمارے دل سے جوانی کی آرزو نہ گئی
اسے بھی لے کے ڈبونا تھا خضرؑ اپنے ساتھ — بھلا ہوا کہ سکندر کی آبرو نہ گئی

اے دل! وہ خیرِ محض ہے اس سے نہ ہو بدی — دوزخ سے تو نہ ڈر یہ ڈرانے کی بات ہے

ہیں مری نظروں میں یکساں اس چمن کے خوب و زشت
چشمِ وحدت بین میں جیسا گل ہے ویسا خار ہے

گفتگوی حشر کا یارب کہاں ہم کو دماغ — کاغذِ تصویرِ جاناں نامۂ اعمال ہے

ہے چشمِ آئینہ کا ہنر عیب دیکھنا — ممتاز اپنی آنکھ بہت عیب پوش ہے

خدا سے بھی جو زباں پر سوال آتا ہے — تو چہرے پر عرقِ انفعال آتا ہے

یا خدا. بندہ سے بھی بندہ کو ٹک ڈر چاہئے ۔۔۔ بد ترین خلق دنیا میں دل بے باک ہے

نہ اٹھ سکا تری چھاتی سے یہ پہاڑ آخر ۔۔۔ میں بولنا نہ تھا فرہاد کام بھاری ہے

اکیلے جینا بھی اے خضرؑ! کچھ رکھے ہے مزہ ۔۔۔ یہ زندگی ہے تری یا نفس شماری ہے!

نسبت نازک ہے ان دونوں میں اے ممتاز جان ۔۔۔ انتہائے دشمنی ہے ابتدائے دوستی

برنگ سرو جو آزاد ہو رہا ہو اُسے ۔۔۔ زمیں نہالی ہے اور آسماں رضائی ہے
نشانہ سنگ بلا کا ہے میوہ دار درخت ۔۔۔ بھلائی کا ثمر اس باغ میں برائی ہے

جمع میں افراد ہیں خود جمع فرد ۔۔۔ جو ہے تیرا شاہد توحید ہے

ظاہر ہے چشم اہلِ بصیرت میں اب تلک ۔۔۔ لیلیٰ کی شکل قیس کی سنگ مزار ہے

بسمل جو کرے ہماری تقلید ۔۔۔ بے تابیِ دل کہاں سے لاوے

جو سمجھے غنچۂ دل اپنی آہ سرد کی قدر ۔۔۔ نسیم صبح سے پھر ہرگز التجا نہ کرے

بدنام بت پرستی سے کرتا ہے کیوں مجھے ۔۔۔ اے شیخ! تیرا سبحہ بھی زنّار دار ہے

سجدہ کرتے ہیں آدمی کو ملک ۔۔۔ بندگی میں ہمیں خدائی ہے

غم کو فرہاد، عیش کو پرویز ۔۔۔ یہ خدائی کا کارخانہ ہے
دل کا لے درد! نام مت لینا ۔۔۔ میرے صاحب کا یہ ٹھکانا ہے

امتحاں یہ خدا کا ہے ایوبؑ — عشق کا زور آزمانا ہے

حق سے ممتاز کو ہے نظم امورِ عالم — نظم اشعار سے ہو کیونکہ سروکار مجھے؟

کہتے ہیں کہ یوسفؑ کو زلیخا نے لیا مول — معشوق جو بکتے ہوں تو ہم کو بھی دلا دے!

جناب ممتاز نے سات برس حکومت کرنے کے بعد پچپن سال کی عمر میں ۳۰ ربیع الاول ۱۲۱۶ہجری مطابق ۱۸۰۱ء کو وفات پائی۔

نادر

نادر تخلص ہے۔ نام، ولدیت، مولد اور سال ولادت معلوم نہوا۔ نواب عظیم الدولہ بہادر رحمت مآب، نواب کرناٹک (۱۲۱۶ تا ۱۲۳۴ہجری) کے عہد کے شاعر اور آپ کی سرکار میں ملازم تھے۔ فنّ شاعری میں شاہزادہ مرزا علی بخت اظفری تیموری گورگانی سے تلمذ تھا۔ ۱۲۲۹ہجری میں نواب رحمت مآب کے زمانۂ ریاست میں نادر نے ایک مثنوی رشک قمر و مہ جبین لکھی تھی۔ اُس میں نواب موصوف کی، نواب بیگم صاحبہ اور آپ کے دونوں فرزند، نواب اعظم جاہ بہادر رضوان مآب اور نواب عظیم جاہ بہادر غفران مآب کی تعریف کی ہے اور اپنی فلاکت و خستہ حالی کا اظہار کر کے نواب صاحب اور نواب بیگم صاحبہ سے شاہانہ امداد طلب کی ہے۔ نیز اُس وقت جو علما، مشائخ امرا اور شعرا موجود تھے اُن میں سے بعضوں کا ذکر کیا ہے۔

مثنوی کے چند اشعار بطور نمونہ ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں:

حمد

عجب صانع کارپرداز ہے — بری عقل سے اس کا ہر راز ہے
حنا کو رکھا برگ کے رنگ میں — دکھا لعل کو شیشۂ سنگ میں

مناجات

مری دو جہاں میں تو رکھ آبرو — رہوں سُرخ رو سب کے تا روبرو
مجھے خضرؑ کا کر تو قائم مقام — رہوں آبِ حیواں سا دایم مدام
چمن سے جہاں کے مجھے دے ثمر — مجھے بحرِ مقصد سے کر بہرہ ور
مری مثنوی کو تو گلزار کر — تو بلبل سا ہر دل گرفتار کر

نعت

ادب سے یہاں آ، ارے ساقیا! — درود اور صلوات کہہ جا بجا
صراحی بنا گل کی، غنچہ کا جام — شراب طہورا سے ہے مجھ کو کام
کہ جس نشہ سے مجھ کو ایسا ہو جوش — کروں یادِ احمدؐ سے ہر دم خروش
کلیدِ خزانہ ہے اسرار کا — وہ دیوان ہے حق کے دربار کا
وہ ہے سرورِ لشکرِ انبیا — وہ ہے شاہِ اقلیم ہر دو سرا
وہی بیخ ہے اور شاخاں ہیں کُل — اسی باغِ عظمت کے سب ہیں گُل

ملک العلماء مولانا عبد العلی بحر العلوم قدّس سرہٗ کا ذکر:

جو مولانا عبد العلی تھے وہاں — صفت اُن کی کرتے تھے کرّوبیاں
وہ مجذوب و سالک کا تھا پیشوا — وہ گم راہ و فاسق کا تھا رہ نما

مدح نوّاب

کروں یوسفِ حسن کا کیا بیاں — بیاں لا بیان ہے، اے کنعانیاں!
کروں حسن کو اُس کے گر کچھ رقم — تو معشوق دل ہووے میرا قلم
جو چہرہ کا سایہ تھا اُس شاہ کا — وہ داغِ جگر ہو گیا ماہ کا
تھی یوں ریش چہرہ پہ نوّاب کے — گویا ہالہ تھا گرد مہتاب کے

در شکایت فلک

اے صیّادِ دورِ فلک بد گہر! — قفس سے مجھے غم کے آزاد کر
تھا میں عیش کے پھول سے یار غار — ہوں اب خارِ غم سے بہت خوار زار
ہے لالہ سا اِس غم سے دل داغ داغ — مجھے چھوڑ، تا میں رہوں باغ باغ
کسی پر ستم یوں ہوا ہے کہیں، — ہے یہ بے مناسب، مناسب نہیں
مجھے قید کرنا ستم ہے ستم — مرے حال پر تو کرم کر، کرم،

اشعار متفرق

مجھے عید یاد آئی یا دِش بخیر! نہایت خوشی لائی یا دش بخیر!

وہی ہے شجاعت کے گلشن کا گُل وہی ہیگا انگورِ بخشش کا مُل

نہ اُس کو تھی دختر نہ فرزند تھا کمال اس کا وہ آرزومند تھا

ہیں باغ جہاں میں ہوں بس خوار تر تناور شجر ہوں، مگر بے ثمر

سخاوت سے بر آوے مقصد تمام سخاوت سے حل ہووے مشکل کا کام

دعائے فقیراں ہے رحمِ خدا قدم ان کا کرتا ہے ردِّ بلا

یہ شیشہ کو اور جام کو توڑ پٹک خدا واسطے، تو یہاں سے سٹک

ارے ساقی! امید کا جام دے دلا رام مے سے تو آرام دے

یہ نہیں معلوم ہوا کہ نادر نے وفات کب پائی۔

باب سوم

وہ فارسی گو ایرانی شعرا جو شمالی ہند سے دکن آئے اور چند روز مقیم رہ کر واپس چلے گئے

فکری

فکری تخلص۔ مُلّا رازی عرف ہے۔ پورا نام، ولدیت، مولد اور سال ولادت معلوم نہ ہوا۔

عالم متبحّر، ادیب فاضل، شاعر و نثار کامل تھے۔ خوش خُلقی اور فیّاضی میں مشہور بھی تھے۔

انھوں نے شاہ طہماسپ صفوی، شاہ ایران، کی مدح میں بہت سے قصائد لکھے اور گراں بہا عطیات پائے۔ ایران سے احمدؒ نگر پہنچے۔ شاہ طاہر کے ذریعے جو برہان نظام شاہ اول والی احمد نگر (سنہ ۹۱۴ تا سنہ ۹۶۱ ہجری) کے مقرّب تھے۔ اور جن کا تذکرہ اوپر آچکا ہے بڑی دولت و عزّت حاصل کی۔ دربار بیجا پور اور گولکنڈہ میں باریابی کا شرف پایا۔ وہاں کے تاجداروں نے بھی انھیں مالا مال کر دیا۔ کئی ہزار ہون لے کر اپنے وطن کو واپس ہوے۔

کلام کا نمونہ یہ ہے:

رُخت گُل گُل شد از مے، ترک سیر باغ و بُستاں کُن
بہ گیر آئینہ در دست و تماشاے گلستاں کُن

نمی گویم دلم را خوں مکن، یا جاں مکاہ از غم
دل و جانم فدایت ہرچہ می خواہد دلت آں کن

یہ نہیں معلوم ہوا کہ فکری نے کب انتقال کیا۔

مسیح کاشی

مسیح تخلص۔ رکن الدین نام۔ فرزند حکیم نظام الدین کاشانی۔ کاشان مولد۔ سال ولادت معلوم نہ ہوا۔

مسیح نے کاشان ہی میں تربیت پائی۔ طب، فلسفہ اور شاعری میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔

ابتدا میں شاہ عباس صفوی کے مصاحب تھے۔ بادشاہ ان پر اتنا مہربان تھا کہ دو مرتبہ بہ نفس نفیس ان کے مکان پر گیا۔ رفتہ رفتہ حاسدوں نے بادشاہ کا دل اِن سے پھیر دیا۔ بادشاہ کی یہ بے رخی انھیں گوارا نہ ہوی مجبوراً وطن کو خیر باد کہدیا اور چلتے ہوے یہ شعر کہا:

گر فلک یک صبح دم با من گراں باشد سرش
شام بیروں می روم، چوں آفتاب از کشورش

ہندوستان میں شہنشاہ اکبر کی علم دوستی و قدر افزائی کا ڈنکا بج رہا تھا۔ مسیح ہندوستان پہنچے اور کسی طرح بارگاہِ شاہی میں باریابی حاصل کی۔ بادشاہ نے از راہِ قدر افزائی اتنا انعام و اکرام دیا کہ فارغ البال ہو گئے۔ جہانگیر تخت پر بیٹھے تو مسیح کی اتنی قدر بڑھی کہ دربار کے حاضر باش ہو گئے۔

لیکن نہ معلوم پھر کیا افتاد پڑی کہ پایہ تخت سے الہ آباد چلے آئے۔ چند روز کے قیام کے بعد حیدرآباد دکن پہنچے۔ یہاں کے قیام میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ مسیح کو سخت محجوب ہونا پڑا۔

ایک دن میر محمد مؤمن استرآبادی، وکیل السلطنت سلطان محمد قلی قطب شاہ (۹۸۹ھ تا ۱۰۲۰ھ ہجری) مسیح سے ملنے آئے۔ رخصت

کے وقت مسیح نے اُن پر گلاب پاشی کرنی چاہی۔ مگر غلطی سے گلاب کے بجائے شراب کا شیشہ ان پر ڈال دیا۔ وکیل السلطنت اس کو مسیح کی شرارت پر محمول کر کے آگ بگولا ہو گئے۔ مسیح کو سخت انفعال ہوا وہ فوراً حیدر آباد کو چھوڑ کر بیجاپور چلے گئے۔ وہاں بھی قسمت نے یاوری نہ کی۔ مجبوراً جہانگیر کے لشکر کی طرف رخ کیا اور مہابت خاں کی ملازمت اختیار کر لی۔

۱۰۳۷ھ ہجری میں شاہ جہان تخت نشین ہوئے تو مسیح نے ایک قطعۂ تاریخ پیش کیا اور بارہ ہزار روپیہ انعام پایا۔ اس قطعہ کے دو شعر یہ ہیں:

بادشاہِ زمانہ شاہِ جہاں　　خرم و شاد و کامراں باشد
ہر سال جلوس او گفتم　　در جہاں بادتا جہاں باشد

اس قطعہ نے پھر مسیح کو شاہِ جہاں کا درباری بنا دیا۔

بوڑھے ہونے کے بعد بادشاہ سے مشہد مقدس جانے کی اجازت مانگی۔ بادشاہ نے پانچ ہزار روپیہ نقد اور ایک خلعت عطا فرما کر اجازت دی۔

مسیح حج و زیارت سے مشرّف ہو کر مشہد مقدّس گئے وہاں سے اپنے وطن کاشان میں چند روز آرام کر کے شاہ صفی سے ملنے کے لئے اصفہان گئے۔ مگر بادشاہ کو اپنی طرف متوجّہ نہ پا کر شیراز چلے گئے اور مدّت دراز تک وہیں مقیم رہے۔

مسیح بڑے پایہ کے شاعر تھے۔ ان کا کلیات ایک لاکھ اشعار کا حامل ہے۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے شاگرد مرزا صائبؔ تبریزی نے اِس کلیات میں سے انتخاب کر کے سات ہزار اشعار کا مختصر دیوان ترتیب دیا۔

منتخب کلام کا انداز یہ ہے:

راست می گویم کہ جرمِ چشمِ نمناکِ من است　　گر بپائے عاشقاں خارے دریں صحرا خلید

گر سپیدی در خط مشکیں یار آمد چہ غم — بیشتر دارد بہا ہر گہ شود عنبر سفید

چنیں خواندست ہر صاحب سوادے از جبین من — کہ گردل بر تو بی آخر نہ دل ماند نہ دینِ من

اے دلِ بیکار را آخر غمگسارِ من توئی — ہم چراغ خانہ، ہم شمع مزارِ من توئی

در بزم عاشقاں چو برآرم ز سینہ آہ — چوں ہیزمے کہ دود کند دورم افگند

مسیح نے ۱۰۶۶ھ ہجری بمقام کاشان حیات مستعار کو خیرباد کہا۔
کسی شاعر نے تاریخ وفات کہی "رفت بسوئے فلک باز مسیح دوم"
۱۰۶۶

فقیر

فقیر تخلص۔ میر شمس الدین نام۔ عباسی نسب۔ والد کا نام نہ معلوم ہوا۔ شاہ جہاں آباد مولد اور ۱۱۱۵ھ ہجری سال ولادت ہے۔

فقیر نے اپنے زمانے کے علما سے تحصیل علم کی۔ عالم جیّد اور فاضلِ متبحّر تھے۔

۱۱۴۱ھ ہجری میں لباس فقر پہن کر اپنا تخلص فقیر قرار دیا۔ مدّتوں دہلی میں اپنے خوان علم سے طلبہ کو بہرہ اندوز کرتے رہے۔ پھر لکھنؤ گئے اور وہاں سے ۱۱۸۰ھ ہجری میں اورنگ آباد پہنچے۔ سال بھر کے قریب یہاں مقیم رہ کر ۶ محرم ۱۱۸۱ھ ہجری کو سورت، اور وہاں سے بہ عزم بیت اللہ شریف جہاز میں روانہ ہوئے۔ حج سے فارغ ہوکر مکۂ مکرّمہ سے بصرے گئے اور وہاں سے کشتی میں سوار ہوکر ہندوستان آرہے تھے کہ راستے میں کشتی ڈوبی، فقیر بھی بحر فنا کے گھاٹ اُتر گئے۔

آپ کا شمار بڑے اچھے شاعروں میں ہے۔ اشعار کا یہ نمونہ ہے:

یار نشناختہ قدرِ دلِ بے کینۂ ما — کاش می دید رخ خویش در آئینۂ ما

برائے نازنینے می کشم نازِ جہانے را ‌ ‌ به بوئے یوسفے گیرم سرِ راہ کاروانے را

جدا از روئے تو اے مہ ستارہ می شمریم ‌ ‌ شبِ فراق تو از بہر ماست روزِ حساب

من نه از خود می روم دنبالِ او ‌ ‌ سایہ را سرگشتہ دارد آفتاب

مرشدِ اہلِ سخن را جز صفائے سینہ نیست ‌ ‌ درس طوطی را کتابے بہتر از آئینہ نیست

در مقابل چشم گریاں تا جمالِ یار داشت ‌ ‌ کاروانِ گریۂ من یوسفے در بار داشت

فقیر را ز سعادت ہمیں قدر کافی است ‌ ‌ که منّتے به سرش سایۂ ہما نه گزاشت

جام مَے نیست که از دست تو شد قسمتِ غیر ‌ ‌ کشتیِ ماست که در کام نہنگ آمدہ است

بر سر ہمائے وصل نیفگند سایۂ ‌ ‌ در کوئے او فقیر شکست استخواں عبث

فقیر کے انتقال کا واقعہ ۱۱۸۳ ہجری میں پیش آیا۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے وفات کی یہ تاریخ لکھی:

رفت از عالم سخنور شیریں ہائے ‌ ‌ خوابید به خاک شاعر رنگیں ہائے

آزاد نوشت مصرعِ تاریخش ‌ ‌ گو آہ فقیر میر شمس الدین ہائے
۱۱۸۳

عاقل

عاقل تخلص۔ محمد عاقل خاں نام۔ ہنرور خاں خطاب۔ دہلی مولد ہے۔ تاریخ تولد معلوم نہیں ہوی

دہلی کے علما اور فضلا سے تحصیل علم کی۔ اس سے فارغ

ہوکر بادشاہی منصب پایا۔ اسی زمانے میں نواب آصف جاہ سے شرفِ ملازمت حاصل کیا۔ جو بعد میں شاہِ دہلی کے وزیر ہوئے۔ نواب نے قدر افزائی فرمائی۔ نواب کی مدّاحی کرتے رہتے تھے۔ ۱۱۳۴ھ ہجری میں فرخ سیر بادشاہ ہوئے اور نواب آصف جاہ کو اورنگ آباد کی صوبہ داری ملی۔ عاقل بھی ان کے ہمراہ اورنگ آباد آگئے۔ اور فراش خانہ وغیرہ کے داروغہ مقرر کئے گئے۔ جب عاقل بوڑھے ہوگئے تو نواب نے انھیں اپنی جاگیرات واقع دہلی کے محاصل کے خزانے کا داروغہ بناکر دہلی بھیج دیا۔

کلام کا نمونہ یہ ہے:

ہیچ کس یارب! اسیرِ جذبۂ الفت مباد
مرغِ دست آموز در پرواز ہم آزاد نیست

کدام تشنہ جگر گرم جاں فشانی بود
کہ آب جدول شمشیر در روانی بود

فیضِ آب دیدہ نتواں یافت در آبِ وضو
کاشکے زاہد بہ جاے ریش مژگاں ترکند

سرمہ بودم نالہ گشتم نکہتِ گلہا شدم
عشق می داند بہ نیرنگی کہ من رسوا شدم

چیست مطلب از گدازم کوزہ سازِ عشق را
سنگ بودم، آب گشتم، سوختم، مینا شدم

چو راہب بہ بت خانہ بیدار بودن
ازاں بہ کہ در کعبہ تو ابیدہ باشی

عاقل نے ایک روایت کے موافق ۱۲۰۰ھ ہجری میں اور بقول ذلف مجبوب الزمن ۱۱۹۵ھ ہجری میں قضا کی۔

تمت